خطباتِ اسلم

ہشتم

اصلاحِ ظاہر وباطن کا حسین امتزاج

دعوتِ فکر وعمل کا ایک عظیم شاہکار

افادات

مفکرِ ملت حضرت مولانا محمد اسلم صاحب مدظلہ

(خلیفہ حضرت اقدس مفتی مظفر حسین صاحبؒ)

مہتمم جامعہ کاشف العلوم چھٹملپور

مرتب محمد ناظم قاسمی

شائع کردہ

شریف بک ڈپو جامعہ کاشف العلوم چھٹملپور ضلع سہارنپور

Scanned by CamScanner

- فکر انگیز خطبات کا جامع مرقع
- اصلاح ظاہر و باطن کا حسین امتزاج
- دعوتِ فکر و عمل کا عظیم شاہکار

خطباتِ اسلم جلد ہشتم

افادات

مفکر ملت حضرت اقدس الشاہ مولانا محمد اسلم صاحب رحمۃ اللہ علیہ
خلیفہ اجل فقیہ الاسلام حضرت اقدس الشاہ مفتی مظفر حسین صاحب نور اللہ مرقدہ

مرتب
مولانا محمد ناظم صاحب قاسمی
ناظمِ تعلیمات جامعہ کاشف العلوم چھٹمل پور سہارنپور

ناشر
شریف بکڈپو جامعہ کاشف العلوم چھٹمل پور
ضلع سہارنپور (یوپی) پن:247662

Scanned by CamScanner

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

تفصیلات

نام کتاب : خطبات اسلم (جلد ہشتم)

مرتب : مولانا محمد ناظم صاحب قاسمی ناظمِ تعلیمات جامعہ کاشف العلوم

سن اشاعت : مئی ۲۰۱۲ء

تعداد : گیارہ سو (۱۱۰۰)

کمپوزنگ : ایم سرور عالم قاسمی: قمر کمپیوٹر مسلم کالونی چھٹمل پور 9690745457

ناشر : شریف بکڈپو چھٹمل پور، فون: 09456615608-8923880171

ملنے کے پتے

مکتبہ البلاغ دیو بند ☆ دار الکتاب دیو بند ☆ مکتبہ نعیمیہ دیو بند

کتب خانہ رشیدیہ سہارنپور ☆ مکتبہ علمیہ سہارنپور

مکتبہ یادگار شیخ سہارنپور ☆ مکتبہ اسلم چھٹمل پور

صدائے اسلام کیسٹ سینٹر چھٹمل پور

کتب خانہ عبداللہ کاکوزئی ترکیسر، سورت، گجرات

شریف بکڈپو چھٹمل پور 9927140837

☆☆☆

فہرست مضامین

کیا.....................................؟	کہاں......؟
فہرست مضامین	۳ تا ۱۳
کلماتِ تبریک (حضرت مولانا مفتی شعیب اللہ صاحب بنگلور)	۱۵/۱۴
ارشادِ عالی (حضرت الحاج قاری سعید احمد صاحب ترفوہ)	۱۷/۱۶
پیغام (جناب مولانا محمد آصف صاحب ندوی)	۱۸
تائیدی کلمات (جناب مولانا انعام اللہ صاحب قاسمی مانک مؤ)	۲۰/۱۹
تقریظ (جناب قاری محمد اسحاق صاحب کوڑ یکھیڑہ)	۲۱

سنت نبوی کی روشنی میں

حسنِ اخلاق اپنائیے اور زندگی کا لطف اٹھائیے

کیا.....................................؟	کہاں......؟
آپ ﷺ کی ذات ہمارے لئے نمونہ ہے	۲۴
اسلام اخلاق سے پھیلا ہے	۲۴
حسنِ اخلاق کی فضیلت	۲۵
حسنِ اخلاق افضل عبادت ہے	۲۵
دنیا و آخرت کی بھلائی	۲۶

Scanned by CamScanner

بداخلاقی سے نیک اعمال برباد ہوجاتے ہیں	۲۶
آپ ﷺ کی ذات سراپا اخلاق تھی	۲۷
قرآن آپ ﷺ کا اخلاق تھا	۲۷
حسنِ اخلاق کی تاثیر	۲۸
حسنِ اخلاق دنیاداروں کی نظر میں	۲۹
مخاطب کا مزاج سمجھ کر برتاؤ کریں	۲۹
حضرت عائشہؓ کے ساتھ آپ کا مزاحیہ برتاؤ	۳۰
حضرت خدیجہؓ کے ساتھ آپ ﷺ کا سنجیدہ برتاؤ	۳۰
ایک دیہاتی کے ساتھ برتاؤ	۳۱
نماز میں بولنے والے کے ساتھ برتاؤ	۳۲
اخلاق کا معلم	۳۳
حضرت معاذ کے ساتھ برتاؤ	۳۴
آپ ﷺ ہر شخص کے مزاج کی رعایت فرماتے	۳۵
آپ ﷺ کا برتاؤ غرباء مساکین کے ساتھ	۳۶
مخالفین کے ساتھ حسنِ سلوک	۳۷
عورتوں کے ساتھ آپ ﷺ کا حسن سلوک	۳۹
بچوں کے ساتھ آپ ﷺ کا حسنِ سلوک	۴۰
حیوانات سے حسنِ سلوک	۴۲

عدل وانصاف اور سچی گواہی

کیا......؟	کہاں......؟
مذکورہ آیت کا شانِ نزول	۴۷
ہر حال میں سچی گواہی	۴۷
جھوٹی گواہی گناہ کبیرہ ہے	۴۸
جھوٹی گواہی پر سزا	۴۹
عادلانہ گواہی	۴۹
عدل وانصاف سے کام لیجئے	۵۰
امیر المؤمنین عمر فاروق کی عدالت میں حاضری اور ان کے خلاف فیصلہ	۵۱
حضرت عباسؓ کے گواہ	۵۳
حضرت عباسؓ کا ایمانی جذبہ	۵۴
عدل وانصاف اور عفو ودرگذر کا عجیب واقعہ	۵۵
صدیق اکبرؓ کا عدل وانصاف	۵۹
نبی کریم ﷺ کا عدل وانصاف	۶۰
اسلام میں سب برابر ہیں	۶۱
امیر المؤمنین حضرت علی کے خلاف مقدمہ	۶۲
خلاصہ کلام	۶۳

Scanned by CamScanner

صالح انسان بنئے

کیا.....؟	کہاں.....؟
بڑا آدمی اور اچھا انسان کون ہے	۶۶
چراغ لیکر انسان کو تلاش کرنا	۶۷
اللہ کے نزدیک اچھا انسان کون	۶۹
خواجہ مشکیؒ کا واقعہ	۷۰
ایک صالح نوجوان کا واقعہ	۷۳
اعمال کے اثرات	۷۴
حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کا واقعہ	۷۵
زبانِ خلق کو نقارۂ خدا سمجھو	۷۵
انسان کا مرتبہ	۷۶
امتِ مسلمہ کے نوجوانو	۷۷

معاشرہ کا سدھار حضرت فاطمہؓ کا کردار

کیا.....؟	کہاں.....؟
تمہیدی کلمات	۷۹
عورتوں پر محنت	۸۲

امت کی محسنہ خاتون	۸۲
سیدہ فاطمہؓ کا بچپن	۸۵
لڑکپن	۸۶
جرأت مندانہ قدم	۸۷
فاطمہؓ کا ابوجہل کے منہ پر طمانچہ	۸۹
جوانی	۸۹
حضرت فاطمہؓ کا زہد و فاقہ اور اس کا علاج	۹۰
آنحضور ﷺ کو فاطمہ سے محبت	۹۳
حضرت فاطمہ کی فضیلت	۹۳
فاطمہ جان کا ٹکڑا	۹۴
حضرات حسنینؓ سے محبت	۹۴
بہشت کے جوانوں کے سردار	۹۴
بیٹی کی تربیت	۹۴
فجر کی نماز پڑھ کر بلا عذر سونا منع ہے	۹۵
اولاد کو نرمی سے سمجھانا	۹۵
قصہ تسبیح فاطمہؓ	۹۶
میاں بیوی کے درمیان تلخیاں	۹۸
گھر کا ماحول اسلامی بنائیں	۹۹

Scanned by CamScanner

ماں کی ذمہ داری	۱۰۰
فاطمہؓ کا پردہ	۱۰۱
پسندیدہ عورت	۱۰۱
فاطمہ کا جذبۂ عبادت	۱۰۲
حضرت فاطمہ کی وفات اور ہمارے لئے سبق	۱۰۳

علم کی فضیلت اور اس کے آداب

کیا..............................؟	کہاں......؟
لاعلم بچہ	۱۰۹
مفسر محدث نہیں	۱۱۰
علم انسان کا ذاتی ہنر نہیں	۱۱۰
بلاواسطہ علم	۱۱۱
رونے کی تعلیم	۱۱۱
آلاتِ علم	۱۱۱
حصولِ علم کا دوسرا ذریعہ	۱۱۲
حصولِ علم کا تیسرا ذریعہ	۱۱۳
کان آنکھ اور دل معمولی چیز نہیں	۱۱۴
چار چیزوں کا احترام	۱۱۴

مظاہر علوم کے صدر مدرس	۱۱۶
بڑوں اور بزرگوں کا احترام	۱۱۶
چوتھا احترام	۱۱۷
علم بڑی دولت ہے	۱۱۸
طلباء انبیاء کے وارث	۱۲۰
اصحابِ صفہ کا ہونہار طالب علم	۱۲۰

مدارس اسلامیہ رشد و ہدایت کے مینارے

کیا..............................؟	کہاں......؟
مدرسے انسانیت کے پیامبر	۱۲۷
مدارسِ اسلامیہ کا مقصد	۱۲۸
مولانا علی میاں ندویؒ کا نقطۂ نظر	۱۲۸
مدارسِ اسلامیہ کا شجرۂ نسب	۱۲۹
موجودہ مدارس	۱۳۰
شاعر مشرق علامہ اقبالؒ کا نظریہ	۱۳۱
مولانا پیر ذوالفقار علی صاحب کا دورۂ ایشیاء	۱۳۲
روسیوں کے بھیانک مظالم	۱۳۲
ظلم کی انتہاء	۱۳۳
۹۵ سالہ بزرگ کا واقعہ	۱۳۳

Scanned by CamScanner

مدارس کا برا حال	۱۳۵
مدارس کی رہائی	۱۳۶
مدارس کا کام	۱۳۸
عالم ربانی کی تعریف	۱۳۹
صفۂ نبوی کا فیضان	۱۳۹
فیضانِ مدارس اور ضرورتِ مدارس	۱۳۹
حضرت شیخ الہند کی فکر	۱۴۰
عصری تعلیم کی شمولیت کے خطرات	۱۴۱
مخلصانہ مشورہ	۱۴۱
مدارس کے فارغین کے مزے	۱۴۲
ایک عبرت آموز واقعہ	۱۴۴

نکاح کے بنیادی مقاصد

کیا............؟	کہاں......؟
رسم ورواج اور اصلاحِ معاشرہ	۱۵۲
نکاح کو کاروبار بنالیا	۱۵۳
جہیز ایک ناسور	۱۵۳
کانپور شہر کا واقعہ	۱۵۴
غیروں کے رسم ورواج	۱۵۵

نکاح کے نام پر فضول خرچی	۱۵۶
بے شرمی و بے حیائی عام	۱۵۶
کیا ہی عجیب پردہ تھا	۱۵۷
نکاح کی بنیاد اور مقصد	۱۵۸
دونوں جہاں سے ممتاز	۱۵۹
حضرت ادہمؒ کا واقعہ	۱۶۰
مال کی بنیاد پر نکاح کرنے کا دلچسپ واقعہ	۱۶۲
دار العلوم دیوبند کے ہونہار طالب علم کا نکاح	۱۶۳
لڑکا لڑکی دونوں دیندار ہوں	۱۶۵
نکاح کا اصل مقصد اور قرآن کا نقطۂ نظر	۱۶۷
خطبۂ نکاح کی پہلی آیت	۱۶۸
پیدائش کے تین طریقے	۱۶۸
پہلا طریقہ	۱۶۹
دوسرا طریقہ	۱۶۹
تیسرا طریقہ	۱۶۹
خلاصہ اور نچوڑ	۱۷۱
آخری بات	۱۷۳

Scanned by CamScanner

نکاح اور بارات شریعت کی روشنی میں

کیا ....؟	کہاں.....؟
ایک مصری نوجوان کا نکاح	۱۷۶
حضرت عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کا قول	۱۷۹
سماج میں بارات کی حیثیت	۱۸۲
بارات کی شرعی حیثیت	۱۸۳
مکہ معظمہ کے ایک رئیس کا نکاح	۱۸۳
ایک اہم واقعہ	۱۸۴

تعزیتی خطاب

کیا ....؟	کہاں.....؟
حضور ﷺ کی وفات امت کا عظیم حادثہ	۱۸۸
صبر کرنا اہل ایمان کی شان ہے	۱۹۰
حضرتؒ آج بھی زندہ ہیں	۱۹۱
لفظ انتقال کی حقیقت	۱۹۱
حضرت کی زندگی کو نمونہ بنایئے	۱۹۲
موت مؤمن کے لئے تحفہ ہے	۱۹۲

حضرت ابراہیم کی وفات کا واقعہ	۱۹۳
حضرت کو خود بخود ثواب پہونچ رہا ہے	۱۹۴
حضور ﷺ کی اپنی بیٹی سے تعزیت	۱۹۵
حضرت کی خداداد مقبولیت ومحبوبیت	۱۹۷
حضرت بڑے شفیق تھے	۱۹۸
ہر نفس کے لئے موت برحق ہے	۱۹۹
تبلیغ کی اہمیت اور مولانا الیاسؒ کا اخلاص	۲۰۱
حضرت مولانا اسلم صاحبؒ کا پیغام	۲۰۲
امام مالکؒ کا خواب	۲۰۳
امانت کا لحاظ رکھو	۲۰۵

Scanned by CamScanner

کلمات تبریک

فقیہ العصر حضرت مولانا الحاج مفتی محمد شعیب اللہ صاحب مدظلہ خلیفۂ اقدس عارف باللہ حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحبؒ مہتمم جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم بنگلور، کرناٹک

بخدمت مولانا محمد ناظم صاحب قاسمی زید مجدہ...... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ معلوم ہوکر نہایت مسرت ہوئی کہ حضرت مولنا محمد اسلم صاحبؒ کے خطبات وتقاریر کا مجموعہ "خطبات اسلم" کی جلد (۸) تیار ہوکر افادۂ عام کے لئے چھپنے جارہی ہے، اور امید ہے کہ سابق جلدوں کی طرح یہ بھی امت کے لئے علوم ومعارف کا گنجینہ اور قوت ایمان وعرفان کا معدن، اور جذبۂ تقوی وانابت کا خزینہ ثابت ہوگا اور اہل علم وعوام الناس دونوں اس سے مستفید ہوتے رہیں گے۔

اب مولانا تو ہم میں نہیں رہے، لیکن آپ سے استفادے کا ایک طریقہ وسیلہ الحمد للہ یہ باقی ہے کہ آپ کے خطبات سے فیض حاصل کیا جائے، ان کو پڑھا جائے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کی جائے، اللہ آپ کو جزائے خیر دے کہ آپ نے حضرت مولانا کے علوم ومعارف کو، ان کے مواعظ ونصائح کو کتابی شکل دیکر مولانا سے استفادے کی راہ ہموار فرمادی۔

حضرت مولانا کے وصال کی خبر جناب سید حاجی ابراہیم بھائی کے توسط سے اسی وقت مل گئی تھی جو بلاشبہ ایک صاعقہ بن کر گری، جس نے کچھ دیر کے لئے احقر پر سکتہ طاری کردیا، اور ایسا معلوم ہوا کہ امت میں سے ایک نایاب ہیرا مفقود ہوگیا، اور بہت افسوس، نہایت دکھ ورنج، اور بے انتہاء کرب وبے چینی سے دوچار کردیا، مگر تقدیر کے فیصلے کے سامنے سوائے "آمنا وصدقنا" کے ایک مؤمن کے لئے صلاح وفلاح کی کونسی راہ ہے؟ لہٰذا وہی پڑھ کر سامانِ تسلی پیدا کیا جو اسلام کی تعلیم ہے: انا للہ وانا الیہ راجعون.

دنیا میں بہت سے لوگ آتے ہیں اور آتے رہتے ہیں، یہ دنیا اس واقعہ کی اس قدر عادی ہوچکی ہے کہ اس میں کوئی بھی نیا پن نہیں، اسی طرح یہاں سے جانے کا سلسلہ بھی ہمہ وقت جاری وساری رہتا ہے، لیکن ہر آنے والا یکساں نہیں ہوتا، اور نہ ہر جانے والا ایک ہی قسم کا ہوتا ہے، بعض آتے ہیں، مگر ان کا آنا نہ آنے کے برابر ہوتا ہے، اور بعض ایسے بھی

آنے والے آتے ہیں کہ ان کا نہ آنا ہی قوم وملت اور ملک وطن کے حق میں بہتر لگتا ہے، لیکن کچھ اللہ کے منتخب بندے وہ ہوتے ہیں کہ ان کا ورود وظہور ہو کہ ان کا وصال وانتقال، دونوں ہی اپنے اندر ہدایت کی روشنی رکھتے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ امام احمد بن حنبل کا جب وصال ہوا اور جنازہ اٹھایا گیا تو جنازے کو دیکھ کر بیس ہزار غیر مسلم اسلام میں داخل ہوگئے، اسی لئے خود امام احمد کا یہ قول بھی پڑھنے کو ملا کہ فرمایا کہ ہمارے بارے میں فیصلہ ہمارے جنازہ سے ہوگا، ہی جب جنازے اور موت میں یہ ہدایت ہو تو اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ان کی زندگی میں کیا کچھ ہدایت کا سامان نہ ہوگا؟

حضرت مولانا محمد اسلم صاحبؒ بھی ان ہی منتخب لوگوں میں سے تھے کہ ان کی زندگی وموت ہی لوگوں کے لئے ہدایت کا ذریعہ بنے، مولانا نے اپنے اندر کے کمالات کو اپنی عاجزی وانکساری، تواضع وخاکساری کے پردے میں ہی اس طرح چھپادیا تھا جیسے پھولوں کو کپڑوں میں چھپادیا ہو، جس سے پھول نظر تو نہیں آتے، مگر قوت شامہ سے جو محروم نہ ہو، وہ ضرور اس کو محسوس کرلیتا ہے، اسی طرح مولانا کے کمالات کو صاحب بصیرت لوگ ضرور جان لیتے تھے، اگرچہ...... کہ بصیرت سے محروم لوگ ان کمالات کو نہ دیکھ سکیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ مولانا کی وفات کا سانحہ صرف گھر والوں یا صرف آپ کے مدرسے کے اساتذہ وطلبہ کے لئے ہی نہیں، بلکہ پوری امت کے لئے ایک سانحہ عظیمہ ہے، کیونکہ آپ کے وجود سے امت کے بہت سارے لوگوں کو علمی وروحانی فیض، ایمانی وعرفانی حلاوت اور ظاہری وباطنی برکات حاصل ہوتے تھے، جن سے وہ اب محروم ہوگئے، تاہم آپ کے علوم ومواعظ جو خطبات کی شکل میں ہیں ایک حد تک آپ کا بدل ہیں، جس سے استفادہ کرنا چاہیے۔

اللہ سے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالی حضرت مولانا کی دینی وملی خدمات کا اپنے شایان شان اجر وثواب عطا کرے، آپ کے درجات بلند فرمائے، اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے، اور آپ کے خطبات سے امت کو مستفید فرمائے اور اس کے مرتب موصوف کی کاوش کو مقبول ومبرور بنائے۔

واناالاحقر محمد شعیب اللہ خان
مہتمم جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم، بنگلور

Scanned by CamScanner

ارشادِ گرامی

نمونۂ اسلاف حضرت الحاج قاری سعید احمد صاحب مدظلہ العالی
مہتمم مدرسہ رحمۃ للعالمین ترفوہ ومدرسہ ہدی للعالمین سہارنپور۔

حامدا ومصليا امابعد:

خطبات اسلم کی آٹھویں جلد نظر سے گزری، ماشاء اللہ مضامین اچھوتے اور دل کو لگتے ہوئے ہیں، اس سے پہلے سات جلدیں منظرِ عام پر آچکی ہیں، اور ملک وبیرون ملک میں شہرت حاصل کرچکی ہیں، الحمد للہ اس کتاب نے عوام وخواص کے حلقوں میں یکساں شرف قبولیت حاصل کی ہے۔

صاحب خطبات اسلم حضرت مولانا محمد اسلم صاحب رحمۃ اللہ علیہ آج سے ایک ماہ بیس دن پہلے اس دنیا سے رخصت ہوگئے اور ہم سب کو یتیم وبے سہارا چھوڑ گئے، اللہ تعالیٰ نے حضرت والا سے بہت کام لیا، آپ نے کاشف العلوم کو ایک مرکزی ادارہ بنانے میں بہت محنت کی ہے، بہت سے افراد تیار کئے جو آج اطراف عالم میں خدمات دینیہ انجام دے رہے ہیں، چنانچہ مرتب محترم حضرت مولانا محمد ناظم صاحب قاسمی کی شخصیت بھی آپ ہی کی تعلیم وتربیت کی مرہونِ منت ہے، موصوف تحریر وتقریر، تصنیف وتالیف، انتظام وانصرام اور دیگر صلاحیتوں میں آپ ہی کا نمونہ اور عکس جمیل ہیں، حضرت والا نے آپ کو اپنے قریب رکھ کر بہت سی خوبیوں اور کمالات سے آراستہ کیا، آپ اپنے صدق ووفا، امانت ودیانت اور خلوص وعقیدت کی وجہ سے حضرت والا کے معتمد خاص رہے، اور حضرت والا اکثر مہمات میں آپ

ہی سے مشورہ فرماتے تھے، اسی تعلق واختصاص اور اعتماد کی برکت ہے کہ خطبات اسلم کی مفید جلدیں یکے بعد دیگرے قارئین کے ہاتھوں میں آرہی ہیں، اور آں موصوف حضرت والا کے خطبات جمع کرنے کیسٹوں اور سیڈیوں سے نقل کرنے اور مسودات کے صاف کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔

دعا گوہوں کہ اللہ تعالیٰ صاحب خطبات حضرت اقدس مولانا محمد اسلم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو غریقِ رحمت فرمائے، اور آپ کا فیض تا قیامت جاری وساری رکھے، نیز مرتب محترم کو بھی اپنی شایانِ شان بدلہ عطا فرمائے۔

آمین یارب العالمین

(قاری) سعید احمد ترفوی (صاحب)
خادم مدرسہ رحمۃ للعالمین ترفوہ ومدرسہ ہدی للعالمین سہارنپور
۲۱ مئی ۲۰۱۲ء

Scanned by CamScanner

تشکر وامتنان

مقرر شیریں بیاں مولانا محمد انعام اللہ صاحب قاسمی زید مجدہ العالی
استاذ حدیث وتفسیر المعہد الاسلامی مانک مئو سہارنپور

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین امابعد

استاذ گرامی حضرت مولانا محمد ناظم صاحب قاسمی مدظلہ العالی کی مخلصانہ کاوش خطبات اسلم کی آٹھویں جلد اور اس کے اصلاحی عناوین اور دل نشیں مضامین کو اگر آج صاحب خطبات حضرت اقدس مولانا محمد اسلم صاحبؒ ملاحظہ فرماتے، تو خوشی ومسرت سے آپ کا چہرہ انور کھل اور کمزور جسم وجثہ میں قوت وتوانائی کی ایک لہر دوڑ جاتی، چونکہ انسان کو اپنا کلام اور اپنا پیغام عزیز ہوتا ہے اس لئے مرتب محترم کو خوب دعائیں دیتے، حوصلہ افزائی فرماتے، حسب عادت مفید مشوروں سے نوازتے، لیکن

اے بسا آرزو کہ خاک شد

کہ اب وہ کہاں سے آئیں کہ وہ دوسری دنیا کے باشی ہوگئے ہیں۔

حضرت اقدسؒ نے تقریر وخطابت کو کمانے کھانے کا ذریعہ نہیں بنایا تھا بلکہ آپ کی طبیعت داعیانہ تھی، اس میں پیغمبری کا درد وغم تھا، آپ کبھی پیدل، کبھی سائیکل اور کبھی رکشہ سے، کبھی بس اور گھوڑا بوگی سے اور آخری عمر میں اپنی سواری سے قرب وجوار اور دور دراز علاقوں میں تشریف لے جاتے، اور مساجد کے ممبر ومحراب پر کبھی مدارس ومکاتب کے جلسوں میں اور کبھی دعوت وتبلیغ کے مراکز میں تو کبھی خوشی وغمی کی مجالس میں تبلیغ ودعوت کا فریضہ انجام دیتے اور اپنی سحر انگیز خطابت سے زندگیوں میں انقلاب برپا کرتے

تھے، آپ کے خطاب میں وہ سب کچھ ہوتا تھا جو ایک داعی کے لئے ضروری ہے، کاشف العلوم کی تعلیمی زندگی میں اور المعہد الاسلامی کی تدریسی زندگی میں بھی بارہا دیکھا اور بہت سی جگہوں پر ساتھ جانا ہوا کہ وہ ہر جگہ ایک مخلص داعی ومبلغ کا فریضہ انجام دیتے تھے، ان کی خلوت......جلوت سے زیادہ روشن تھی، وہ اپنے قول وعمل سے لوگوں کو دین کی طرف بلاتے تھے، آپ کی تقریر میں عوام کے ساتھ ساتھ علمائے کرام بھی شریک ہوتے تھے، مشائخ وقت اپنی موجودگی میں آپ کے بیانات کراتے تھے، آپ نے ایسے بزرگوں کے سایہ میں جوانی گزاری تھی کہ جن پر تقوی وطہارت ناز کرتی تھی، پھر آپ خود اس مقام پر فائز ہوئے کہ آپ کی ایک نظر سے زندگیاں بدل جایا کرتی تھیں

زیر نظر خطبات کا حضرت والا کی طرف منسوب ہونا ہی ان کے معتبر ومعتمد ہونے کی دلیل ہے، یہ مجھ جیسے بے حقیقت انسان کی تقریظ وتبصرہ کے محتاج نہیں، ان کی افادیت ونافعیت اور برکت وتاثیر عوام وخواص، علماء وخطباء اور واعظین ومبلغین کے حلقوں میں مسلّم ہو چکی ہ، ملک کے معتبر جرائد ورسائل ان خطبات کو خراج عقیدت پیش کر چکے ہیں، ملک بھر سے آرڈر آتے ہیں اور دیکھتے ہی دیکھتے ایڈیشن پر ایڈیشن نکل جاتے ہیں، علمی حلقوں میں ان خطبات کی ایک الگ پہچان ہے یہ بہت ممتاز اور فائق ہیں۔

یہ صرف استاذ گرامی مرتب محترم مدظلہ العالی کا احسان ہے کہ مجھ نا اہل کو اس بابرکت کتاب پر کچھ لکھنے کی سعادت عطا فرمائی، یہ آپ کا بڑکپن اور ذرہ نوازی ہے، آپ اپنے چھوٹوں سے قلم چھینتے نہیں بلکہ دیتے ہیں، مواد بھی فراہم کرتے ہیں، خود پس منظر میں رہتے ہیں اور چھوٹوں کو منظر عام

پر لاتے ہیں، گراتے نہیں اٹھاتے ہیں، گلے لگاتے ہیں، کتنی ہی کوتاہیاں ہوجائیں درگذر فرماتے ہیں، آپ نے ایسے بہت سے افراد کی حوصلہ افزائی ہی نہیں بلکہ سرپرستی فرمائی ہے اور مشکل ترین حالات میں انہیں آگے بڑھایا ہے کہ جن کی ساکھ بہت کمزور ہوگئی تھی اور آپ ہی کے سہارا دینے کی وجہ سے آج وہ اس مقام پر ہیں کہ دنیا ان کی عظمت کو سلام کرتی ہے، حقیقت یہ ہے کہ جتنی شفقتیں آنجناب ہم پر فرماتے ہیں ہم اس کا عشر عشیر بھی شکریہ ادا نہیں کرسکتے، اللہ تعالیٰ یہ اخلاقِ کریمانہ ہمیں بھی عطا فرمائے...... آمین

آخر میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان خطبات کا فیض تا قیامت جاری وساری رکھے اور صاحب خطبات اور مرتب محترم دونوں کو اپنی شایانِ شان اجرِ جزیل عطا فرمائے...... آمین یارب العالمین

(جناب حضرت مولانا) انعام اللہ (صاحب قاسمی)

استاذ حدیث وتفسیر المعہد الاسلامی مانک مئو

۲۵ جمادی الثانی ۱۴۳۳ھ

تقریظ

گرامی قدر الحاج قاری محمد اسحاق صاحب زید مجدہ العالی

مہتمم وناظم مدرسہ عین العلوم کوڑی کھیڑہ ضلع سہارنپور

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين امابعد.

مٹ نہیں سکتا کبھی مرد مسلماں کہ ہے
اس کی اذانوں سے فاش سرِ کلیم وخلیل

الحمد للہ مقام مسرت ہے کہ خطبات اسلم کی آٹھویں جلد اپنی تمام تر خوبیوں کے ساتھ ہمارے ہاتھوں میں ہے، جس سے خطباء وواعظین کو دینی، تعلیمی، اصلاحی اور فکری غذا ملتی ہے، ماشاء اللہ امت کے لئے رشد وہدایت کا بہترین ذریعہ ہے، یہ خطبات پڑھے اور سنے جاتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ صاحب خطبات مفکر ملت حضرت مولانا محمد اسلم صاحب منبر ومحراب پر ہمارے سامنے جلوہ افروز ہیں اور اپنے ایمان ویقین، زہد وورع، خلوص وللٰہیت اور مؤثر لب ولہجہ سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی طرف آمادہ کرنے میں پوری بے تابی سے دلوں کو گرمانے، طبیعت کو نرمانے اور آنکھوں سے اشک ندامت گرانے میں سرگرم ہیں۔

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقتِ پرواز مگر رکھتی ہے

محمد اسحاق خادم مدرسہ عین العلوم

کوڑی کھیڑہ ضلع سہارنپور یکم رجب ۳۳ھ

Scanned by CamScanner

نقش قدم نبی کے ہیں جنت کے راستے
اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

سنت نبوی کی روشنی میں
حسن اخلاق اپنایئے اور زندگی کا لطف اٹھایئے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ. وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ امابعد.

فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ وَقَالَ فِيْ مَقَامٍ آخَرَ وَاَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ.

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مَنْ اَحَبِّكُمْ اِلَيَّ وَاَقْرَبِكُمْ مِنِّيْ مَجْلِسًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَحَاسِنُكُمْ اَخْلَاقًا

علم وعمل کی دنیا میں اس طرح گزارا کرتے ہیں
اخلاق سے مارا کرتے ہیں احسان سے جیتا کرتے ہیں

قابل صد احترام علمائے کرام اور حاضرین عظام

آپ ﷺ کی ذات ہمارے لئے نمونہ ہے

اللہ تبارک وتعالی نے اس امت پر بڑے بڑے احسانات کئے ہیں تمام کتابوں میں سب سے افضل وارفع کتاب عنایت کی اور تمام نبیوں میں سب سے اعلی اور سب سے بلند مرتبہ والا نبی عطا کیا، اور خود اس امت کو بھی اللہ تعالی نے تمام امتوں پر فضیلت عطاء کی، ہمارے نبی کو آخری نبی اور ان کی شریعت کو آخری شریعت قرار دیا ہے، اور خالقِ ارض وسماء نے آپ ﷺ کی ذات کو قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کے لئے نمونہ بنایا ہے، امیر ہو یا غنی بادشاہ ہو یا فقیر، عورت ہو یا مرد، گورا ہو یا کالا جو آپ کی راہ چلیگا کامیاب ہوگا، اور جو آپ کے نقشِ قدم سے ہٹ کر الگ راہ اپنائے گا وہ گمراہ ہوگا، چنانچہ آپ ﷺ کی زندگی میں ہر شخص کے لئے نمونہ موجود ہے:

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ (قرآن)

اسلام اخلاق سے پھیلا ہے

میرے محترم دوستو اور بزرگو! اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں جو جینے کا ڈھنگ اور سلیقہ سکھایا ہے وہ بے مثال اور بے نظیر ہے، اس میں سب کے حقوق کی رعایت ہے، آپ ﷺ کے طریقہ اور آپ کے اخلاق وکردار کو اپنا کر دنیا کی زندگی بھی سدھرتی ہے، اور آخرت بھی بنتی ہے، خود قرآن کریم کی شہادت موجود ہے:

انك لعلی خلق عظیم.

بے شک آپ خلقِ عظیم پر فائز تھے، یہ آپ کے اخلاق اور ہر ایک سے حسنِ سلوک ہی کا نتیجہ تھا کہ دشمن دوست بن گئے، خون کے پیاسے جان نثار بن گئے، غیروں نے تعصب کی بنا پر کہدیا کہ اسلام تلوار کے زور سے

پھیلا ہے مگر تاریخ کے اوراق گواہ ہیں کہ اسلام تلوار کے زور سے نہیں بلکہ حسن اخلاق ہی سے پھیلا ہے۔

حسنِ اخلاق کی فضیلت

قرآن وحدیث میں حسنِ اخلاق کی بڑی فضیلت آئی ہے، ایک حدیث میں آیا ہے "اَکْمَلُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِیْمَانًا اَحَاسِنُکُمْ اَخْلَاقًا اَلْمُوَطَّؤُوْنَ اَکْنَافًا اَلَّذِیْنَ یَاْلِفُوْنَ وَیُؤْلَفُوْنَ وَلَا خَیْرَ فِیْمَنْ لَا یَاْلَفُ وَلَا یُؤْلَفُ" (ترمذی)

مؤمنین میں سے کامل ایمان والے وہ لوگ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہیں جو نرم پہلو ہیں، جو (دوسروں کو) مانوس بناتے ہیں اور (خود انکے) مانوس بنتے ہیں اور اس آدمی میں کوئی خیر نہیں جو نہ مانوس بنے اور نہ مانوس بنائے۔

ایک دوسری حدیث میں فرمایا: "مامن شیء اثقل فی المیزان من حسن الخلق" (ابوداؤد)

میرے محترم بزرگو اور دوستو! کل میدان محشر میں جب چیزوں کا وزن کیا جائے گا تو میزان میں کوئی چیز حسن اخلاق سے زیادہ وزنی نہیں ہوگی اس لئے ضرورت ہے کہ حسنِ اخلاق کو مضبوطی سے پکڑ لیں، اعتقادات میں، عبادات میں، معاملات میں اور معاشرت میں، غرضیکہ ہر دینی ودنیوی چیزوں میں حسنِ اخلاق کا مظاہرہ کریں۔

حسنِ اخلاق افضل عبادت ہے

حسنِ اخلاق کے ساتھ دنیا وآخرت کی بھلائیاں وابستہ ہیں، حسنِ اخلاق سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں ہے، ایک حدیث میں آتا ہے کہ آدمی اپنے حسنِ اخلاق کے ذریعہ ہمیشہ رات کو نماز پڑھنے والے اور ہمیشہ دن کو

روزہ رکھنے والے کا مرتبہ پالیتا ہے۔ (ترمذی)

ایک دن حضرت ام سلمہؓ رسول اکرم ﷺ کے ساتھ بیٹھی، آخرت اور اس میں تیار کردہ اللہ کی نعمتوں کا تذکرہ کر رہی تھیں، ام المؤمنین نے پوچھا اے اللہ کے رسول، ایک عورت کے دنیا میں دو شوہر ہیں پھر وہ عورت اور دونوں شوہر جنت میں چلے جائیں تو وہ عورت کس کو ملے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس شوہر کو ملیگی جس کے اخلاق زیادہ اچھے ہوں گے، اس پر ام سلمہؓ کو تعجب ہوا، آپ ﷺ نے ان کی حیرت دیکھی تو فرمایا: ام سلمہ دنیا وآخرت کی بھلائیاں حسنِ اخلاق میں مضمر ہیں۔ (مجمع الزوائد)

دنیا وآخرت کی بھلائی

دوستو! دنیا کی بھلائی یہ ہے کہ جب آدمی حسنِ اخلاق سے پیش آتا ہے تو سب لوگ اس سے محبت کرتے ہیں اور آخرت کی بھلائی یہ ہے کہ وہ اللہ کے یہاں اجرِ عظیم کا مستحق ہوتا ہے، اس کے برخلاف انسان کتنے ہی اعمالِ صالحہ کرتا ہے لیکن بداخلاق اور بدمزاج ہو تو اس کے سارے اعمال ضائع ہوجاتے ہیں۔

بداخلاقی سے نیک اعمال برباد ہوجاتے ہیں

میرے محترم بزرگو اور دوستو! بداخلاقی سے نیک اعمال کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے، نبی ﷺ کے سامنے ایک عورت کا تذکرہ کیا گیا کہ وہ نمازیں پڑھتی ہے، روزے رکھتی ہے، صدقہ وخیرات کرتی ہے، اور نیک کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی ہے، لیکن وہ بداخلاق ہے اور اپنے پڑوسی سے زبان درازی کرتی ہے، آپ نے فرمایا وہ جہنم میں ہے۔ (مسند احمد)

یعنی اول وہلہ میں جہنم میں جانا پڑیگا پھر جنت میں چلی جائیگی۔

میرے محترم بزرگو اور دوستو! حسنِ اخلاق میں آپ ﷺ کی ذات ہمارے لئے اسوۂ حسنہ اور بہترین نمونہ ہے آپ سب سے بڑھ کر باعزت، بہادر اور متحمل مزاج تھے، آپ باپردہ کنواری لڑکی سے بھی زیادہ حیادار تھے، آپ صادق وامین تھے آپ کے ان اوصاف کی شہادت مؤمنوں سے پہلے کافروں اور صلحاء سے پہلے فاسقوں نے دی یہ آپ ﷺ کے حسنِ اخلاق ہی کا نتیجہ تھا۔

آپ ﷺ کی ذات سراپا اخلاق تھی

دوستو! حضرت خدیجہؓ نے جب آپ پر پہلی وحی نازل ہوئی، اور آپ کی گھبراہٹ کو دیکھا تو دلاسہ دیتے ہوئے کہا بخدا اللہ آپ کو کبھی رسوا نہیں کریگا، کیونکہ آپ رشتہ داری جوڑتے ہیں، کمزور کا بوجھ اٹھاتے ہیں، اور ناداروں کو کما کر دیتے ہیں، مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں، مصیبتوں میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں، سچ بولتے ہیں، اور امانت ادا کرتے ہیں۔ (بخاری)

اللہ تعالی نے آپ کی تعریف کرتے ہوئے قرآن میں فرمایا جسے قیامت تک تلاوت کیا جاتا رہے گا "انك لعلی خلق عظیم" بیشک اے نبی آپ واقعتاً خلقِ عظیم پر فائز ہیں۔

قرآن آپ ﷺ کا اخلاق تھا

قرآن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق تھا، آپ کی مبارک زندگی قرآن کی چلتی پھرتی تفسیر تھی، جب آپ نے سنا "واحسنوا ان اللہ یحب المحسنین" اچھائی کرو بلاشبہ اللہ تعالی اچھائی کرنے والوں کو پسند فرماتے ہیں، تو آپ ﷺ نے ہر چھوٹے بڑے، امیر وفقیر، عوام وخواص سب کے ساتھ

Scanned by CamScanner

اچھا سلوک کیا، جب آپ ﷺ نے قرآن میں سنا "فاعفوا واصفحوا" پس معاف کردو اور درگذر کرو، آپ نے معاف کیا اور درگذر سے کام لیا، جب آپ کے کانوں سے یہ آواز ٹکرائی "وقولوا للناس حسنا" اور لوگوں سے اچھی بات کہو، تو آپ نے اپنی گفتگو میں بہترین الفاظ استعمال کئے۔

الغرض میرے دوستو! آپ ﷺ قدوۃ الانام ہیں، آپ کا راستہ ہی ہمارا راستہ ہے، آپ کے اندر حسنِ اخلاق اپنانے اور اس پر عمل پیرا رہنے کا شوق اس قدر تھا کہ اکثر اللہ تعالیٰ سے دعا فرمایا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ کَمَا اَحْسَنْتَ خَلْقِیْ فَاَحْسِنْ خُلُقِیْ.

الٰہی جیسے تو نے میری صورت اچھی بنائی ایسے ہی میری سیرت اور اخلاق بھی اچھے کردے۔

حسنِ صورت چندر روزہ حسنِ سیرت مستقل
اس سے خوش ہوتی ہے آنکھیں اس سے خوش ہوتا ہے دل

حسنِ اخلاق کی تاثیر

برادران اسلام! حسنِ اخلاق کی تاثیر کا کوئی بھی انکار نہیں کرسکتا، آج غیر مسلم قوموں نے اس گُر کو سمجھا ہے، اور وہ اس صفت کو اپنا کر کامیاب زندگی گذار رہی ہیں، چنانچہ دکانوں پر، ہوٹلوں پر، آفسوں میں، ائیر پورٹ پر غرض ہر ہر شعبہ اور ہر ہر محکمہ میں دوسروں کے ساتھ حسنِ اخلاق برتنے اور محبت و یگانگت سے پیش آنے کی ملازمین کو تاکید ہوتی ہے، آج کل بہت سی کمپنیاں بعض صحت مند و پُرکشش اور جاذب نظر خواتین حضرات کا صرف اسی لئے تقرر کرتی ہیں کہ وہ ہر آنے والے کی طرف مسکراہٹ بکھیرتی رہیں، اور پُرجوش استقبال کرتی رہیں، انہیں پتہ ہے کہ حسنِ اخلاق کی تلوار سیدھی دل پر

وار کرتی ہے، اور اس کا وار کبھی خالی نہیں جاتا۔

حسنِ اخلاق دنیاداروں کی نظر میں

دوستو! غور کرنے کا مقام ہے کہ آج دنیاداروں نے حسنِ اخلاق کو اپنا کر اپنی تجارت بڑھائی، دنیا کمائی، عزت پائی، شہرت حاصل کی اور انکا مقصد بھی یہی تھا مگر ایک مؤمن جب اللہ تعالیٰ کا حکم مان کر اور نبی پاک ﷺ کی سنت پر عمل کرنے کی نیت سے حسنِ اخلاق اپناتا ہے، تو دنیا تو قدموں میں گرتی ہی ہے، ساتھ ہی آخرت کی کامیابی اور اللہ ورسول کی رضا وخوشنودی بھی حاصل ہوتی ہے، جو مؤمن کا اصل سرمایہ ہے، لہٰذا اگر ہم لوگوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتے ہوئے نیت درست کرلیں، تو ہمارا یہ حسنِ سلوک عبادت کا درجہ حاصل کریگا۔

مخاطب کا مزاج سمجھ کر برتاؤ کریں

آپ ﷺ نے ہمیں لوگوں کے ساتھ برتاؤ کرنا سکھایا، ان کے مراتب کا خیال رکھنا سکھایا، اور ہر شخص کی طبیعت اور مزاج کی رعایت کرنا سکھایا ہے، اگر آپ اس سنت پر عمل کریں اور اپنے مخاطب کی طبیعت اور مزاج سے واقف ہوکر اس کی پسند و ناپسند کو جانکر اس کے ساتھ برتاؤ کریں گے تو آپ اس کے دل کو اپنی طرف مائل کرلیں گے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں یہ وصف بہت واضح اور نمایاں نظر آتا ہے کہ آپ ﷺ ملنے والے ہر شخص سے اس کی طبیعت و مزاج کے مطابق سلوک کرتے تھے، گھر میں اپنی بیویوں اور صاحبزادیوں کے ساتھ بھی آپ کا رویہ ان کے مزاج کے موافق تھا۔

Scanned by CamScanner

حضرت عائشہؓ کے ساتھ آپ کا مزاحیہ برتاؤ

ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کشادہ دل اور کھلی طبیعت کی مالک تھیں، آپ ﷺ ان سے مذاق اور لطافت کا اظہار فرماتے، ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت عائشہؓ کسی سفر میں آپ ﷺ کے ساتھ تھیں، واپسی پر مسلمانوں کا قافلہ مدینہ کے قریب پہنچا، تو آپ نے لوگوں سے فرمایا آگے بڑھ جاؤ، لوگ آگے چلے گئے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زوجہ حضرت عائشہؓ کے ساتھ پیچھے رہ گئے، حضرت عائشہؓ عنفوان شباب میں تھیں، بدن میں چستی تھی، آپ نے مسکراتے ہوئے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا آؤ دوڑ لگائیں، دوڑ شروع ہوگئی، میاں بیوی تیز بھاگے، حضرت عائشہؓ نے یہ دوڑ جیت لی، ایک مدت بعد دوبارہ حضرت عائشہؓ آپ ﷺ کی ہمراہی میں سفر پر نکلیں، اب ان کے بدن میں فربہی آچکی تھی، سفر کے دوران ایک کھلی جگہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا کہ آگے بڑھ جاؤ، لوگ آگے چلے گئے، آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ آؤ میرے ساتھ دوڑ لگاؤ، دوڑ شروع ہوئی اس بار آپ ﷺ آگے نکل گئے، آپ نے مزاحیہ انداز میں عائشہؓ کے شانہ پر ہاتھ مارا اور فرمایا یہ اس پہلی دوڑ کا بدلہ ہے۔

حضرت خدیجہؓ کے ساتھ آپ ﷺ کا سنجیدہ برتاؤ

حضرت عائشہؓ کے ساتھ آپ کا یہ مزاحیہ برتاؤ تھا، اس کے برعکس ام المؤمنین حضرت خدیجہؓ کے ساتھ آپ کا طرز عمل ان کے مزاج کے مطابق تھا، وہ عمر میں آپ سے پندرہ سال بڑی تھیں، اور بڑی عمر کی عورت کے مزاج میں سنجیدگی و متانت ہوتی ہے، لہذا آپ ﷺ بھی ان کے ساتھ سنجیدگی کا معاملہ فرماتے۔

ایک دیہاتی کے ساتھ برتاؤ

الغرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا برتاؤ اور سلوک ہر شخص کے ساتھ اس کے مناسب ہوتا تھا، آپ ایک لاٹھی سے ہر ایک کو نہیں ہانکتے تھے، چنانچہ آپ نرمی کی جگہ نرم اور گرمی کی جگہ گرم ہوجاتے تھے، ہر آدمی سے اس کے معیار کے مطابق معاملہ فرماتے تھے، ایک مرتبہ کا واقعہ ہے، کہ آپ ﷺ اپنی مبارک مجلس میں صحابہ کے درمیان تشریف فرما تھے، اتنے میں ایک آدمی مسجد میں داخل ہوا، اس نے پہلے تو دائیں بائیں دیکھا، اور پھر مسجد کے ایک گوشہ میں تہبند اٹھا کر پیشاب کرنے بیٹھ گیا، چند افراد جلدی سے اٹھے تاکہ اسے اس حرکت سے روکیں، مگر قربان جایئے آپ ﷺ پر، آپ نے انہیں روکا اور بڑے تحمل سے فرمایا اسے چھوڑ دیں، اسے مت روکیں، اعرابی اطمینان سے پیشاب کرکے اٹھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس بلایا، اور بڑی نرمی سے سمجھاتے ہوئے فرمایا، مساجد اس کام کے لئے نہیں ہیں، انہیں اللہ کا ذکر کرنے نماز پڑھنے اور قرآن کی تلاوت کرنے کے لئے بنایا گیا ہے۔ (مسلم)

نہایت مختصر نصیحت کرنے کے بعد آپ خاموش ہوگئے، بات آدمی کی سمجھ میں آگئی، وہ چلا گیا، نماز کا وقت ہوا تو پھر آیا اور جماعت کے ساتھ نماز ادا کی، دورانِ نماز جب آپ نے رکوع سے سر اٹھایا تو سمع اللہ لمن حمدہ کہا اور سب مقتدیوں نے ربنا لک الحمد کہا، اس اعرابی نے بھی یہ الفاظ کہے، لیکن چند الفاظ کا مزید اضافہ کیا، اے اللہ مجھ پر اور محمد پر رحم فرما اور کسی پر رحم نہ کر، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ سن لئے، نماز ختم ہوئی، تو آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ الفاظ کس نے کہے ہیں، لوگوں نے اعرابی کی طرف اشارہ کیا، آپ نے اسے قریب بلایا تو دیکھا کہ یہ تو وہی شخص ہے جس نے کچھ دیر

پہلے مسجد میں پیشاب کیا تھا، اور اب اس کا دل آپ کی محبت میں گرفتار ہوگیا تھا، وہ چاہتا تھا کہ اس کے اور رسول کے علاوہ کسی پر رحمت نازل نہ ہو، آپ نے اسے تعلیم دیتے ہوئے فرمایا کہ تم نے ایک وسیع چیز کو تنگ کر دیا، بہر حال اس آدمی کے ساتھ آپ کے حسنِ سلوک کی وجہ سے اس کا دل آپ پر شیدا ہوگیا تھا، وجہ صرف یہ تھی کہ آپ نے اعرابی کے مزاج کا سراغ پالیا تھا، آپ جانتے تھے کہ اس سے کیا برتاؤ کیا جائے، وہ دیہات سے آیا تھا، علم کے لحاظ سے وہ ابوبکرؓ، عمرؓ، معاذؓ، عمارؓ کا ہمسر نہیں تھا، لہذا اس کے ساتھ برتاؤ اس کی شخصیت اور اس کے علم کی پہونچ کے مطابق کیا جانا چاہیے تھا۔

نماز میں بولنے والے کے ساتھ برتاؤ

آپ ﷺ کے حسنِ اخلاق کا ایک اور واقعہ سنئے، حضرت معاویہ بن حکم ایک عام صحابی تھے، ان کی رہائش مدینہ میں نہیں تھی نہ ان کو آپ کی مجالس علمیہ میں حاضری کا موقع ملتا تھا، بادیہ میں ان کے پاس بکریوں کا ایک ریوڑ تھا جن پر ان کی گذر بسر تھی، ایک دن معاویہ مدینہ آئے، مسجد میں داخل ہوئے، اور آپ کی مجلس میں بیٹھ گئے اس وقت آپ ﷺ یہ بات ارشاد فرمارہے تھے کہ جب کوئی اپنے مسلمان بھائی کی چھینک سنے اور وہ الحمد للہ کہے تو یرحمک اللہ سے جواب دینا چاہیے، معاویہؓ نے یہ بات پلے باندھ لی، اور رخصت ہوگئے، چند دن بعد پھر کسی کام سے مدینہ آئے، مسجد میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ آپ ﷺ نماز پڑھا رہے ہیں، معاویہ بھی نماز میں شریک ہوگئے، دوران نماز کسی کو چھینک آگئی، ان کو آپ کا ارشاد یاد تھا، فوراً نماز ہی میں بلند آواز سے یرحمک اللہ کہا، ان کی اس حرکت سے نمازیوں کی یکسوئی میں اچھا خاصا خلل واقع ہوا، اور سب لوگ انہیں تیز نگاہوں سے گھورنے

لگے، حضرت معاویہؓ نے لوگوں کو حیرت سے اپنی طرف دیکھتے ہوئے پایا تو پریشان ہوکر نماز ہی میں بول پڑے، ہائے میری ماں کی بربادی! تم لوگوں کو کیا ہوا میری طرف کیا دیکھتے ہو، لوگ رانوں پر ہاتھ مارنے لگے کہ وہ خاموش ہوجائیں، چپ رہنے کا ارشارہ پاکر وہ خاموش ہوگئے، نماز ختم ہوئی تو آپ ﷺ نے نمازیوں کی طرف رُخ کیا، شور شرابے کی آواز آپ کے کانوں میں پڑی تھی، آپ نے لوگوں سے دریافت کیا کہ کون بول رہا تھا؟ لوگوں نے معایہ کی طرف اشارہ کیا، آپ نے انہیں اپنے پاس بلایا وہ دوڑتے ہوئے قریب آئے کہ نہ جانے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا معاملہ فرمائیں گے، اور شاید ڈانٹ نہ پلائیں۔

اخلاق کا معلم

معاویہ کہتے ہیں کہ میرے ماں باپ رسول اللہ ﷺ پر فدا ہوں، اللہ کی قسم میں نے آپ سے پہلے اور نہ آپ کے بعد ایسے خوبصورت اور ہلکے پھلکے انداز سے تعلیم دینے والا معلم نہیں دیکھا، اللہ کی قسم نہ آپ نے مجھے ڈانٹا نہ مارا نہ گالی دی، آپ نے بس اتنا کہا، معاویہ نماز میں باتیں کرنا مناسب نہیں، اس میں صرف تسبیح وتکبیر اور تلاوتِ قرآن کی جاتی ہے، آپ نے نہایت جامع اور مختصر نصیحت کی، معاویہ نے بات خوب سمجھ لی، اور ان کے دل کو اطمینان ہوگیا۔

میرے محترم دوستو! ان دونوں واقعوں سے یہ بات معلوم ہوئی کہ مسجد میں پیشاب کرنے والے دیہاتی اور نماز میں باتیں کرنے والے صحابی سے آپ کا طرزِ عمل ان کے احوال کے عین مطابق تھا۔

Scanned by CamScanner

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے ساتھ برتاؤ

دوستو اور بزرگو! عوام کا غلطی کر جانا بعید از امکان نہیں ہوتا، اس کے برعکس معاذ بن جبل کا شمار جلیل القدر اور اہل علم صحابہ میں ہوتا تھا، ان کی لغزش کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ردعمل بھی ملاحظہ فرمائیں، چنانچہ روایات میں آتا ہے کہ حضرت معاذ بن جبلؓ کا معمول تھا کہ وہ آپ کی اقتداء میں عشاء کی نماز پڑھتے پھر واپس جاتے اور اپنے محلہ کی مسجد میں عشاء کی نماز پڑھاتے، ایک رات معمول کے مطابق اپنی مسجد میں امامت کے لئے کھڑے ہوئے، ایک نوجوان آیا وہ بھی جماعت میں شامل ہو گیا، سورۂ فاتحہ کی قرأت مکمل ہوئی تو حضرت معاذ بن جبل نے سورۂ بقرہ کی قرأت شروع کردی، نمازیوں میں بڑی تعداد دن بھر کے تھکے ہارے کسانوں اور چرواہوں کی تھی جو عشاء پڑھتے ہی سو جانے کے عادی تھے، یہ نوجوان بھی انہیں محنت کشوں میں سے تھا، وہ کھڑا نماز پڑھتا رہا، معاذ بن جبلؓ اپنی دھن میں پڑھتے جاتے تھے، اور ان کی قرأت طویل سے طویل تر ہوتی چلی جارہی تھی، بالآخر جب امام کی قرأت نے کسی طرح ختم ہونے کا نام نہ لیا تو اس نوجوان نے الگ سے اپنی نماز مکمل کی اور گھر چلا گیا، معاذ بن جبلؓ نے سلام پھیرا تو ایک مقتدی نے بتایا کہ فلاں نوجوان ہمارے ساتھ نماز میں شریک ہوا تھا پھر جب آپ نے نماز لمبی کردی تو وہ نماز چھوڑ کر چلا گیا یہ سن کر معاذ غصہ میں آگئے، اور انہوں نے کہا اسے نفاق کی بیماری ہے، میں اس کی حرکت کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بتاؤنگا۔

معاذ بن جبلؓ کے یہ الفاظ اس نوجوان تک پہنچے تو اس نے بھی طیش میں آکر کہا کہ میں بھی ان کے اس عمل کی رسول اللہ ﷺ سے شکایت کرونگا،

اگلے دن علی الصباح حضرت معاذؓ اور وہ نوجوان اور محلہ کے ممتاز لوگ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، معاذؓ نے نوجوان کی شکایت کی تو اس نوجوان نے بھی اپنی بات شروع کی اور کہا کہ اے اللہ کے رسول! یہ آپ کے پاس عشاء کے بعد دیر تک ٹھہرتے ہیں پھر واپس جا کر ہمیں عشاء کی نماز پڑھاتے ہیں اور لمبی لمبی قرأت کرتے ہیں، اے اللہ کے رسول ہم ان کی لمبی نماز کے خوف سے عشاء کے وقت مسجد میں آنے سے کتراتے ہیں، اس پر آپ ﷺ نے معاذ سے دریافت کیا کہ آپ کونسی سورتیں پڑھتے ہیں، معاذؓ نے بتایا کہ میں سورۂ بقرہ اور فلاں فلاں سورتیں پڑھتا ہوں، انہوں نے چند لمبی سورتوں کے نام لئے، آپ کو جب معلوم ہوا کہ واقعتا لوگ لمبی نماز کے ڈر سے مسجد آنے سے کتراتے ہیں، اور پیچھے رہنے میں عافیت سمجھتے ہیں، تو آپ کو شدید غصہ آگیا اور آپ نے معاذ سے مخاطب ہو کر فرمایا: معاذ! کیا تم لوگوں کو فتنہ میں ڈالنا چاہتے ہو، سورۂ طارق، سورۂ بروج، سورۂ شمس اور سورۂ لیل پڑھا کرو۔ (بخاری شریف، مسلم)

آپ ﷺ ہر شخص کے مزاج کی رعایت فرماتے

دوستو اور بزرگو! اس واقعہ سے پتہ چلا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو اور معاملات میں سامنے والے کے مزاج اور اس کے مقام و مرتبہ کا لحاظ رکھتے تھے، ہر جگہ نرمی یا ہر جگہ گرمی سے پیش آنا افراط و تفریط ہے، آپ کی زندگی مکمل اعتدال پر تھی، آپ نرمی کی جگہ نرمی اور گرمی کی جگہ گرمی اختیار فرماتے تھے، آپ کے انہیں اخلاق نے لوگوں کو آپ کا گرویدہ بنا دیا تھا، آپ کی زندگی کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ آپ جب بچوں سے مخاطب ہوتے تو ان کی نفسیات کی رعایت فرماتے اور جب جوانوں کے روبرو ہوتے

Scanned by CamScanner

تو ان کی عمر اور ان کے جذبات کا لحاظ فرماتے، عورتوں سے سابقہ پڑتا یا مردوں سے، امیروں سے یا غریبوں سے، غلاموں اور خادموں سے یا آزادوں سے ہر ایک کے ساتھ گفتگو اور معاملات میں آپ ﷺ اس کی نفسیات، مزاج اور مقام کی رعایت فرماتے تھے، سیرتِ طیبہ میں ہر معیار ومقام کے لوگوں کے ساتھ آپ ﷺ کے سلوک و برتاؤ کے واقعات موجود ہیں۔

آپ ﷺ کا برتاؤ غرباء، مساکین کے ساتھ

آپ ﷺ کا طرزِ عمل نہایت سیدھا سادہ تھا، آپ امیر ہو یا غریب دونوں سے برابر کا مشفقانہ سلوک فرماتے تھے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دیہاتی صحابی زاہر بن حرام رضی اللہ عنہ جب بھی مدینہ آتے تو آپ کے لئے دیہات سے گھی یا پنیر کا تحفہ لاتے، واپسی پر آپ بھی انہیں کھجور یا مدینہ کی کوئی اور سوغات تحفہ میں دیتے، آپ کو ان صحابی سے محبت تھی، آپ فرماتے تھے کہ زاہر رضی اللہ عنہ ہمارا دیہاتی دوست ہے، اور ہم اس کے شہری دوست ہیں، حضرت زاہر ایک غریب ومسکین آدمی تھے، شکل وصورت بھی کچھ زیادہ اچھی نہ تھی، مگر دل اللہ اور اس کے رسول کی محبت سے سرشار تھا، ایک دن مدینہ آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر پر نہ تھے، ان کے پاس تجارت کا کچھ سامان تھا جسے لیکر وہ بازار چلے گئے، آپ گھر آئے تو زاہر کی آمد کا پتہ چلا، آپ انہیں تلاش کرنے لگے تو وہ بازار میں نظر آئے، وہ پسینہ میں شرابور مدینہ میں اپنا سامان بیچنے میں مست تھے، کپڑے گندے تھے، جیسا کہ دیہاتیوں کے ہوتے ہیں، اور ان میں سے بو آرہی تھی، آپ پیچھے سے گئے اور ان کی کولی (بغل) بھرلی، زاہر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کو دیکھ نہ سکے وہ گھبرا کر چلائے کون ہو؟ چھوڑو مجھے، آپ خاموش

رہے انہوں نے مڑ کر آنکھوں کی کنکیوں سے دیکھا تو آپ نظر آئے، اب بجائے چھٹنے کے اپنی کمر آپ سے چمٹانے لگے، زاہر رضی اللہ عنہ نے موقع غنیمت سمجھا، اپنی پشت کو نبی کے سینہ سے ملاتے رہے، تاکہ آپ ﷺ کے جسدِ اطہر سے میرا بدن مس ہوجائے، کچھ انوار وبرکات حاصل ہوجائیں، آپ بھی ان سے خوش طبعی کرنے لگے، اور آپ ﷺ نے آس پاس کھڑے لوگوں سے فرمایا غلام کون خریدیگا، زاہر رضی اللہ عنہ جو اپنی غربت اور مسکینی سے واقف تھے بولے اے اللہ کے رسول آپ کو میری قیمت زیادہ نہیں ملیگی اس پر آپ نے فرمایا لیکن اللہ کے نزدیک تم کم قیمت نہیں ہو بلکہ بہت قیمتی ہو۔

میرے پیارو! غرباء ومساکین کے ساتھ آپ کا برتاؤ ایسا تھا تبھی تو ان کے دل آپ کی طرف کھنچے چلے آتے تھے، وجہ یہی تھی کہ آپ ان سے انتہائی دوستانہ اور ہمدردانہ سلوک فرماتے تھے، ہم میں سے کتنے ہیں جو نبی ﷺ کے اِن اخلاق پر عمل کرتے ہیں اور غریبوں کو سینہ سے لگاتے ہیں، امت میں آج ایسے لوگ تو ملیں گے جو مال ودولت سے خوب غریبوں کی مدد کرتے ہیں، مگر ایسے نہیں ملیں گے، جو ان شکستہ دلوں کو سینہ سے لگائیں، ان سے دوستی رکھیں اور ان کو ساتھ بٹھائیں کھلائیں اگر آپ ایسے غریبوں کے سامنے صرف مسکرا دیں اور ان کی عزت نفس کا خیال رکھیں تو یہ لوگ آپ کے لئے راتوں میں دعائے رحمت کے لئے ہاتھ اٹھائیں گے، الغرض آپ ﷺ لوگوں کے ساتھ حسنِ سلوک ان کے انسان ہونے کے ناطہ کرتے تھے، نہ کہ ان کی صورتوں ان کے مال ومتاع اور ان کے عہدوں اور منصوبوں کو دیکھ کر۔

مخالفین کے ساتھ حسنِ سلوک

محترم دوستو! آج ہمارے اخلاق انتہائی درجہ بگڑ گئے ہیں، ہم غیر تو

Scanned by CamScanner

غیر اپنوں کے ساتھ بھی حسنِ سلوک سے پیش نہیں آتے، بات بات پر انہیں جھڑکنا، دوستوں ۔ سے ملاقات کے وقت گالی گلوچ تک کر ڈالتے ہیں، جبکہ آپ کا طرزِ عمل اپنے تو اپنے بلکہ مخالفین کے ساتھ بھی عدل وانصاف پر مبنی تھا، آپ ان کی ایذاء رسانی برداشت کرتے مگر آپ ﷺ کے حسنِ سلوک اور جذبۂ رحمت وشفقت میں فرق نہ آتا، اور ایسا کیوں نہ ہوتا، جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو صرف مؤمنین کے لئے ہی نہیں بلکہ تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا تھا، ارشاد باری ہے:

وما ارسلنك الا رحمة للعالمين.

مدینہ کے یہود آپ ﷺ سے سخت بغض ودشمنی رکھتے مگر آپ ان پر شفقت کرتے اور ان کے معاملات میں نرمی برتتے تھے، ام المؤمنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک بار کچھ یہودی آپ کے گھر کے قریب سے گذرے انہوں نے کہا: السام علیکم، السلام علیکم کے بجائے، مطلب یہ کہ تم پر موت آئے، آپ نے جواب دیا، وعلیکم (اور تم پر بھی) اللہ کے رسول تو اتنا کہہ کر خاموش ہوگئے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مجھ سے رہا نہ گیا اور میں نے کہہ دیا اللہ تم پر لعنت کرے، اور تم پر اپنا غضب نازل کرے، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا ٹھہرو عائشہ، نرمی اپناؤ اور بدگوئی سے بچو، میں نے کہا آپ نے سنا نہیں ان بدبختوں نے کیا کہا، آپ نے فرمایا اور تم نے سنا نہیں میں نے کیا کہا ہے، میں نے ان کا جواب دیدیا، میری بددعا قبول کی جاتی ہے، جبکہ ان کی بددعا مجھ پر قبول نہیں کی جاتی، ایک روایت میں ہے کہ وہ مذموم کو برا کہہ رہے ہیں، مجھ کو برا نہیں کہہ رہے ہیں، میں تو محمد ہوں۔ (مشکوٰۃ)

دوستو! یہ تھے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کہ گالی کا

جواب گالی سے نہیں دیا اور ہم ہیں کہ سامنے والے کی ذرا سی بات پر بھڑک جاتے ہیں اور پھر مرنے مارنے تک نوبت پہنچ جاتی ہے، ہم اپنے برے اخلاق سے اپنوں کو بھی غیر بنا لیتے ہیں، جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سخت ترین دشمنوں کے ساتھ بھی اخلاق عالیہ سے پیش آتے تھے، اور آپ ﷺ کے یہی حسنِ اخلاق دلوں کی تسخیر اور قوموں کی ہدایت کا ذریعہ بنے۔

عورتوں کے ساتھ آپ ﷺ کا حسنِ سلوک

میرے دوستو! اسلام سے پہلے انسانی معاشرہ میں عورت کی حالت جانوروں جیسی تھی، ہر قوم اور ہر مذہب میں عورت کا استحصال ہو رہا تھا، اور ہر معاشرہ میں اس پر ظلم کے پہاڑ توڑے جا رہے تھے، اس کی پیدائش کو منحوس سمجھا جا رہا تھا، اسلام آیا، آپ ﷺ مبعوث ہوئے تو آپ نے ہمیشہ عورت کے ساتھ اچھا سلوک کیا، اور اپنے ماننے والوں کو بھی اس کے جذبات کا احترام کرنے کی تلقین فرمائی، آپ نے بیٹی کی پیدائش کو رحمتِ الٰہی قرار دیا، اور باپ کو اپنی بیٹیوں کے ساتھ نرمی، رحمدلی، اور محبت سے پیش آنے کا حکم دیا، اور اس کی پرورش کرنے پر جنت کی بشارت سنائی، حدیث شریف میں آتا ہے:

مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتّٰى تَبْلُغَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَنَا وَهُوَ وَضَمَّ اَصَابِعَهُ. (مسلم)

جس آدمی نے دو لڑکیوں کی ان کے بالغ ہونے تک پرورش کی، قیامت کے دن وہ اور میں یوں اکٹھے ہونگے، یہ کہکر آپ نے اپنی انگلیاں ملالیں، یعنی شہادت اور بیچ کی انگلی ملا کر دکھائی کہ میں اور لڑکیوں کی پرورش کرنے والا اس طرح ہونگے گویا کہ دونوں جنت میں ساتھ ہونگے، جب

عورت بیوی بنکر شوہر کے گھر گئی تو شوہر کو بیوی کے ساتھ حسنِ سلوک اور نیک برتاؤ کا حکم دیا، حدیث میں آتا ہے کہ ایک دن مدینہ کی کئی عورتوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات سے اپنے شوہروں کی شکایت کی، آپ کو اس بات کا علم ہوا تو آپ منبر پر کھڑے ہوئے اور لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ آلِ محمد کے یہاں بہت سی عورتیں اپنے شوہروں کی شکایات لیکر آتی ہیں یہ لوگ (جن کی شکایت کی گئی) اچھے نہیں ہیں، اور آپ نے مزید فرمایا ”خیرکم خیرکم لاہلہ وانا خیرکم لاہلی“ تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لئے اچھا ہو اور میں تم میں سب سے بڑھ کر اپنے گھر والوں کے لئے اچھا ہوں۔ (ترمذی)

آپ ﷺ مرتے دم تک عورت کے حقوق بتاتے رہے، اور اس کے ساتھ حسنِ سلوک کی تاکید فرماتے رہے، چنانچہ حجۃ الوداع میں آپ کے ارد گرد تقریباً ایک لاکھ صحابہ کرامؓ کا مجمع تھا، جن میں گورے کالے، امیر غریب، چھوٹے بڑے، غلام آزاد سب طرح کے لوگ تھے، آپ نے سب سے مخاطب ہو کر فرمایا:

اَلَاوَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَیْرًا اَلَاوَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَیْرًا

سنو! عورتوں کے متعلق بھلائی کی وصیت قبول کرو، سن لو عورتوں کے متعلق بھلائی کی وصیت قبول کرو۔

بچوں کے ساتھ آپ ﷺ کا حسن سلوک

حضرات گرامی! مربی اول، آقا و مولی صلی اللہ علیہ وسلم کا حسنِ سلوک ہر آدمی کے ساتھ عام تھا، عام طور پر لوگ بڑوں کے ساتھ تو اخلاق سے پیش آتے ہیں مگر بچوں کو نظر انداز کرتے ہیں، یا اگر ملتے ہیں تو ان پر

رعب جمانا اپنا حق سمجھتے ہیں، لیکن آپ کا سلوک بچوں کے ساتھ بھی انتہائی مشفقانہ تھا، حضرت انسؓ کے ایک چھوٹے بھائی تھے، آپ انہیں پیار سے ابوعمیر کی کنیت سے پکارتے تھے، ننھے بچے انس کے بھائی کے پاس ایک پرندہ تھا جس سے وہ کھیلتا تھا، وہ پرندہ مرگیا اس کے بعد جب بھی آپ اس ننھے بچے سے ملتے تھے تو اس کے محبوب پرندہ کا ذکر کر کے فرماتے، یا ابا عمیر ما فعل النغیر یعنی اے ابوعمیر وہ تمہاری چھوٹی سی چڑیا کیا ہوئی، بچہ اپنی محبوب چیز کا ذکر سن کر کھل اٹھتا، حضرت ام سلمہؓ کی بیٹی زینب کو آپ بہت پیار کرتے، چنانچہ ”یا زوینب یا زوینب“ کہکر پکارتے، آپ بچوں کے پاس سے گذرتے تو انہیں سلام کرتے، اور ان کے سروں پر شفقت سے ہاتھ پھیرتے تھے، آپ کسی جنگ سے واپس آتے اور بچے استقبال کے لئے نکلتے تو آپ انہیں سوار کر لیتے، چنانچہ مسلمانوں کا لشکر جنگِ موتہ سے لوٹا تو آپ اور اہل مدینہ استقبال کے لئے نکلے، مدینہ کے بچے بھی دوڑے گئے، اور غازیانِ اسلام سے ملاقات کی، آپ نے بچوں کو دیکھا تو فرمایا کہ بچوں کو اپنے ساتھ سوار کر لیں اور عبد اللہ بن جعفرؓ کو مجھے پکڑا دیں، چنانچہ عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب کو لایا گیا اور آپ نے اسے سواری پر آگے بٹھا لیا۔

محترم دوستو! آپ کی ذات انتہائی شفیق و مہربان تھی، آپ بچوں کے ساتھ دل لگی بھی فرماتے تھے، چنانچہ روایات میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ آپ وضو فرما رہے تھے، ایک پانچ سالہ بچہ محمود بن ربیع آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آیا، آپ نے منھ میں پانی لیا اور بچے سے دل لگی کرتے ہوئے اس کے منھ پر کلی کر دی۔

Scanned by CamScanner

حیوانات سے حسنِ سلوک

دوستو! آپ ﷺ کی رحمت وشفقت کو کہاں تک بیان کیا جائے آپ کی شفقت انسانوں پر ہی نہیں بلکہ حیوانوں اور جانوروں تک عام تھی۔

روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ صحابہ کرام کے ساتھ ایک سفر میں تھے ایک مقام پر پڑاؤ ہوا تو چند صحابہ ایک جُھنڈ میں داخل ہوئے انہیں ایک چڑیا نظر آئی جس کے ساتھ دو بچے بھی تھے، انہوں نے وہ دونوں بچے اٹھا لئے، چڑیا ان کے سروں پر اڑنے اور پھڑ پھڑانے لگی، آپ نے یہ منظر دیکھا تو آپ سے رہا نہ گیا، آپ نے دریافت کیا کہ اسے اس کے بچوں کی وجہ سے کس نے تکلیف پہنچائی ہے، اس کے بچے اسے واپس کردو۔

آپ ﷺ نے ایک دن جلا ہوا چیونٹیوں کا بل دیکھا تو دریافت فرمایا اسے کس نے جلایا ہے، ایک صحابی نے کہا میں نے، آپ ناراض ہوئے اور فرمایا، آگ کے رب کے علاوہ کوئی آگ کا عذاب دے یہ مناسب نہیں، آپ وضو کرتے ہوئے ہوتے اور کوئی بلی آجاتی تو آپ برتن اس کے آگے کردیتے وہ سیر ہوکر پیتی اور آپ اس کے جھوٹے پانی سے وضو فرماتے، آپ ایک روز ایک آدمی کے پاس سے گذرے جس نے ایک بکری کو زمین پر لٹا کر اوپر پاؤں رکھا ہوا تھا، اور چھری تیز کررہا تھا، بکری کی نظر چھری پر تھی، آپ نے اس کو دیکھا تو سخت غصہ ہوئے اور فرمایا تم اسے کتنی بار مارنا چاہتے ہو اسے لٹانے سے پہلے چھری تیز کیوں نہ کرلی۔

ایک روز آپ ﷺ دو آدمیوں کے پاس سے گذرے جو اپنے اپنے اونٹوں پر بیٹھے گپ شپ میں مشغول تھے، آپ کو اونٹوں پر رحم آیا، آپ نے سواریوں کو کرسیاں بنا کر بیٹھے رہنے سے منع فرمادیا، یعنی فرمایا کہ بوقت

ضرورت جانوروں پر سواری کی جائے سفر ختم ہو تو ان کو آرام کے لئے چھوڑ دیا جائے۔

دوستو! یہ ہیں آپ کی روشن ہدایات اور اخلاق ونرمی کی اعلیٰ صفات کہ انسان تو رہے ایک طرف آپ نے حیوانات حتیٰ کہ جمادات اور اشجار سے بھی نرمی کے برتاؤ کا حکم دیا ہے، اور کیوں نہ ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام عالموں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا تھا، قرآن میں ارشاد باری ہے:

وماارسلنك الا رحمة للعالمين.

میرے پیارو! اگر آج ہم آقا ومولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق آپکی سیرت اور سنت اپنالیں تو ساری پریشانیاں، ساری کلفتیں اور سب مصائب دور ہوجائیں، ہماری زندگی اطمینان وسکون سے بھرجائے، کائنات کی ہر شئی ہماری غلام ہوجائے، اور ہم دنیا وآخرت کی کامیابی حاصل کرلیں، میں یقین کے ساتھ اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر ہم آپ کے اخلاق اپنالیں تو زندگی کا لطف حاصل ہوجائے، اگر زندگی سے لطف اندوز ہونا ہے تو اخلاق حسنہ اپنائیں، دنیا بھی کامیاب اور آخرت بھی کامیاب، اللہ تعالیٰ ہم سب کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق نصیب فرمائے، آپ کی سنتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

علم وعمل کی دنیا میں اسطرح گذارا کرتے ہیں
اخلاق سے مارا کرتے ہیں احسان سے جیتا کرتے ہیں

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

Scanned by CamScanner

سبق پھر پڑھ صداقت کا عدالت کا شجاعت کا
لیا جائیگا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

عدل وانصاف اور سچی گواہی

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين محمد وآله واصحابه اجمعين امابعد

فاعوذ بالله من الشيطن الرجيم

بسم الله الرحمن الرحيم

يـاايها الذين آمنوا كونوا قوامين بالقسط شهداء لله ولو على انفسكم اوالوالدين والاقربين ان يكن غنيا اوفقيرا فالله اولى بهما فلاتتبعوا الهوى ان تعدلوا وان تلووا او تعرضوا فان الله كان بما تعملون خبيرا .(سورہ نساء)صدق الله العظيم

سبق پھر پڑھ صداقت کا عدالت کا شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

میرے محترم بزرگو اور دوستو اور نوجوان ساتھیو! آج کی اس اصلاح معاشرہ کانفرنس میں شیدائیانِ اسلام اور عاشقانِ امن وامان کے اس جم غفیر کو دیکھ کر مجھے بڑی خوشی وفرحت محسوس ہورہی ہے، میں اپنے دل کی کیفیت آپ کو چیر کر نہیں دکھا سکتا، مگر آپ کے سامنے اتنا ضرور عرض کرسکتا ہوں

کہ آج میرا دل مطمئن ہے، اور میرے دل کو یقین ہی نہیں بلکہ حق الیقین حاصل ہو چکا ہے کہ ابھی امت مسلمہ ہزاروں غفلتوں اور کوتاہیوں اور دین سے دوریوں کے باوجود بے حس نہیں ہے، بلکہ اس کے جیالوں اور ماننے والوں میں دنیا سے برائیوں کو ختم کر کے اچھائیوں کو پھیلانے کا جذبہ اور مضبوط قوت ارادی موجود ہے، علامہ اقبالؒ نے ایسی ہی عقابی فکر رکھنے والوں کے بارے میں کہا تھا۔

نومید نہ ہو ان سے اے رہبر فرزانہ
کم کوش تو ہیں لیکن بے ذوق نہیں راہی۔

میرے نوجوان دوستو! آپ کی ان آفاقی امنگوں اور جذبات کے سیلاب کی روانی کو دیکھ کر میرے ذہن میں اللہ نے ایک آیت کا استحضار کرایا، جس کی تلاوت ابھی میں نے آپ کے سامنے کی، جس کا ترجمہ یہ ہے "اے ایمان والو قائم رہو انصاف پر گواہی دو اللہ کے لئے اگر چہ تمہارا یا تمہارے ماں باپ کا یا رشتہ داروں کا نقصان ہی کیوں نہ ہو، اگر کوئی مالدار ہے یا فقیر ہے تو اللہ تعالیٰ تم سے زیادہ ان کا خیر خواہ ہے، پس تم خواہشِ نفس کا اتباع نہ کرنا کہ کہیں حق سے ہٹ جاؤ، اور اگر تم غلط فہمی اور کج بیانی سے کام لوگے یا شہادتِ حق سے روگردانی کروگے تو اللہ تمہارے سب اعمال کی پوری خبر رکھتا ہے"

حضرات گرامی! اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان دو اصولوں کی طرف رہنمائی فرمائی کہ جن کے بغیر نہ یہ دنیا امن وامان کا گہوارہ بن سکتی ہے اور نہ اس پر بسنے والے انسانوں کو چین وسکون میسر آسکتا ہے، ان دو اصولوں میں اللہ نے زندگی گذارنے کا جو پہلا اصول بتایا ہے وہ ہے عدل وانصاف کو قائم کرنا، اور دوسری چیز ہے سچی گواہی دینا۔

مذکورہ آیت کا شانِ نزول

میرے محترم بزرگو اور دوستو! ابھی ابھی جو آیت آپ کے سامنے تلاوت کی گئی اس کا شان نزول سنئے! ایک مرتبہ دو آدمیوں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں اپنا مقدمہ پیش کیا، ان میں سے ایک آدمی مالدار تھا، غنی تھا، اور دوسرا تنگدست، فقیر تھا، آپ ﷺ کا قلبی میلان فقیر کی طرف ہوا، کیونکہ خیالِ مبارک میں یہ بات آئی کہ ایک غریب مسکین آدمی مالدار اور توانا آدمی پر کیا ظلم کریگا، چنانچہ اللہ کی طرف سے سورۂ نساء کی یہ آیتِ شریفہ نازل ہوئی اور عدل وانصاف کو قائم کرنے اور سچی گواہی دینے کا حکم اللہ نے نازل فرمایا

ہر حال میں سچی گواہی دو

میرے محترم دوستو! انسان کو چاہیے کہ ہر حال میں سچی گواہی دے، گواہی میں اپنا اور اپنے والدین اور رشتہ داروں کا بھی خیال نہ کرے، بلکہ حق اور سچی بات کرے، خواہ اس میں کسی کا نفع ہو یا نقصان ہو، لیکن انسان حق کا ساتھ دے، حق کو کسی حال میں بھی نہ چھپائے، چنانچہ ارشادِ ربانی ہے:

ان یکن غنیا او فقیرا فاللہ اولی بھما.

جس کے متعلق گواہی دی جارہی ہے تم نہ اس کے فقر کو دیکھو کہ غریب آدمی ہے اور نہ اس کے مال ودولت کو دیکھو، بلکہ ہمیشہ اور ہر حال میں سچی گواہی دو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ انصاف پر قائم رہو، اصل چیز انصاف ہے، اور یاد رکھو کہ کسی کی طرفداری کرنے سے انصاف باقی نہیں رہتا، انصاف کرنے کے جو اصول ہیں انہیں کے مطابق فیصلے کئے جائیں اور انصاف کے لئے گواہوں کا سچا ہونا نہایت ضروری ہے، چونکہ اللہ تعالیٰ جہاں عدل وانصاف پر قائم رہنے کا حکم دے رہے ہیں وہیں یہ بھی حکم دے رہے

Scanned by CamScanner

ہیں کہ گواہی بھی اللہ کے لئے دیجائے، جھوٹی گواہی نہ دی جائے، کسی کی طرفداری نہ کی جائے، حق بات کو صاف صاف بیان کیا جائے، تاکہ فیصلہ کرنے میں آسانی ہو، لیکن میرے محترم دوستو! بعض لوگ جو چرب زبان ہوتے ہیں کہ وہ بات کو موڑ توڑ کر پیش کرتے ہیں یا الفاظ کی ہیرا پھیری کے ساتھ گواہی دیتے ہیں جس سے ظالم کی طرفداری ہو جاتی ہے، حق کھل کر سامنے نہیں آتا، اور حاکم فیصلہ کرنے سے عاجز رہ جاتے ہیں، جس سے مظلوم کا حق مارا جاتا ہے، لہذا صاف صاف گواہی دینا ضروری ہے، اور جو شخص گواہ ہو اس کو یہ بھی چاہیے کہ گواہی دینے سے اعراض اور کنارہ کشی نہ کرے کیونکہ جہاں کسی مظلوم کا حق مارا جاتا ہو وہاں حق بات کی گواہی دینا واجب ہو جاتا ہے، اور اس کے خلاف کرنا گناہِ کبیرہ ہو جاتا ہے، اسی کو اللہ تعالی نے فرمایا ”ولاتکتموا لشهادة ومن يكتمها فانه آثم قلبه“ تم گواہی کو مت چھپاؤ جو آدمی گواہی کو چھپاتا ہے تو اس کا دل گنہگار ہو جاتا ہے۔

جھوٹی گواہی گناہِ کبیرہ ہے

دوستو! جھوٹی گواہی کو حضورﷺ نے شرک کے برابر قرار دیا، حدیث شریف میں ہے کہ حضورﷺ ایک مرتبہ ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے تھے، صحابۂ کرام سے فرمایا کہ کیا میں تم کو بتاؤں بڑے بڑے گناہ کون کون سے ہیں؟ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! ضرور بتائیے، آپﷺ نے فرمایا بڑے گناہ یہ ہیں (۱) اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا (۲) والدین کی نافرمانی کرنا (۳) جھوٹی گواہی دینا۔

اس وقت آپ ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے تھے پھر سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور اس جملہ کو آپ نے تین مرتبہ دہرایا: جھوٹی گواہی دینا، جھوٹی گواہی دینا، جھوٹی گواہی دینا گناہِ کبیرہ ہے۔ (مسلم باب بيان الكبائر حديث ۱٤۳)

دوستو! جھوٹی گواہی کی خباثت اور شناعت کا اسی سے اندازہ لگایئے کہ ایک طرف تو آپ نے اسے اکبر کبائر شرک کے ساتھ ملا کر بیان فرمایا، دوسرے یہ کہ اس کو تین مرتبہ اس طرح بیان فرمایا کہ آپ ٹیک لگائے ہوئے تھے مگر اس کو بیان کرتے وقت سیدھے ہو کر بیٹھ گئے جس سے جھوٹی گواہی کی مذمت کا اندازہ ہوتا ہے، قرآن کریم میں مومن کے اوصاف کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالی فرماتے ہیں ”والذين لايشهدون الزور“ بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ مومن لوگ جھوٹی گواہی نہیں دیتے، مؤمن تو ہمیشہ سچی اور حق بات کرتا ہے۔

جھوٹی گواہی پر سزا:

دوستو! جھوٹ گناہِ کبیرہ ہے، اس کی سزا آخرت میں تو یقینی ہے مگر چونکہ یہ گناہ متعدی ہوتا ہے اور اس سے معاشرہ میں فساد و بگاڑ آتا ہے، ظالم ملمع سازی اور جھوٹی گواہیوں کے ذریعہ رہا ہو جاتا ہے، اور مظلوم و بے گناہ لوگ قید و بند کی سزا میں گرفتار ہو جاتے ہیں، اور بعض مرتبہ ایک معمولی سی جھوٹی بات خاندانوں، قبیلوں اور شہروں میں آگ لگا دیتی ہے، اس لئے حضرت عمر فاروقؓ نے ایسے لوگوں کے لئے سخت سزا متعین فرمائی، ابن ابی شیبہؒ نے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے عاملوں کو جو شام میں مامور تھے لکھ کر بھیجا تھا کہ جھوٹے گواہ کو چالیس کوڑے مارے جائیں اور منھ کالا کیا جائے، اور سر منڈوایا جائے، اور طویل مدت تک قید میں رکھا جائے، اور اس کی پگڑی گردن میں ڈالکر قبائل میں گھمایا جائے۔

عادلانہ گواہی

دوستو! ہم بذات خود بھی جھوٹ سے پرہیز کریں، اور دوسروں کو بھی

Scanned by CamScanner

جہاں تک ہوسکے جھوٹی بات سے روکیں، ہمیشہ حق اور سچی بات کہیں، سچی گواہی دیں، خواہ وہ گواہی اپنے ہی خلاف کیوں نہ ہو یا اپنے والدین اور اعزۂ واقرباء کے خلاف ہی کیوں نہ ہو، صاحبِ حق کوئی بھی ہو امیر ہو یا غریب، دوست ہو یا دشمن، اپنا ہو یا کوئی پرایا اس کا حق دلانا اور دینا فرض ہے، کسی سے اس لئے عناد رکھنا اور اس کے خلاف جھوٹ بولنا کہ وہ غریب ہے یا غیر ہے یا دشمن ہے یہ اسلام کی تعلیم نہیں، اسلام حق کا ساتھی ہے ظالم کا ساتھی نہیں، اسلام اچھائی کو پسند کرتا ہے برائی کو نہیں، اسلام امن وامان، عدل وانصاف اور اخوت ومساوات کا درس دیتا ہے، ناانصافی اور بغض وعناد کی تعلیم نہیں دیتا۔

عدل وانصاف سے کام لیجئے

دوستو اور بزرگو! واقعہ یہ کہ آج دنیا میں جتنا فساد پھیلا ہوا ہے اور ظلم وغارت گری کا جو بازار گرم ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس انسان سے عدل وانصاف رخصت ہوگیا، اور ظاہر ہے جب انسان حق وباطل کی تمیز چھوڑ دے اپنے ضمیر کی آواز کو پسِ پشت ڈالدے، ظلم اور ناانصافی پر کمر باندھ لے، اپنے اور غیر کے چکر میں عدل وانصاف کے تقاضوں کو بھول جائے اور یہ بھی نہ سوچے کہ کیا کرنا صحیح ہے اور کیا نہیں، تو اس کا لازمی نتیجہ ہوتا ہے کہ دنیا شر اور فساد کا مرکز بن جاتی ہے، زمین پر بدامنی اور بے چینی اور بے اطمینانی کی حکمرانی ہوجاتی ہے، انسان کا بھی عجیب حال ہے کہ اگر ظلم وتشدد پر اتر آتا ہے تو اپنوں کو ہی آرے سے چیر ڈالتا ہے، اور نرمی پر اترتا ہے تو جانوروں تک کی حفاظت کو بھی عین مذہب سمجھنے لگتا ہے، اور اگر نفسانی خواہشات کو پورا کرنے کی طرف مائل ہوتا ہے تو اس میں حد سے تجاوز کر جاتا ہے، اور ترکِ

خواہشات کی طرف متوجہ ہوتا ہے، دنیا سے دور جنگل کی تنہائیوں میں اپنا مسکن بنالیتا ہے، مگر اسلام اس طرز کا سخت مخالف ہے، مذہب اسلامی کی تعلیم یہ ہے کہ تم عدل اختیار کرو، اس راہ پر چلو جو سیدھی ہو، اس بات کا فیصلہ کرو جو حق ہو، اس کام کے لئے جان کی بازی لگاؤ جس کا حکم اللہ اور اس کے رسول نے دیا ہے، تاریخ شاہد ہے حضرات خلفائے راشدین، صحابہ کرام، علماء اور مسلمانوں نے اس پر عمل کر کے دکھایا، قاضیوں نے اور صحابہ کرام نے عدل وانصاف کے جو عظیم کارنامے انجام دیئے، ایسے کارنامے اور ایسے اسلامی فیصلے دنیاوی عدالتوں کی تاریخ میں نہیں ملتے، نہ اپنے آپ کو دیکھا نہ اولاد اور والدین کو نہ کسی کی مالداری دیکھی، نہ غربت دیکھی بلکہ اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی اطاعت کی، حق بات کہی اور حق فیصلے کیے، قاضیوں نے ایسے ایسے فیصلے کیے ہیں کہ انہوں نے حکام زمانہ اور بادشاہِ وقت تک کی پرواہ نہ کی، دوست، دشمن، کافر، مسلم، اپنے اور پرائے میں کسی قسم کی تمیز کو روا اور جائز نہ رکھا۔

امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عدالت میں حاضری اور انکے خلاف فیصلہ

حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں مسجد نبوی ہی کو ایوانِ عدالت بنایا گیا تھا، اسی کے کچے فرش پر بیٹھ کر ایشیاء اور افریقہ کی قسمتوں کے فیصلے ہوا کرتے تھے۔

محترم بزرگو اور دوستو! حضرت عباسؓ کا مکان مسجد نبوی سے متصل تھا، کبھی کبھی گھر کے پرنالہ سے پانی آتا تو مصلیوں اور آنے جانے والوں کو تکلیف ہوتی، حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے عہد خلافت میں مسجد نبوی کے احترام اور مسلمانوں کی آمد ورفت کی دقّت کے پیش نظر اس پرنالہ کو نکلوادیا، کیونکہ آپ بادشاہ تھے اختیار تھا، لہذا اس پرنالہ کو بند کرادیا، حضرت عباسؓ

Scanned by CamScanner

اس وقت اپنے مکان پر موجود نہیں تھے، جب وہ تشریف لائے اور پرنالہ کو بند پایا تو فوراً شہر قاضی کے یہاں جا کر خلیفۂ وقت حضرت عمر فاروقؓ کے خلاف مقدمہ دائر کر دیا، اس وقت مدینہ منورہ کے قاضی مشہور صحابی رسول ابی بن کعبؓ تھے، انہوں نے خلیفۂ وقت کے نام حکم جاری کر کے انہیں عدالت میں طلب کر لیا کہ معاملہ کی سماعت کی جا سکے، اگر آج کا کوئی حاکم یا بادشاہ ہوتا تو اس طلبی کو اپنی سخت توہین سمجھتا اور اس شخص کو گستاخ قرار دے کر عہدہ سے معزول کر دیتا، مگر دنیا کے وہ عظیم حکمراں نہایت سنجیدگی اور متانت کے ساتھ متعینہ تاریخ پر حضرت ابی بن کعب کے مکان پر جو ایوانِ عدالت بھی تھا حاضر ہو جاتے ہیں، ابی بن کعب اس وقت کسی دوسرے کام میں مشغول تھے، جس کی وجہ سے حضرت عمرؓ کو اندر آنے کی اجازت ملنے میں کچھ دیر ہو گئی، اور اتنی دیر تک خلیفۂ وقت دروازہ پر کھڑے عام لوگوں کی طرح انتظار کرتے رہے، بہر حال ان کو اجازت ملی اور حضرت عمرؓ اندر عدالت میں حاضر ہو گئے، مقدمہ پیش کیا گیا اور معاملہ کی سماعت شروع ہوئی، حضرت عمرؓ نے کچھ کہنا چاہا مگر ابی بن کعبؓ نے انہیں خاموش رہنے کا حکم دیا اور فرمایا: "البينة على المدعى" دلیل پیش کرنا مدعی کا کام ہے، آپ تو صرف معاملہ کی سماعت کریں، یہ سنکر حضرت عمرؓ خاموش ہو گئے اور مقدمہ کی سنوائی شروع ہو گئی، حضرت عباسؓ نے عدالت میں بیان دیا، اور فرمایا میرے مکان کا پرنالہ ابتدا ہی سے مسجد نبوی کی طرف تھا، حضور ﷺ کے دور میں بھی وہیں تھا، اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دور خلافت میں بھی وہیں رہا، مگر عمرؓ نے خلیفہ بنتے ہی اسکو نکلوا دیا۔

حضرت ابی بن کعبؓ مدعی (حضرت عباسؓ) کا بیان سننے کے بعد مدعا علیہ (حضرت عمرؓ) کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ آپ صفائی میں کیا کہنا

چاہتے ہیں، فرمایا بے شک پرنالہ میں نے نکالا ہے، لگانے کی ذمہ داری بھی میری ہے، حضرت عمرؓ کا یہ جواب سن کر ابی بن کعبؓ نے فرمایا کہ کسی کے مکان میں تصرف کرنے کا آپ کو کیا حق ہے، آپ بتائیں کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ فاروق اعظمؓ نے فرمایا اے محترم ابوالطفیل! پرنالہ سے بعض مرتبہ پانی آتا تو چھینٹیں اڑ کر مصلیوں اور نمازیوں کے کپڑوں پر پڑتیں اس لئے لوگوں کی سہولت اور آرام کے لئے میں نے ایسا کیا ہے، اور اس معاملہ میں میرے خیال کے مطابق میں نے کوئی غلط کام نہیں کیا۔

ابی بن کعبؓ نے فرمایا: آپ اس کے جواب میں کیا کہنا چاہتے ہیں؟ حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ واقعہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے میرے لئے خود اپنی چھڑی سے زمین پر خط کھینچا گویا کہ آپ نے مکان کا نقشہ بنا کر دکھایا اور میں نے انہیں نشانات کے اوپر اپنا مکان بنایا، جب مکان بن کر تیار ہوا تو حضور ﷺ نے یہ پرنالہ اپنے حکم سے اس جگہ نصب کرایا، آپ نے مجھ سے فرمایا کہ میرے شانوں پر کھڑے ہو کر پرنالہ یہاں لگا دو، میں نے آپکے ادب واحترام کی وجہ سے انکار کیا، مگر حضور اصرار فرماتے رہے چنانچہ حضور نیچے کھڑے ہو گئے اور حسب ارشاد میں نے آپ کے کندھوں پر کھڑے ہو کر پرنالہ اس جگہ لگا دیا تھا، جہاں سے امیر المؤمنین نے اسکو نکالا ہے، ابی بن کعبؓ نے فرمایا اے ابوالفضل (عباس) کیا آپ اس واقعہ کا کوئی گواہ پیش کر سکتے ہیں؟

حضرت عباس کے گواہ

حضرت عباسؓ نے جواب دیا ایک دو نہیں بلکہ متعدد گواہ پیش کئے جا سکتے ہیں، ابی بن کعب نے فرمایا اچھا تو ابھی دو گواہ عدالت میں حاضر کیجئے تا کہ ابھی فیصلہ کیا جا سکے، حضرت عباس باہر نکلے اور چند انصار صحابہ کو تلاش

Scanned by CamScanner

کر کے عدالت میں لائے جنہوں نے گواہی دی کہ ہاں ہمارے سامنے حضورؐ نے اپنے مبارک کندھوں پر چڑھا کر حضرت عباسؓ سے یہ پرنالہ اس جگہ نصب کرایا تھا، گواہی ختم ہوتے ہی دنیا کے سب سے بڑے حکمراں خلیفۂ وقت جو عدالت میں آنکھیں نیچی کیے ہوئے سامنے کھڑے تھے فوراً حضرت عباسؓ سے کہنے لگے کہ خدا کے واسطے میرا قصور معاف فرمائیں مجھے معلوم نہیں تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود یہ پرنالہ یہاں لگانے کا حکم فرمایا تھا، ورنہ میں ایسی غلطی کبھی نہ کرتا، اور فرمایا کہ اب اس کی تلافی اس طرح ہوسکتی ہے، کہ آپ میرے کندھوں پر کھڑے ہوکر پرنالہ اسی کی جگہ لگادیں، ابی بن کعبؓ نے اس فیصلہ پر اطمینان ظاہر کیا اور کہا اے امیر المؤمنین عدل کا تقاضہ یہی ہے اور انصاف یہی چاہتا ہے آپ کو ایسا ہی کرنا چاہیے۔

دوستو اور بزرگو! تھوڑی دیر بعد لوگوں نے دیکھا کہ قیصر وکسری کو شکست دینے والے شہنشاہِ عرب وعجم خلیفۂ وقت امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ ایک وفادار غلام کی طرح دیوار کے نیچے کھڑے ہیں اور حضرت عباسؓ ان کے کندھوں پر چڑھ کر پرنالہ کو اپنی جگہ لگا رہے ہیں۔

دوستو! پوری دنیا کی تاریخ کے اوراق پلٹ ڈالئے، دنیاوی عدالتوں کی تاریخ کا مطالعہ کیجئے، لیکن عدل وانصاف اور مساوات وبرابری کا ایسا حیران کن کارنامہ آپ کو کہیں نہیں ملے گا، یہ صرف اسلام کی تعلیم ہے اسلام کا کارنامہ ہے جو انسانی ذہن ومزاج کو انسانیت کے اس خوبصورت سانچہ میں ڈھالتا ہے۔

حضرت عباس کا ایمانی جذبہ:

بہر حال جب پرنالہ نصب ہو چکا تو حضرت عباسؓ فوراً نیچے کود پڑے اور عرض کیا اے امیر المؤمنین جو کچھ ہوا اس حق کے لئے ہوا جو میرا تھا اب

جبکہ آپ کی انصاف پسندی اور عدل وحق پرستی کے بدولت میرا حق مجھے مل چکا تو اس بے ادبی کی آپ سے معافی چاہتا ہوں، اور اپنی خوشی سے میں اپنے مکان کو خدا کی راہ میں وقف کرتا ہوں، اور آپ کو اختیار دیتا ہوں کہ اسے گرا کر مسجد نبوی میں شامل فرمالیں تاکہ تنگی کی وجہ سے نمازیوں کو جو تکلیف ہوتی ہے وہ کسی قدر دور ہوجائے۔

دوستو! یہ اسلام کی ہی خصوصیت کہ وہ عدل وانصاف کے معاملہ میں دوست ودشمن، امیر وغریب، بادشاہ وحاکم سب کو ایک نظر سے دیکھتا ہے، خواہ دشمن کیسا ہی سخت ہو اور اس نے تمہیں کتنی ہی ایذائیں پہنچائی ہوں، اس کے ساتھ بھی انصاف کرنے کا حکم دیتا ہے، بلکہ اسلام ہی دنیا میں ایک ایسا مذہب ہے جو دشمن کے حقوق کی بھی حفاظت کرتا ہے اور اس کے ظلم کا جواب ظلم سے نہیں بلکہ عدل وانصاف سے دینا سکھاتا ہے۔

عدل وانصاف اور عفو ودرگذر کا عجیب واقعہ:

میرے دوستو! اسلام نے ایک طرف عدل وانصاف کا حکم دیا تو دوسری طرف عفو ودرگذر کی بھی ترغیب دی، حاکم کو چاہیے کہ مظلوم کو انصاف دلائے، اور ظالم سے بدلہ لینے میں کسی طرح کی رعایت نہ کرے، اور مظلوم کو چاہیے کہ وہ عفو ودرگذر سے کام لے، اور اپنا حق معاف کردے، تاریخ اسلام میں اس کے بہت سے نمونے مل جائیں گے۔

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا دور ہے، دو آدمی عدالتِ فاروقی میں حاضر ہوتے ہیں اور ایک شخص کی طرف اشارہ کرکے کہتے ہیں کہ اے امیر المؤمنین اس شخص نے ہمارے باپ کو قتل کیا ہے، اہل مجلس سب ان

Scanned by CamScanner

کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، حضرت عمرؓ اس آدمی سے مخاطب ہوکر پوچھتے ہیں، کہ کیا یہ صحیح ہے؟ وہ آدمی جواب دیتا ہے جی ہاں! اے امیر المؤمنین مجھ سے قتل ہوگیا ہے، حضرت عمرؓ نے پوچھا کس طرح قتل ہوا اس نے جواب دیا اے امیر المؤمنین ان کا باپ اپنے اونٹ کے ساتھ میرے کھیت میں داخل ہوگیا تھا میں نے بہت منع کیا مگر وہ نہیں مانا تو میں نے ایک پتھر اٹھا کر ماردیا، جو سیدھا اس کے سر میں لگا اور وہ وہیں مرگیا، جب قاتل نے قتل کا اعتراف کرلیا تو حضرت عمرؓ نے فیصلہ سنایا کہ تمہیں قصاص دینا پڑیگا، تمہارے لئے سزائے موت ہے، چنانچہ فیصلہ صادر ہوگیا، ایسا اٹل فیصلہ کہ جس پر کسی بحث ومباحثہ کی ضرورت نہیں تھی، نہ اس آدمی سے اس کے قبیلہ خاندان کے بارے میں پوچھا کہ تو کس قبیلہ سے تعلق رکھتا ہے، معاشرہ میں تیرا مقام ومرتبہ کیا ہے؟ اس لئے کہ وہاں تو قانونِ خداوندی کی تعمیل وتنفیذ پیش نظر تھی، وہاں تو معاملہ اللہ کے دین کا تھا اس لئے کوئی بات حضرت عمرؓ پر اثر انداز نہیں ہوسکتی تھی، اور نہ ہی کوئی حضرت عمرؓ کو اس فیصلہ سے روک سکتا تھا، جب مجرم کو اپنی موت کا یقین ہوگیا تو اس نے بڑی عاجزی وانکساری سے درخواست کی کہ اے امیر المؤمنین میں آپ کو اس ذات کا واسطہ دیتا ہوں جس کے حکم سے یہ زمین وآسمان قائم ہیں، آپ مجھے اپنی بیوی بچوں کے پاس واپس جانے دیجئے، تاکہ میں ان کو بتا آؤں کہ میں قتل کردیا جاؤں گا، وہ صحراء میں ہیں ان کا اللہ اور میرے سوا کوئی آسرا نہیں ہے، میں ان کو خبر کرنے کے بعد واپس آجاؤنگا، سیدنا حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ کون تیری ضمانت دیگا کہ تو صحراء میں جاکر واپس آجائیگا، وہ آدمی مجمع کی طرف دیکھتا ہے مگر مجمع پر خاموشی چھاجاتی

ہے، اس لئے کہ مدینہ کا کوئی آدمی بھی اس کا نام پتہ نہیں جانتا، پھر کیسے کوئی اس کی ضمانت دے، اس کا گھر کہاں ہے؟ وہ کس قبیلہ کا ہے کچھ پتہ نہیں، اس کی حالت زار پر اور اس کی مسکنت وبیچارگی پر سب کو ترس آرہا ہے، مگر معاملہ شریعت کے نفاذ کا ہے، اس لئے نہ کوئی سفارش کرسکتا ہے، اور نہ حضرت عمرؓ کے فیصلے پر اعتراض کی گنجائش ہے، سب کو اس سے ہمدردی ہے، مگر کوئی اس کی ضمانت دینے کے لئے تیار نہیں، اس لئے کہ درہم ودینار یا زمین کے کسی ٹکڑے یا کسی اونٹ کے سودے کی ضمانت کا معاملہ نہیں، بلکہ ایک گردن کی ضمانت کا معاملہ ہے جسے بطور قصاص قتل ہونا ہے، اس لئے کہ اگر وہ واپس نہ آیا تو ضمانتی کی جان پر بن جائیگی، مجلس میں موجود تمام صحابہ پر خاموشی چھائی ہوئی ہے، اس صورت حال سے خود حضرت عمرؓ بھی متاثر ہیں، اس شخص کی حالت نے سب کو ہی متاثر کیا ہے، اگر اس کو فی الحال قصاص میں قتل کردیا جائے تو اس کے بچے بھوکے مرجائیں گے، اور اگر بچوں کا انتظام کرنے کے لئے بغیر ضمانتی کے واپس جانے دیا جائے تو اگر واپس لوٹ کر نہ آیا تو مقتول کا خون رائیگاں جائیگا، حضرت عمرؓ سر جھکائے افسردہ بیٹھے ہیں، آخر کار سر اٹھا کر مدعی نوجوانوں کی طرف التجا بھری نظروں سے دیکھتے ہیں، اور نوجوانوں سے درخواست کرتے ہیں کہ تم اس شخص کو معاف کردو، وہ کہتے ہیں کیا ہم اس شخص کو چھوڑ دیں جس نے ہمارے باپ کو قتل کیا، ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا، حضرت عمرؓ ایک بار پھر بلند آواز سے مجمع کی طرف دیکھ کر فرماتے ہیں اے لوگو! کیا تم میں سے کوئی اس کی ضمانت دیتا ہے، حضرت ابوذر غفاریؓ جو اپنے زہد وتقوی اور صدق وصفا میں مشہور ہیں کھڑے ہوتے ہیں اور کہتے

Scanned by CamScanner

ہیں کہ اے امیر المؤمنین میں اس شخص کی ضمانت دیتا ہوں، حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ اے ابوذرؓ اس نے قتل کیا ہے، اس کا جرم سنگین ہے اور پھر کیا تم اسے جانتے ہو؟ حضرت ابوذرؓ کہتے ہیں نہیں، حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ پھر کس طرح ضمانت دے رہے ہو، حضرت ابوذرؓ نے کہا کہ میں نے اس کے چہرہ پر مؤمنوں کی صفات دیکھی ہیں، مجھے ایسا لگتا ہے کہ یہ جھوٹ نہیں بول رہا ہے، انشاء اللہ یہ ضرور لوٹ کر آئیگا، حضرت عمرؓ نے کہا اے ابوذر سوچ لو کہ اگر یہ تین دن میں لوٹ کر نہیں آیا تو آپ کو اس کی جگہ قتل ہونا پڑیگا، اور ہمیں آپ کی جدائی کا صدمہ برداشت کرنا پڑیگا، حضرت ابوذر نے فرمایا: اے امیر المؤمنین اللہ مالک ہے جو وہ چاہے گا وہی ہوگا۔

چنانچہ تین دن کی مہلت پا کر وہ شخص اپنے بیوی بچوں کو خبر کرنے اور ان کے گزر بسر کا انتظام کرنے کے لئے رخصت ہو جاتا ہے، اس کو گئے ہوئے تین راتیں گذر جاتی ہیں، مدینہ منورہ میں حضرت عمرؓ ایک ایک لمحہ گن رہے ہیں، عصر کی نماز کا وقت ہو چکا ہے، دونوں نوجوان اپنے باپ کا قصاص لینے کے لئے بے چین ہیں، لوگوں کا مجمع شریعت کی تنفیذ دیکھنے کے لئے جمع ہو چکا ہے، حضرت ابوذرؓ بھی تشریف لا چکے ہیں، اور حضرت عمر کے سامنے بیٹھ جاتے ہیں، سب کی نظریں قاتل کو تلاش کر رہی ہیں، حضرت عمرؓ حضرت ابوذرؓ سے پوچھتے ہیں کہ وہ آدمی کہاں ہے، حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے کچھ پتہ نہیں اے امیر المؤمنین! مجمع پر خوف کا عالم طاری ہے، سورج ڈوبنے کے قریب ہو چکا ہے، کوئی نہیں جانتا کہ آج کیا ہونے جا رہا ہے، قاتل نہیں آیا تو ضامن کی گردن جاتی نظر آرہی ہے، سورج ڈوبنے میں چند لمحات باقی رہ جاتے ہیں کہ اچانک مجمع کو چیرتا ہوا وہ شخص نمودار ہوتا ہے، حضرت عمرؓ کے

منھ سے بے ساختہ اللہ اکبر کی صدا نکلتی ہے، ساتھ ہی مجمع بھی اللہ اکبر کا بھرپور نعرہ لگاتا ہے، حضرت عمرؓ اس شخص سے متوجہ ہو کر پوچھتے ہیں اے شخص! اگر تو لوٹ کر نہ آتا تو ہم تیرا کیا کر لیتے نہ ہم تیرا گھر جانتے تھے نہ نام و پتہ، تو وہ شخص کہتا ہے کہ اے امیر المؤمنین بات آپکی نہیں تھی بلکہ اس ذات کی تھی جو سب ظاہر و پوشیدہ کو جانتا ہے، دیکھ لیجئے! میں آگیا ہوں اور اپنے بچوں کو صحراء میں پرندوں کے چوزوں کی طرح تنہا چھوڑ آیا ہوں جہاں نہ درخت کا سایہ ہے، اور نہ پانی کا نام و نشان، لہٰذا میں قتل ہونے کے لئے حاضر ہوں، اے امیر المؤمنین مجھے یہ ڈر تھا کہ کہیں کوئی یہ نہ کہہ دے کہ اب لوگوں سے وعدہ کا پاس و لحاظ اٹھ گیا ہے، حضرت عمرؓ نے ابوذرؓ کی طرف رخ کر کے پوچھا کہ اے ابوذر تم نے کس بنا پر اس کی ضمانت دیدی تھی، حضرت ابوذرؓ نے کہا کہ اے عمرؓ مجھے اس بات کا ڈر تھا کہ کہیں کوئی یہ نہ کہہ دے کہ اب لوگوں سے خیر خواہی اور ہمدردی اٹھالی گئی ہے، حضرت عمرؓ نے تھوڑا توقف کیا اور پھر ان نوجوانوں سے پوچھا کہ اب تم لوگ کیا کہتے ہو، نوجوانوں نے روتے ہوئے جواب دیا اے امیر المؤمنین ہم اس کی صداقت کی وجہ سے اس کو معاف کرتے ہیں، ہمیں اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں کوئی یہ نہ کہہ دے کہ اب لوگوں میں سے عفو و درگذر اٹھالیا گیا ہے، حضرت عمرؓ اللہ اکبر پکار اٹھے، اور آنسو، ان کی ڈاڑھی کو تر کرتے ہوئے نیچے گرنے لگے۔

دوستو! اس واقعہ سے اسلام کا عدل و انصاف، وفائے عہد اور صداقت، دوسروں کی خیر خواہی اور ہمدردی اور عفو و درگذر سے کام لینا ثابت ہوا۔

صدیق اکبرؓ کا عدل و انصاف

میرے محترم دوستو اور بزرگو! ایک روز خلیفۂ اول بادشاہِ وقت امیر

Scanned by CamScanner

المؤمنین سیدنا ابوبکر صدیقؓ صبح اٹھ کر تجارت کی غرض سے کپڑے لیکر بازار جارہے تھے، راستہ میں حضرت عمرؓ اور حضرت عبیدہؓ سے ملاقات ہوئی، دونوں نے معلوم کیا اے امیر المؤمنین کہاں کا ارادہ ہے؟ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ بازار میں یہ کپڑا فروخت کرنے کے لئے جارہا ہوں، دونوں نے فرمایا کہ آپ پر تو دربار خلافت کا بار ہی بہت کافی ہے، بازار میں کیا کروگے؟ آپؓ نے فرمایا کہ پھر اپنے متعلقین کی پرورش کیسے کروں گا؟ انہوں نے کہا آپ تشریف لے چلیں ہم آپ کا وظیفہ مقرر کردیں گے، آپؓ ان دونوں کے ساتھ تشریف لائے تو ان حضرات نے مسلمانوں سے مشورہ کرکے ایک مختصر سی رقم بطور وظیفہ مقرر کردی، وہ اتنی ہی مقدار تھی جتنی خلافت سے قبل اپنے مال سے صرف کرتے تھے، اور حج وغیرہ کے سفر کے لئے ایک سواری متعین کردی، اور دو چادریں متعین کردی کہ اگر پرانی ہوجائیں تو ان کو بدل لیں، یہ ہے مسلمانوں کے خلیفہ اور سرور کائنات اور انبیاء کے بعد دنیا کے سب سے بڑے انسان کا بے مثال اور عظیم عدل وانصاف کا کارنامہ کہ تمام اختیارات ہونے کے باوجود بھی انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عدل وانصاف

دوستو! جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں خاندان قریش کی ایک عورت نے چوری کی، شرعی حکم کے بموجب اس کا ہاتھ کٹنا تھا، مگر خاندانِ قریش عرب کا ایک معزز خاندان تھا، حضور ﷺ بھی اسی خاندان سے تعلق رکھتے تھے، اس لئے حضرت اسامہ بن زید کے توسط سے آپ کے پاس معافی کی سفارش پہنچی تو آپ نے فرمایا اے اسامہ تم اللہ کی حدود میں سفارش کررہے ہو تم سے پہلی امتیں اسی لئے برباد ہوئیں کہ ان میں کا اگر کوئی

معزز عالی نسب انسان چوری کرتا تو وہ اسے کچھ نہ کہتے تھے اور اگر کوئی ادنی فرد چوری کرتا تو اس کا ہاتھ کاٹ دیتے تھے، اور آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اگر فاطمہ بنت محمد سے بھی یہ جرم سرزد ہوجاتا تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹتا، چنانچہ پھر آپ ﷺ کے حکم سے اس عورت کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ (مسلم)

دوستو! قوانین اسلام کی تنفیذ میں اسلام حسب ونسب، حاکم ومحکوم اور شاہ وگدا کا کوئی فرق نہیں کرتا، حضور نے اپنی وفات سے کچھ ہی عرصہ قبل عام اعلان فرمایا کہ جس کی پشت پر میں نے کوڑا مارا ہو وہ میری پیٹھ پر مارلے جس کی آبرو پر میں نے حملہ کیا ہو وہ مجھ سے پورا قصاص وبدلہ لے لے۔

اسلام میں سب برابر ہیں

دوستو! اسلام امن وامان، اخوت ومساوات اور عدل وانصاف کو پسند کرتا ہے، چنانچہ ہر خلیفۂ راشد نے اپنے اپنے دور میں کھلم کھلا یہ اعلان کیا کہ میں تم میں افضل ترین نہیں ہوں مجھے صرف والی بنایا گیا ہے اگر میں اچھا کام کروں تو میری مدد کرو، اگر غلط کروں تو مجھے سیدھا کردو، جب تک میں اللہ ورسول کی اطاعت کرتا رہوں تم میری اطاعت کرو اور جب میں اللہ ورسول کی اطاعت نہ کروں تو تم میری اطاعت نہ کرو۔

اور ایسے ہی حضرت عمر فاروقؓ کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے اپنے صاحبزادہ، نورِ نظر، لختِ جگر حضرت عبد اللہ پر شراب نوشی کی حد نافذ کرنے میں کوئی تاخیر نہیں کی اور کسی بھی طرح سے رعایت ونرمی کا معاملہ نہ کیا جس کی وجہ سے ان کی وفات ہوگئی۔

دوستو! اسلامی عدل وانصاف کے واقعات میں کہاں تک شمار

Scanned by CamScanner

کراؤں، احادیث اور تاریخ کی کتابیں ایسے بے شمار واقعات سے بھری پڑی ہیں، چنانچہ فاتح مصر حضرت عمرو بن العاصؓ کے صاحبزادے نے کسی عام مصری باشندہ کو مار دیا تو انہوں نے فوراً اس مصری کو بلا کر پورا حق قصاص دلوایا، اور عدل وانصاف اور مساوات کی ایک نا قابلِ فراموش نظیر قائم کردی، اور پھر یہ جملہ ارشاد فرمایا:

حَتّٰى اِسْتَعْبَدْتُمُ النَّاسَ وَقَدْ وَلَدَتْهُمْ اُمَّهَاتُهُمْ اَحْرَارًا.

تم نے لوگوں کو غلام کب سے سمجھ لیا جبکہ ان کی ماؤں نے انہیں آزاد جنا تھا۔

امیر المؤمنین حضرت علیؓ کے خلاف مقدمہ

بزرگو! ایک واقعہ سنا کر میں اپنی بات ختم کروں گا وہ یہ کہ ایک شخص نے حضرت عمرؓ کی عدالت میں حضرت علیؓ کے خلاف مقدمہ دائر کیا، مدعی کا بیان سننے کے بعد حضرت عمرؓ نے علیؓ سے جو ان کی بغل میں بیٹھے ہوئے تھے فرمایا اے ابوالحسن اٹھئے اور مدعی کے ساتھ بیٹھئے، چنانچہ حضرت علیؓ نے حکم کی تعمیل کی، بہرحال معاملہ رفع دفع ہونے کے بعد حضرت علیؓ کے چہرہ کا رنگ بدلا ہوا دیکھ کر حضرت عمرؓ نے دریافت کیا کہ آپ کو کوئی بات ناگوار گذری ہے؟ اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا ہاں مجھے یہ ناگوار گذرا کہ آپ نے مجھے نام کے بجائے کنیت سے پکارا، گویا کہ میرے ساتھ احترام کا معاملہ کیا، آپ کو میرا نام لیکر حکم دینا چاہئے تھا، اس پر حضرت عمرؓ نے ان کا ماتھا چوم لیا، اور فرمایا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو آپ ہی لوگوں کے ذریعہ اللہ نے ہمیں ہدایت دی اور کفر کے اندھیرے سے نکال کر اسلام کی روشنی میں داخل کیا۔

بہرحال قانون کی گرفت سے بادشاہ امیر المؤمنین اور شاہزادے

وشاہزادیاں اور حکام اور انکے خاندان تک کے افراد بھی محفوظ نہیں تھے، اسلامی قانون کی نگاہ میں سب برابر ہیں۔

خلاصۂ کلام

دوستو اور بزرگو! یہ بات واضح ہوگئی کہ اسلام عدل وانصاف اور مساوات وہمدردی اور اچھائی کو پسند کرتا ہے، بے جا برتری، تعصب ونخوت اور ناانصافی کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں، اسلامی عدل وانصاف اور مساوات کا یہ موضوع فی الواقع اتنا وسیع اور ہمہ گیر ہے کہ مختصر وقت میں اس کو سمیٹنا مشکل ہے، عدل وانصاف کا جو نمونہ اسلام نے پیش کیا، اس کی کوئی نظیر کسی اور مذہب اور کسی نظام میں نہیں پائی جاتی اور نہ پائی جائیگی۔

سورۂ نساء کی جو آیت خطبہ میں پڑھی گئی اس میں اللہ نے اسی عدل وانصاف اور شہادتِ حق کو بیان فرمایا آج دنیا کے اندر جو فساد پھیلا ہوا ہے ان دو اصولوں کو چھوڑنے کی وجہ سے پھیلا ہے، اگر انسان عدالت میں سچی گواہی دے حق بات کہے اور انصاف سے کام لے ظالم کو سزا ملے مظلوم کو اس کا حق ملے تو آج بھی یہ دنیا امن وامان کا گہوارہ بن سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حق بات کہنے اور انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

نظم

آدمی تو ہے تو کر اچھے عمل
آدمی تو ہے تو سیدھی راہ چل
ہے یہی قانون قدرت کا اٹل
تیرے کاموں کے ملیں گے تجھ کو پھل
آج جو کچھ بوئے گا کاٹے گا کل

صالح انسان بنئے

الحمد للّٰہ رب العلمین، والصلوة والسلام علی سید المرسلین محمد وعلی اله واصحابه اجمعین امّابعد

فاعوذ بالله من الشیطن الرجیم

بسم الله الرحمن الرحیم،

ان الذین کفرو من اهل الکتب والمشرکین فی نار جهنم خالدین فیها اولٓئك هم شر البریة. ان الذین امنوا وعملو الصلحت اولٓئك هم خیر البریة.

صدق الله العظیم

آدمیت دادیؔ بازم مسلماں کردیؔ
اے خدا قرباں شوم احساں بر احساں کردیؔ

محترم حضرات! آج ہر طرف انسانوں کی بھیڑ ہے، گاؤں میں دیہات میں اور قصبات میں چاروں طرف ایک بھیڑ نظر آتی ہے۔ بلکہ اگر آپ بڑے شہروں کا جائزہ لیں گے تو انسانوں کا ایک دریا نظر آئیگا حتی کہ عقلائے زمانہ نے یہ کہنا شروع کردیا ہے کہ اگر اس بھیڑ پر قابو نہ پایا

Scanned by CamScanner

گیا تو ایک دن زمین تنگ ہوجائیگی اور کھیتی کی جگہ بھی باقی نہ رہے گی۔ لیکن دوستو! اتنی بھیڑ ہونیکے باوجود بھی جب ہم حقیقی اور صحیح انسان تلاش کرتے ہیں کہ جسکے اندر روحِ انسانیت ہو تو دور دور تک نظریں خالی واپس آتی ہیں، ایسا انسان کہ جسمیں واقعتاً انسانیت وآدمیت ہو، خال خال ہی نظر آتا ہے۔

بڑا آدمی اور اچھا انسان کون ہے؟

گرامی قدر مسلمانو! آپ کہہ سکتے ہیں کہ اگر زمانہ قدیم سے متعلق آپ یہ بات کہتے تو مان لی جاتی، اب تو ہر شہر، ہر قصبہ، ہر گاؤں حتی کہ ہر محلہ میں بڑے بڑے آدمیوں کی اچھی خاصی تعداد موجود ہے، انجینئر ہیں، ڈاکٹر ہیں، کوئی فلسفی ہے تو کوئی پروفیسر ہے، کسی کے پاس بڑی کوٹھی ہے، کسی کے پاس بنگلہ ہے، کسی کے پاس موٹر سائیکل ہے، کسی کے پاس کار ہے اتنی کثیر تعداد میں بڑے بڑے آدمی ہونیکے باوجود بھی آپ کہتے ہیں کہ آج آدمی خال خال ہی نظر آتے ہیں۔

میرے عزیزو! آج ہم نے آدمیت وانسانیت کے پیمانے بدل دیے ہیں، جو دوسروں کیساتھ دھوکہ بازی کرکے اپنا الّو سیدھا کرتا ہو ہم اسے بڑا ذہین وفطین، بڑا ہوشیار وچالاک انسان کہتے ہیں، جسکے پاس جتنا زیادہ مال ودولت، جتنا زیادہ بینک بیلینس، جتنا بڑا بنگلہ وگاڑی ہو وہ اتنا ہی بڑا انسان ہے، جو جتنا دنیاوی فنون کا ماہر ہو اور جسکے پاس جتنی زیادہ ڈگریاں ہوں وہ اتنا ہی معزز آدمی ہے۔

دوستو! یہ ہماری نظروں کا دھوکہ اور ہماری سوچ کی خرابی ہے اور یہ فاسد پیمانے ہماری کج فہمی کا نتیجہ ہیں، ورنہ ہم دیکھتے ہیں کہ آج انسان کے پاس جتنا زیادہ مال ودولت اور جتنے زیادہ اسبابِ عیش وعشرت آتے جارہے ہیں یہ اتنا ہی زیادہ حیوان بنتا جارہا ہے، جتنے زیادہ فنون اور ڈگریاں

یہ حاصل کررہا ہے اسی قدر جعل سازی اور دھوکہ دہی اسکی فطرت بنتی جارہی ہے۔ پہلے کے لوگوں کے پاس زیادہ مال ودولت نہ تھا نہ بڑے بڑے بنگلے اور گاڑیاں تھیں نہ ہی لمبی لمبی ڈگریاں اور سندیں تھیں کم پڑھے لکھے غریب اور سیدھے سادے سے لوگ تھے لیکن ان میں آدمیت اور انسانیت تھی، وہ آدمیت وانسانیت کے خلاف کوئی کام نہ کرتے تھے، آج اسکا بالکل برعکس ہے۔

چراغ لیکر انسان کو تلاش کرنا

سامعین کرام! مولانا رومیؒ نے مثنوی شریف میں ایک بڑی ہی عجیب وغریب حکایت بیان فرمائی ہے، جسمیں ہمارے لئے سامانِ عبرت ہے، غور سے سماعت فرمائیں۔

مولانا رومیؒ فرماتے ہیں کہ ایک شخص دن کی روشنی میں چراغ لیکر بازار کے اطراف وجوانب میں پھر رہا تھا، کسی شخص نے کہا کہ تجھے کیا ہوگیا ہے جو دن کی روشنی میں بھی چراغ کی ضرورت پیش آرہی ہے۔

اس شخص نے کہا کہ میں ہر طرف آدمی کو ڈھونڈتا ہوں مجھے کوئی آدمی نہیں ملتا۔ سائل نے جواب دیا کہ آدمیوں سے تو یہ بازار بھرا پڑا ہے۔ چراغ لیکر پھرنے والے شخص نے جو جواب دیا اسکو مولانا رومی ہی کے الفاظ میں سنئے:

این نہ مردانند این ہا صورت اند
مردۂ نانند و کشتۂ شہوت اند

اس نے کہا بازار میں کوئی مرد نہیں ہے صرف صورت مرد کی سی ہے، یہ سب روٹی وخواہشاتِ نفسانیہ کے مارے ہوئے ہیں۔

این کہ می بینی خلافِ آدم اند
نیست اند آدم غلافِ آدم اند

اے مخاطب اس بازار میں تو جن انسانوں کو دیکھ رہا ہے یہ سب خصائلِ انسانیت اور آدمیت سے عاری ہیں، یہ انسان کے غلاف میں نظر آرہے ہیں ان میں آدمیت بالکل نہیں ہے۔

آدمی را آدمیت لازم است
عود را گر بو نہ باشد ہیزم است

دوستو! اشعار کیا ہیں علم وحکمت کے موتی ہیں! فرماتے ہیں کہ آدمی کیلئے صفات آدمیت ضروری ہیں، صفات آدمیت اسکے اندر نہیں تو پھر یہ بھی دیگر حیوانات کی طرح ہی ہے۔ جیسے اگر عود جو ایک خوشبودار لکڑی ہوتی ہے اس میں عود کی خوشبو نہ ہو تو پھر اس میں اور عام ایندھن کی لکڑی میں کوئی فرق نہیں ہے ایسی بے خوشبو عود کو ایندھن ہی کہا جائیگا۔

آدمیت لحم و شحم و پوست نیست
آدمیت جز رضائے دوست نیست

اس ایک شعر میں مولاناؒ نے پورے فلسفۂ انسانیت کو بیان فرمادیا ہے، مولاناؒ کا یہ شعر آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے، مولاناؒ فرماتے ہیں کہ آدمیت گوشت، چربی اور پوست کا نام نہیں ہے بلکہ آدمیت ان صفات اور اخلاق واعمال کا نام ہے جن سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے۔

آگے فرماتے ہیں:

گر بصورت آدمی انسان بدے
احمد و بو جہل ہم یکساں شدے

دوستو! اگر آدمیت صرف انسانی صورت کا نام ہوتا تو احمد ﷺ اور ابوجہل یکساں ہوتے حالانکہ ایسا نہیں ہے کہاں ابوجہل کی جہالت اور اس کی

ظلمت، اور کہاں حضور اکرم ﷺ کی شانِ رسالت اور آپ کی نورانیت، دونوں میں زمین وآسمان کا بعد ہے۔

اللہ کے نزدیک اچھا انسان کون؟

محترم دوستو! یہ بڑے بڑے بنگلے، گاڑیاں، بینک بیلینس کا ہونا انسان کے بڑا ہونے کی علامت نہیں ہے، اسی طرح اونچی اونچی ڈگریوں کا ہونا اسکے اچھا ہونے کی علامت نہیں ہے، اگر خصائلِ آدمیت اور شرافتِ انسانیت ہمارے اندر نہ ہو رضائے الٰہی والے اعمال زندگی میں نہ ہوں، شہواتِ نفسانیہ سے اپنے کو آزاد اور رذائل سے اپنے کو پاک نہ کیا، احکام الٰہیہ کی پیروی نہ کی، اور سنت نبویہ سے اپنی زندگی کو مزین نہ کیا تو پھر اپنے متعلق بڑے یا چھوٹے آدمی ہونیکا فیصلہ تو درکنار نفس آدمیت ہی خطرہ میں پڑ جائیگی۔ دنیا والے کسی کے بارے میں یہ کہیں کہ فلاں بڑا آدمی ہے اسکے پاس بنگلہ گاڑی بینک بیلینس ہے، اور آخرت میں اس کے سر پر جوتے برس رہے ہوں، میدانِ حشر میں اسکے اعزا، اقربا، رشتہ دار، اسکو بڑا کہنے والے حتی کہ تمام مخلوق، اولین وآخرین کے سامنے اسکو ذلیل کیا جارہا ہو تو ایسے بڑا ہونے سے کیا فائدہ کہ پردیس کا رئیس اور وطنِ آخرت کا بھنگی اور قلاش ہو بڑا آدمی تو وہ ہے جس سے خالقِ ارض وسماوات راضی ہو جائیں کہ:

نہ کالے پہ موقوف نہ گورے پہ موقوف
پیا جسکو چاہے سہاگن وہی ہے

میرے پیارو! اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں صاف طور پر فرمادیا ہے کہ کون اسکے نزدیک اچھا اور بڑا انسان ہے اور کون برا، گھٹیا اور رذیل انسان ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ان الذین کفروا من

اھل الکتب والمشرکین فی نار جھنم خالدین فیھا اولئک ھم شر البریة. ان الذین آمنوا وعملوا الصلحت اولئک ھم خیر البریة.

قرآن نے صاف فرمادیا: کہ اہل کتاب اور مشرکین میں سے جو بھی اللہ کا انکار کرتے ہیں وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے، اور یہ مخلوق میں برے لوگ ہیں، اس کے برخلاف جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح کیے وہ مخلوق کے اچھے آدمی ہیں۔

خواجہ مشکی رحمہ اللہ کا واقعہ

بزرگو اور دوستو! جب یہ مٹی کا پتلہ اپنے کو رذائل سے منزہ کرلیتا ہے اپنے اندر اوصاف آدمیت پیدا کرلیتا ہے، خواہشات کو مرضی مولا کے تابع کردیتا ہے، اور اپنے رب کی مان کر چلتا ہے، تو پھر اللہ تبارک وتعالی اس کی آخرت ہی نہیں سنوارتے بلکہ دنیا میں بھی اس کو چمکاتے ہیں۔

اس پر مجھے ایک واقعہ یاد آیا:

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کا ایک شاگرد تھا اللہ تعالی نے اسکو بڑا خوبصورت چہرہ اور تنومند جسم عطا کیا تھا، یہ نوجوان روزانہ اپنے گھر سے حضرت شاہ صاحبؒ کے پاس حدیث کا درس لینے آتا تھا، جس راستہ سے اسکا گذر ہوتا تھا اس پر ایک بڑی حسین وجمیل عورت کا مکان پڑتا تھا، وہ عورت روزانہ اس نوجوان کو راستہ سے گذرتا ہوا دیکھتی تھی، آہستہ آہستہ اس عورت کے دل میں اس نوجوان کی محبت گھر کرگئی۔ ایک دن جب یہ نوجوان راستہ سے جارہا تھا اس عورت نے راستہ سنسان دیکھ کر موقعہ غنیمت جانا اور اپنی بوڑھی خادمہ کو اُسے بلانے کیلئے بھیجا، وہ بوڑھی خادمہ اس نوجوان کے

پاس آئی اور کہا کہ اندر ایک مریضہ ہے اس پر کچھ دم کردیجئے تاکہ وہ شفا پاجائے۔ نوجوان بے چارہ سیدھا سادہ تھا بات سمجھ نہ سکا اور اس بڑھیا کے ساتھ ہولیا، جب وہ اندر پہنچا تو گھر کے تمام دروازے بند کردئے گئے اور سامنے سے وہ حسین وجمیل عورت نمودار ہوئی، اس حسن کی ملکہ نے کہا کہ روزانہ تمہیں آتے جاتے دیکھتی ہوں اور آہیں بھرتی ہوں، آج موقع تنہائی ملا ہے، میں بھی حسین ہوں اور تم بھی جوان ہو آؤ آج مل کر اپنے دل کی خواہش پوری کرلیں، اس صالح نوجوان نے جب یہ ماجرا دیکھا تو بڑا پریشان ہوا، کیونکہ اسکے دل میں خوفِ خدا تھا، اسمیں انسانیت زندہ تھی اسلئے اتنی حسین وجمیل عورت کی دعوتِ گناہ پر بھی تنہائی کا موقع فراہم ہونیکے باوجود اسکے دل میں برائی کا خیال تک نہ آیا بلکہ یہ دیکھ کر اور بے چین ہوگیا کہ فرار کی کوئی راہ نظر نہیں آتی تمام دروازے بند ہیں تالے لگے ہوئے ہیں، پھر فوراً اسکے دل میں گناہ سے بچنے کی ایک تدبیر آئی، جب دل نورِ الہی سے معمور ہو اور اندر کا انسان جاگا ہوا ہو تو گناہ سے بچنے کی تدبیر وتوفیق اللہ تبارک وتعالی عطا فرمادیتے ہیں، اس نوجوان نے اس عورت سے کہا کہ اچھا ذرا مجھے بیت الخلا جانیکی حاجت ہے، اس عورت نے اسکو بیت الخلا کا راستہ بتادیا، وہ نوجوان بیت الخلا میں گیا اور وہاں جو گندگی پڑی ہوئی تھی اسکو اپنے جسم پر مل لیا، باہر آنے پر جیسے ہی اس عورت کی نظر اس پر پڑی فوراً اس نے گھن اور کراہت سے چہرہ پھیر لیا اور کہنے لگی کہ یہ تو کوئی پاگل دیوانہ آدمی ہے اسکو یہاں سے باہر نکالو، مجھے کیا معلوم تھا کہ یہ ایسا ہے اور اس نوجوان کو گھر سے باہر نکال دیا۔ باہر آکر اس نوجوان نے سکون کی سانس لی کہ ایمان بچ گیا اور گناہ کی دلدل سے اللہ تعالی نے محفوظ رکھا، لیکن اب فکر لاحق ہوئی کہ کافی دیر ہوگئی ہے حدیث کا درس نہ چھوٹ جائے، گھر واپس جانے کے بجائے اس

Scanned by CamScanner

نوجوان نے راستہ ہی میں جلدی جلدی اپنے جسم و بدن کو دھویا اور گیلے کپڑوں میں ہی حضرت کی مجلسِ درس میں چپکے سے جاکر پیچھے سے شریک ہوگیا۔ یہ بے چارہ دل میں خوف کھا رہا تھا کہ کہیں میرے بدن و کپڑوں سے بدبو نہ محسوس ہو رہی ہو اور دوسروں کو تکلیف ہو رہی ہو، لیکن کچھ دیر تو حضرت درس دیتے رہے پھر درس روک کر پوچھا کہ یہ اتنی تیز مشک کی خوشبو کس نے لگا رکھی ہے؟ سب طلبا ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے، ایک طالب علم جو اس نوجوان کے برابر میں بیٹھا ہوا تھا اسکی طرف اشارہ کرکے کہنے لگا کہ حضرت یہ ابھی آئے ہیں یہ مشک انھوں نے لگا رکھی ہے۔ حضرت نے اسکو قریب بلایا اور پوچھا کہ یہ اتنی تیز مشک کہاں سے لگائی ہے، کچھ دیر تک تو ادھر سے اصرار اور ادھر سے انکار کی حالت رہی بالآخر جب شاہ صاحبؒ نے ذرا غصہ سے پوچھا تو اس نوجوان کی آنکھوں سے آنسوں نکل پڑے اور کہا کہ حضرت جب آپ اصرار فرمارہے ہیں تو عرض کرتا ہوں، اور پھر پورا پیش آمدہ واقعہ حضرت کے گوش گذار کردیا اور کہا کہ حضرت! میں خود اس بات پر حیران ہوں کہ جسم پر جہاں جہاں غلاظت لگی تھی وہاں وہاں سے مشک کی خوشبو آرہی ہے۔ چنانچہ جب تک یہ بقید حیات رہے انکے جسم سے مشک کی خوشبو آتی رہی اور اسی مناسبت سے انکا لقب بھی خواجہ مشکی پڑ گیا تھا۔

میرے نوجوان دوستو! اسکو کہتے ہیں انسانیت، حالانکہ انکو گناہ پر قدرت بھی تھی، موقع بھی بہت اچھا تھا اور تنہائی بھی میسر تھی اسکے باوجود انھوں نے حیوانیت کو اپنے اوپر غالب نہ آنے دیا اور انسانیت و آدمیت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا جس پر اللہ تعالی نے دنیا ہی میں انکو اتنا بڑا انعام عطا فرمایا کہ مرتے دم تک ان کے جسم سے مشک کی خوشبو آتی رہی اور اتنی مدت گذرنے کے بعد بھی انکا نام زندہ ہے، لوگ آج بھی انکو خواجہ مشکیؒ کے

نام سے یاد کرتے ہیں۔

ایک صالح نوجوان کا واقعہ

میرے محترم بزرگو اور دوستو! بعینہ اسی طرح کا ایک اور واقعہ آپکے گوش گذار کرتا ہوں سماعت فرمایئے، بنی اسرائیل میں یوحنا نامی ایک عابد گذرے ہیں جو نہایت ہی خوبصورت اور پاکباز انسان تھے کثرتِ عبادت کی وجہ سے انکا چہرہ نورانی اور منور تھا بیت المقدس کے بازار میں تھیلے (بیگ) بیچنے کا کام کرتے تھے، ایک روز ایک پردہ نشیں مہ جبیں اپنے وقت کی ملکہ کے دروازے کے پاس سے گزرے، اچانک باندی کی نظر پڑ گئی وہ فوراً اپنی ملکہ کے پاس گئی جاکر عرض کیا ملکہ صاحبہ آج ایک بہت خوبصورت نوجوان ہر دو دروازے کے سامنے سے گزر رہا ہے ملکہ نے حکم صادر کیا کہ اس کو بلاکر لاؤ اس سے تھیلے (بیگ) خریدینگے، بہرحال وہ باندی اس صالح نوجوان عابد کو بلاکر ملکہ کے محل میں لے آئی جیسے جیسے وہ عابد محل میں داخل ہوتا گیا یکے بعد دیگرے دروازے بند ہوتے گئے حتی کہ یہ صالح نوجوان ملکہ کی خواب گاہ پر پہونچ گیا دیکھتا کیا ہے ملکہ انتہائی خوبصورت اور نوجوان ہے ہیرے جواہرات سے مرصع اور حسین پوشاک سے مزین ہے ملکہ صاحبہ کی جب اس نوجوان پر نظر پڑی تو اس کی آنکھیں خیرہ ہوگئی اس نوجوان پر اس نے بری نظر ڈالنی شروع کی، نوجوان نے کہا کہ تم نے مجھے تھیلا خریدنے کیلئے بلایا ہے اگر خریداری کرنی ہے تو کرلیجئے ورنہ میں واپس جارہا ہوں اس ملکہ نے برجستہ کہا کہ تم میرے اوپر قابو پالو یعنی میرے ساتھ برا کام کرو، اس نوجوان عابد نے جواب دیا کہ تیرا برا ہو میں تو اللہ کی کتاب انجیل کا عالم ہوں میں یہ کام ہرگز نہیں کرسکتا، اس عورت نے لالچ دلانا شروع کیا اور اپنے ہیرے جواہرات، سونے چاندی کے خزانے پر لیجاکر کھڑا کردیا اور کہا کہ یہ

Scanned by CamScanner

سب تیرے لئے ہے اس شرط پر کہ تو میرے ارادے سے اتفاق کر لے، صالح نوجوان عابد نے کہا اچھا ذرا غسل کرنے کے لئے پانی منگاؤ، اس عورت نے غسل کرنے کے لئے پانی صابون اور ایسے تولیہ کا انتظام کیا جو مشک وعنبر سے معطر تھا گویا کہ اس عورت کا اصرار بڑھ رہا تھا چاروں طرف کے راستے بند کر دئے گئے یہ نوجوان مجبور تھا کیا کرے خشیت الٰہی وخوف خدا اس پر طاری ہوگیا ناچار موقع نکال کر اس نے کہا اُے ملکہ صاحبہ! یا تو مجھے یہاں سے جانے کی اجازت دیدو ورنہ میں اس چھت سے کود جاؤں گا اس چھت کی بلندی ۸۰ گز تھی، اس عورت نے کہا تجھے یہ کام کرنا ہی ہوگا اگر منظور نہیں ہے تو اپنے کو ہلاک کر لے تجھے اختیار ہے، چنانچہ وہ نوجوان شخص اس برے عمل سے بچنے کی خاطر چھت سے کود پڑا اللہ نے ہوا کو حکم دے دیا کہ اے ہوا ہمارے اس متقی بندے کو روک لے بہر حال ہوا نے ان کو روک لیا اور وہ فضا میں معلق رہ گئے پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ الصلوۃ والسلام کو حکم دیا کہ میرے بندے یوحنا کو پکڑ لو جو میرے ڈر سے اپنی جان گنواں رہا ہے چنانچہ جبرئیل علیہ السلام نے ان کو پکڑ کر صحیح سالم آہستگی کیساتھ زمین پر رکھدیا۔

دوستو! اس بندے کا تعلق پروردگار سے بڑا گہرہ تھا اگر فضل رب نہ ہوتا تو یہ گناہ میں مبتلا ہو کر ذلیل وخوار ہو جاتا۔

اعمال کے اثرات

محترم حضرات! آج ہمارے اندر سے انسانیت وآدمیت ختم ہوتی جارہی ہے، انسانیت سسک رہی ہے اور دم توڑ رہی ہے، آج کا انسان حیوان سے بھی دس قدم آگے نکل چکا ہے، اوصافِ انسانیت سے ہم عاری ہوتے جارہے ہیں، جھوٹ، فریب کاری، دغابازی، قتل وغارت گری، ظلم و

بربریت، زنا وسود خوری عام ہوگئے ہیں، دوسروں کے مال پر ناحق قبضہ کرنا انسان کا مقصدِ زندگی، دوسروں کی عزت سے کھلواڑ اسکا پسندیدہ شوق، بے شرمی وبے حیائی اسکی عادت اور دوسروں کو ستانا اسکا محبوب مشغلہ بن چکا ہے

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کا واقعہ

میرے پیارے نوجوان بھائیو! اس حیوانیت وبہیمیت کے برے اثرات یقینی طور پر ہماری روح وجسم پر مرتب ہوتے ہیں اگرچہ ہم کو اسکا احساس نہیں ہوتا کیونکہ ہماری روح ان اعمال کے سبب مردہ ہو چکی ہے، لیکن جو رجال اللہ ہوتے ہیں اور جو انسانیت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوتے ہیں کبھی کبھی اللہ تبارک وتعالیٰ ان پر یہ اثرات منکشف فرما دیتے ہیں، جیسا کہ شاہ عبدالعزیزؒ کا ہی ایک قصہ منقول ہے کہ جب آپ جامع مسجد میں آتے تھے اپنا عمامہ آنکھوں پر ڈال لیتے تھے اور ادھر ادھر نظر نہ فرماتے، ایک دن آپکے خادم فصیح الدین نے اسکا سبب دریافت کیا تو آپ نے اپنا عمامہ انکے سر پر رکھ دیا، انھوں نے دیکھا کہ جامع مسجد میں بجز چند آدمیوں کے سب گدھے، کتے، بندر، اور بھیڑئے وغیرہ بھرے ہوئے ہیں، شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ اسی وجہ سے میں ایسا کرتا ہوں کہ مجھے جانور نظر آتے ہیں اور میری طبیعت پریشان ہو جاتی ہے۔

دوستو! معلوم ہوا کہ جب انسان انسانیت کے منافی اعمال کرتا ہے تو اسکی انسانیت ختم ہو جاتی ہے گو صورتاً وہ انسان دکھائی دیتا ہے لیکن واقعتاً وہ کتوں اور گدھوں کی صف میں شامل ہو جاتا ہے۔

زبان خلق کو نقارۂ خدا سمجھو

میرے عزیز دوستو! حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص

Scanned by CamScanner

نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا یارسول اللہ میں اپنی نکوکاری اور بدکاری کو کس طرح معلوم کرسکتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم کسی پڑوسی کو یہ کہتے سنو کہ تم نے یہ کام بہت اچھا کیا ہے، تو سمجھ لو کہ تمہارا وہ کام اچھا ہے، اور جب پڑوسیوں کو یہ کہتے سنو تم نے یہ برا کیا ہے بس سمجھ لو کہ تمہارا کام برا ہے۔

برا کہے جسے عالم اسے برا سمجھو
زبانِ خلق کو نقارۂ خدا سمجھو

انسان کا مرتبہ

پیارے نوجوان بھائیو! اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کی عظمت وشرافت کو بار بار مختلف طریقہ سے ظاہر فرمایا، چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جب یہ دنیا بنائی تو اس پر اپنی نیابت کیلئے کروڑہا مخلوق میں سے انسان کو ہی منتخب فرمایا، نیز تمام مخلوق کو اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے ارادۂ کن سے پیدا فرمایا لیکن انسان کو باری تعالیٰ نے خاص اپنے دستِ قدرت سے بنایا، پھر علم ومعرفت دیکر تمام مخلوق پر اسکی شرافت کو آشکارا فرمایا حتی کہ اسکی عظمت کو ظاہر کرنے کیلئے فرشتوں جیسی نورانی مخلوق سے اسکا سجدۂ تعظیمی کرایا، دنیا میں بھیج کر اسکو اشرف المخلوقات کے لقب سے نوازا اور بالآخر اسکو اس دنیا میں اپنا نائب قرار دیا۔

میرے پیارو! اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں کتنے اعزازات وانعامات سے نوازا اور کتنے عظیم منصب کیلئے ہم کو منتخب فرمایا، لیکن ہم نے خود اپنے آپکو ذلت کے عمیق غار میں دھکیل دیا ہے، ہم خود اس شرف وعزت اور اپنے منصب جلیل کی ناقدری کررہے ہیں، دیگر حیوانات کی طرح کھانے، سونے، گھر بنانے اور جمع کرنے کو ہم نے حاصلِ زندگی سمجھ لیا ہے، یہ کام تو تمام حیوانات کرتے ہیں پھر ہم میں اور ان میں کیا فرق رہ گیا ہے اور

انسانیت کا کیا امتیاز باقی رہ گیا ہے، پھر اس پر طرّہ یہ کہ ہم نفسانی خواہشات اور شیطانی شہوات کے پجاری بن گئے ہیں، آج ہمارے افعال پر حیوانیت بھی شرمسار ہے۔

میرے عزیزو! اب بھی وقت ہے آدمی بننے کا، اپنے اندر آدمیت پیدا کرنے کا، اپنی گم گشتہ عزت وشرافت حاصل کرنے کا، اگر ہم نے اپنے اندر جوہر انسانیت پیدا کرلیا، اپنے اندر کے انسان کو جگالیا انسانیت کے تقاضوں اور ربّ کائنات کے احکام کی پیروی کی تو پھر نیک اعمال کرنا اور برائیوں سے بچنا ہمارے لئے بہت آسان ہوجائیگا اچھے اعمال ہماری فطرتِ ثانیہ بن جائیں گے اور ہمیں انکے کرنے کی ایسی ہی رغبت ہوگی جیسے عمدہ کھانوں کی رغبت ہوتی ہے اور برائیوں سے بھی ایسی نفرت و کراہت ہوجائیگی جیسے گندی چیزوں سے ہوتی ہے اور اسی کے ساتھ ہماری عظمتِ رفتہ بھی ہمکو حاصل ہوجائیگی۔

امتِ مسلمہ کے نوجوانو!

آؤ عہد کریں کہ ہم اس سسکتی دم توڑتی انسانیت میں ایک نئی روح ڈالیں گے، آپس میں عدل وانصاف قائم کریں گے، دوسروں کی جان، مال اور عزت کو احترام کی نگاہ سے دیکھیں گے، دوسروں کے دکھ درد میں کام آئیں گے، شعائرِ اسلام کو زندہ کریں گے، اوامر کی پابندی اور نواہی سے اجتناب کریں گے اور ایک ایسا معاشرہ بنائیں گے جسمیں انسانیت پھل پھول رہی ہو، جہاں انسانیت کی کھیتی لہلہا رہی ہو، ہر طرف امن وسکون کا ماحول ہو، تبھی انسانیت زندہ ہوگی اور یہ انسان حقیقی انسان کہلانے کا مستحق، نیابت الٰہیہ کا حقدار اور اس عظیم منصب کا اہل ہوگا۔

Scanned by CamScanner

دعا ہے کہ اللہ تعالی ہم سب کو صالح اور سچا انسان بنا دے، بابا آدم علیہ السلام کی نسبت کا صحیح مفہوم اور روحِ انسانیت ہمارے لحم و شحم، جسم اور پوست میں داخل فرمادے...... آمین یا رب العلمین

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمين.

حضرت فاطمہ کا حسنِ معاشرت

حضرت فاطمہؓ کی وفات کے بعد کسی نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ آپ کے ساتھ فاطمہؓ کا حسنِ معاشرت کیسا تھا تو وہ آبدیدہ ہوگئے اور فرمایا:

فاطمہؓ جنت کا ایک خوشبودار پھول تھی جسکے مرجھانے کے باوجود اس کی خوشبو سے اب تک میرا دماغ معطر ہے اس نے اپنی زندگی میں مجھے کبھی بھی کسی شکایت کا موقع نہیں دیا۔

اس لئے میری ماؤ بہنو! اپنے پیچھے ایسے حالات چھوڑ کر جاؤ کہ زمانہ تمہیں رویا کرے۔

زندگی ایسی جیو کہ دشمنوں کو رشک ہو
موت ایسی ہو کہ دنیا دیر تک ماتم کرے

معاشرہ کا سدھار، حضرت فاطمہؓ کا کردار

الحمدلله رب العالمين. والصلوة والسلام على سيدالمرسلين وآله وصحبه اجمعين. امابعد.

اعوذبالله من الشيطن الرجيم

بسم الله الرحمن الرحيم

يا ايها الذين آمنوا لاترفعوا اصواتكم فوق صوت النبى ولا تجهروا له بالقول كجهر بعضكم لبعض ان تحبط اعمالكم وانتم لاتشعرون.

تمہیدی کلمات

میری ماؤ اور بہنو! آج امت مسلمہ غیروں کی دیکھا دیکھی جس راستہ اور ڈگر پر چل پڑی ہے اس میں سوائے ناکامی اور حسرت وافسوس کے اور کچھ نہیں ہے۔ مغرب کی تہذیب کی پیروی سے رہی سہی عزت بھی چلی جائیگی جو حالات یوروپ اور مغرب میں ہورہے ہیں وہ ہمارے ہوجائیںگے اس لئے خدا کے واسطے اس راستہ کو چھوڑ دو انکی تہذیب سے کنارہ کشی کرلو انکی عریانی

اور بے حجابی سے اپنی اور اپنی اولاد کی حفاظت کرلو۔ مغربی مما لک خود اپنی ننگی تہذیب کا خمیازہ بھگت رہے ہیں وہاں خاندانی نظام چوپٹ ہو چکا ہے شرم وحیا اور عزت وحمیت کا جنازہ نکل چکا ہے وہاں کے لوگ آزادانہ زنا کاری وبدکاری میں مبتلا ہو چکے ہیں۔

اللہ کے نبی ﷺ نے جو پیشین گوئی کی تھی کہ آخری زمانہ میں یہ انسان چوپاؤں اور گدھوں کی طرح سر بازار شہوت رانی کرینگے یہ سب مناظر وہاں سامنے آرہے ہیں شیطان ابلیس نے مغربی عورت پر ایسا حملہ کیا ہے کہ اسے گھر کی چہار دیواری سے نکال کر مردوں کے شانہ بشانہ لاکر کھڑا کر دیا ہے اسکے چہرہ سے نقاب نوچ لی گئی سر سے دوپٹہ چھین لیا گیا آنکھوں سے شرم وحیا لوٹ لی گئی اور اس کو بے حجاب وعریاں کر کے تعلیم گاہوں، دفتروں، اسمبلیوں، کلبوں، سڑکوں، بازاروں اور کھیل کود کے میدانوں میں پہونچا دیا گیا ہے۔

الغرض اس صنف نازک عورت کا سب کچھ لٹ چکا ہے لیکن اس کا جذبۂ عریانی وشہوانی اب بھی تشنہ ہے۔

میرے محترم دوستو اور پیاری ماؤں اور بہنو! افسوس صد افسوس کہ آج مسلم عورتیں بھی مغرب کی اندھی تقلید میں اسلامی اقدار اور ایمانی خصوصیات کو پس پشت ڈال رہی ہیں اور اسی عریاں تہذیب کی دلدادہ نظر آتی ہیں۔ دوستو ان افسوسناک حالات میں خواتینِ اسلام کی اصلاح وتربیت کے لئے کوشش کرنا ضروری ہی نہیں بلکہ فرضِ عین ہو چکا ہے جہاں تک بھی ممکن ہو ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ فرداً فرداً بھی اور اجتماعاً بھی ایک دوسرے کو سمجھانے کی کوشش کریں حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب

بلند شہریؒ نے مسلمانوں کی اسی بے راہ روی کا رونا رویا ہے فرماتے ہیں کہ آج مسلمان عورتوں کی گود میں سالانہ ہزاروں بچے پرورش پاتے ہیں مگر ان بچوں کو نہ دین سکھایا جاتا ہے نہ دینی بہادری کے لئے انکو ابھارا جاتا ہے۔ اچھے خاصے لڑکے لڑکیاں بنی ہوئی ہیں افسوس کہ لڑکیوں کو بھی مانگ چوٹی کی اتنی فکر نہیں ہے جس قدر فیشن اور ٹیپ ٹاپ کا خیال لڑکوں کو ہو گیا ہے۔ ماں باپ اور بچے سب اس دھن میں ہیں کہ کسی طرح انگریز ہی بن جائیں کاش مسلمان نہ ہوتے مسلمان بن کر ملا مولویوں کے فتووں کا نشانہ بننا پڑا اسلام کی ناگہاں مصیبت کو کس طرح روکا جائے، نہ مسلمان ہوتے، نہ پردہ کے لئے کوئی کہتا، نہ کلب میں جانے سے کوئی روکتا، نہ ٹی وی اور ناچ گانے پر کوئی پابندی عائد ہوتی یہ خیالات ہیں آج کل کے مسلمانوں کے۔

اللھم احفظنا منہ

بزرگو اور دوستو! آج ضرورت ہے اس بات کی کہ ہم سب ملکر اپنی بساط کے مطابق کوشش کریں تو انشاء اللہ پھر دینی ہوائیں چلنے لگیں گی یوں تو پورے معاشرہ کی اصلاح کی ضرورت ہے لیکن خصوصیت کے ساتھ اصلاح خواتین کی زیادہ ضرورت ہے کیونکہ ہر بچہ کا سب سے پہلا مدرسہ ماں کی گود ہے اگر ماں صحیح مسلمان ہوگی تو بچہ کو بھی اسلام سکھائے گی اور اسلام کے احکام وآداب کی تعلیم دے گی مسلمان معاشرہ میں عورتوں کی تعلیم وتربیت پر ہمیشہ توجہ دی گئی ہے اس لئے کہ ایک عورت کی اصلاح ایک فرد کی اصلاح نہیں بلکہ ایک خاندان اور ایک جماعت کی اصلاح ہے خود آنحضرت ﷺ کے دور میں بھی خواتین کی تربیت کو خصوصی اہمیت دی گئی آپ ﷺ کبھی کبھی خاص طور سے خواتین اسلام کو خطاب کرنے کے لئے الگ مجلس منعقد فرماتے

Scanned by CamScanner

آپ ﷺ کے اسی طریقہ پر عمل کرتے ہوئے بزرگانِ دین، علماء وصلحا نے بھی ہمیشہ اپنے وعظ ونصائح اور تصنیف وتالیف میں خواتین کو خصوصی اہمیت دی ہے بہت سی کتابیں ہر زبان اور ہر زمانہ میں اصلاح خواتین کے لئے لکھی گئی ہیں۔

عورتوں پر محنت

موجودہ دور میں بھی ہمارے علماء صلحاء اور بزرگانِ دین اس طرف متوجہ ہیں کہ عورتوں کے لئے تعلیم وتربیت کے ادارے قائم فرمارہے ہیں اور بہت سے اکابرین اپنی تقاریر کے ذریعہ خواتین کی اصلاح کا کام کررہے ہیں اور بہت سی اصلاحی تنظیمیں اور جماعتیں بھی ملک اور بیرونِ ملک عورتوں میں اصلاحی کام کررہی ہیں اللہ تعالی ان حضرات کی کوششوں کو بارآور فرمائے۔

میرے محترم بزرگو اور دوستو! اور پس پردہ بیٹھی ہوئی ماؤں اور بہنوں! آج کے اس عظیم الشان اجلاس میں بندہ نے ارادہ کیا ہے کہ آج اپنی ماؤں اور بہنوں کے سامنے غم گسارِ امت حضرت خدیجۃ الکبریٰ؄ اور سردارِ خواتین جنت حضرت فاطمۃ الزہرا؄ کی زندگیوں پر مختصراً روشنی ڈالی جائے تاکہ ہماری عورتیں انکی روشنی میں اپنی اصلاح کا سامان مہیا کرلیں اور مسلمان عورتوں کے لئے نمونہ بن جائیں۔

امت کی محسنہ خاتون

دوستو اور بزرگو! امت کی محسنہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ؄ کے امت پر بڑے احسانات ہیں مسلمان عورتوں میں سب سے پہلے آپ نے اسلام قبول کیا آپ بڑی دیندار اور مالدار عورت تھیں۔ جب نبی کریم ﷺ سے

نکاح ہوگیا تو اپنے سارے مال کا مالک آپ ﷺ کو بنادیا آپ ﷺ نے وہ سارا مال دین کی خاطر خرچ کردیا۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ؄ ہر موقع پر نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتی رہتی تھیں ہر موڑ پر آپ ﷺ کے کام آتی رہی آپ ﷺ کے لئے ڈھارس بنی رہی، چنانچہ جب آپ ﷺ غارِ حرا میں تشریف لے جاتے تھے تو جب آپ ﷺ پر پہلی وحی اتری آپ ﷺ نے حضرت جبرئیل امین کو اصلی شکل میں دیکھا ان کے چھ سو پر تھے حدیث میں آتا ہے کہ ایک پر کو پھیلائیں تو وہ مشرق کو ڈھانپ لیتا ہے، دوسرے پر کو پھیلائیں تو وہ مغرب کو ڈھانپ لیتا ہے اور قد اتنا بڑا کہ وہ پورے آسمان کو ڈھانپ لیتا ہے چہرہ انکا سورج سے زیادہ روشن ہے، دوستو! اتنے بڑے فرشتے کو جب نبی ﷺ نے پہلی مرتبہ دیکھا تو آپ ﷺ پر ایک خوف کی کیفیت طاری ہوگئی چنانچہ آپ ﷺ گھر آئے بخاری شریف کی روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ مجھے کمبل اُڑھادو کمبل اڑھادو۔ بی بی خدیجۃ الکبریٰ؄ نے فوراً کمبل اڑھادیا آپ ﷺ لیٹ گئے اور فرمایا لَقَدْ خَشِیْتُ عَلٰی نَفْسِیْ (الحدیث) مجھے ڈر ہے کہ کہیں میری جان نہ نکل جائے۔ حضرت خدیجہ؄ نے پوچھا اے میرے آقا کیا ہوا؟ نبی ﷺ نے پورا واقعہ سنایا کوئی آج کی عورت ہوتی تو رونے پیٹنے بیٹھ جاتی کہ میرے خاوند پہ اثر ہوگیا، میرے خاوند نے جن، جنات کو دیکھ لیا، میرے خاوند کو کسی نے کچھ کرادیا، میری زندگی کا کیا بنے گا مگر وہ ایسی عورت نہیں تھی انہوں نے اتنی بڑی بات سن لی مگر پھر کہنے لگی اے میرے آقا آپ اطمینان رکھئے آپ تو لوگوں کے ساتھ صلہ رحمی کرتے ہیں اللہ کی قسم اللہ تبارک وتعالی آپ کو کبھی بھی ضائع نہیں کریگا آپ کو رسوا

نہیں کریگا آپ تو لوگوں کی مہمان نوازی کرنے والے ہیں لوگوں کی مدد کرنے والے ہیں اور لوگوں کا بوجھ اٹھانے والے ہیں آپ تو نیک باتوں میں مدد اور تعاون کرنے والے ہیں چنانچہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ ؓ نے ان الفاظ کے ساتھ نبی ﷺ کو تسلی دی۔ آج کون بیوی ہے جسکا خاوند پریشان ہو اور وہ خاوند کی اچھی صفات گنوا کر کہے کہ آپ کے اندر یہ اور یہ اچھی باتیں ہیں، اللہ آپ کی مدد کریگا، آج عورتوں کا مزاج ہے کہ وہ ایسے موقع پر خاوند کا دل تھوڑا کر بیٹھتی ہیں مگر حضرت خدیجۃ الکبریٰ کا یہ احسان ہے اور پوری امت پر احسان ہے کہ انہوں نے محسنِ انسانیت ﷺ کا حوصلہ بڑھایا، دراصل حضرت خدیجۃ الکبریٰ ؓ نے دین وایمان کو سمجھ لیا تھا جب عورتیں دین کو سمجھ لیتی ہیں پھر انکے دلوں میں پہاڑوں جیسی استقامت آجاتی ہے بڑے بڑے صدموں کو برداشت کر جاتی ہیں حتی کہ مرد بھی حیران ہو جاتے ہیں یہ سب برکتیں دینداری کی ہیں، علم دین کی ہیں اگر علم دین سے یہ بیچاری محروم ہوں تو انکا کیا قصور، کچھ تو یہ دل کی تھوڑی ہوتی ہیں، چھوٹی چھوٹی مکڑیوں سے بھی ڈر جاتی ہیں اور کبھی تو صرف دروازہ ہلنے سے بھی ڈر جاتی ہیں گویا کہ انکا دل بہت چھوٹا ہوتا ہے اس لئے انکو دین کا علم سکھانا دیندار بنانا، تقوی وطہارت کی طرف رغبت دلانا انتہائی ضروری ہے۔ دوستو! یہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ ؓ کا جگر تھا کہ ایسے حالات میں آپ ﷺ کا حوصلہ بڑھایا جبکہ آپ ﷺ اپنی جان کا اندیشہ کر رہے تھے، ایسے میں انکی کم ہمتی اور گھبراہٹ آپ ﷺ کی مصیبت کو دوگنا کر سکتی تھی مگر انہوں نے بڑی استقامت، عقل وہوش مندی سے کام لیا اور رفاقت کا حق ادا کر دیا مگر آج ہماری عورتیں ہیں کہ مرد پر کوئی مصیبت ٹوٹ پڑے تو یہ پہلے رونے پیٹنے لگتی ہیں مرد کا رہا سہا حوصلہ بھی ٹوٹ

جاتا ہے اور بجائے اس کے کہ وہ اس مصیبت سے نکلنے کی راہ تلاش کرے گھر کی عورتیں ماتم کر کے مصیبتوں کو اور بڑھا دیتی ہیں ۔اسلئے ہماری مائیں، بہنیں حضرت خدیجۃ الکبریٰ ؓ کی سیرت کو اپنائیں اور ایسے مشکل وقت میں شوہر کا حوصلہ بڑھائیں۔ بہر حال ایسی صابرہ ،شاکرہ ،صاحبِ استقامت اور صاحبِ حوصلہ ماں کو اللہ تعالی نے بیٹی بھی ایسی ہی عطا فرمائی جو خصائل وشمائل اور اوصاف وکمالات میں اپنی والدہ کا اعلی نمونہ تھیں۔ اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ ماں جیسی ہوگی بیٹی بھی ویسی ہی ہوگی اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہماری بیٹیاں نیک ،صالح ،دیندار بنیں تو ہماری ماؤں کو بھی نیک صالح اور دیندار بننا پڑیگا۔

اب میں آپ حضرات کے سامنے حضرت فاطمہ ؓ کی خصوصیات اور انکے اوصاف وکمالات بیان کرتا ہوں تا کہ ہماری مائیں بہنیں بھی انکی زندگی کی روشنی میں اپنی اور اپنی بیٹیوں کی تربیت کریں اور وہ اوصاف اپنے اندر پیدا کریں جو آنحضرت ﷺ کی پیاری چہیتی سب سے چھوٹی بیٹی حضرت فاطمۃ الزہراءؓ کے اندر موجود تھے۔

سیّدہ فاطمہ ؓ کا بچپن

میرے محترم بزرگو اور دوستو اور میری ماؤ اور بہنو! حضرت فاطمہ ؓ کی ۲۸ یا ۲۹ سالہ زندگی امت مسلمہ کی ماؤں کیلئے ایک حسین نمونہ ہے حضرت فاطمہ ؓ فطری طور پر نہایت سمجھدار اور تنہائی پسند طبیعت کی مالک تھیں بچپن میں کبھی کھیل کود میں حصہ نہیں لیا اور نہ گھر سے باہر قدم نکالا اسی لئے اللہ کے رسول ﷺ اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ ؓ غایت درجہ محبت فرماتے تھے ظاہر ہے جو بچی گھر کی چہار دیواری میں رہتی ہے اس کے ماں باپ اس سے خوش

حضرت سیدہ فاطمہؓ بچپن ہی میں اپنے گرامی قدر پدر گرامی ﷺ
رہتے ہیں۔ حضرت سیدہ فاطمہؓ کے عادات واطوار رفتار وگفتار کو غور سے دیکھتی رہتی
اور حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے عادات واطوار رفتار وگفتار کو غور سے دیکھتی رہتی
تھیں نبی ﷺ کے ہر فرمان پر عمل کرتی تھی۔ جب آنحضرت ﷺ باہر سے
تشریف لاتے تھے تو آپ ﷺ بآواز بلند السلام علیکم کہتے اور پھر چند لمحے
توقف کرکے گھر کے اندر داخل ہوتے تو حضرت سیّدہ فاطمہؓ آواز سنتے ہی
دروازہ پر پہنچتی اور نبی ﷺ کی انگلی پکڑ کر نشست گاہ پر پہنچتی آپ ﷺ سیدہ
فاطمہؓ کو آغوش میں لے لیتے اور پیشانی کو بوسہ دیتے۔ آپ ﷺ کا یہ عمل
ہمیں بتلاتا ہے کہ اپنی چھوٹی ننھی منی اولاد سے محبت کرنی چاہئے۔

اللہ کے نبی ﷺ کا ارشاد ہے چھوٹے بچے مسلمان کے ہوں یا غیر
مسلمان کے ان سے پیار ومحبت کا معاملہ کرنا چاہئے آنحضرت ﷺ جب گھر
تشریف لاتے تو اپنی ننھی فاطمہؓ کو ایسی ایسی باتیں سکھاتے جن سے خدا
شناسی اور اللہ کے بندوں سے محبت کا سبق ملتا ہے، ننھی فاطمہ جس بات کو سن
لیتی بھولتی نہیں تھی اللہ نے کمال درجہ کی ذہانت عطا کی تھی۔ جب آنحضرت
ﷺ گھر سے باہر تشریف لے جاتے تو خدیجۃ الکبریٰؓ اپنی ننھی سیدہؓ سے
دریافت کرتیں کہ آج اپنے ابا جان سے کون کون سی باتیں سیکھی ہیں وہ فوراً
سب کچھ بتا دیتیں۔

میری ماؤ اور بہنو! آنحضرت ﷺ اور خدیجۃ الکبریٰؓ کا یہ عمل ہم
کو سبق دیتا ہے کہ ہم اپنے چھوٹے بچوں کی مکمل دیکھ بھال کریں اور بچپن ہی
سے دین اسلام کی باتیں سکھائیں اور انکے عقائد کو مضبوط کرکے نیکی نکر کریں۔

لڑکپن

دوستو! بچپن کے بعد لڑکپن کا زمانہ آتا ہے لڑکپن میں انسان کا شعور

بلند ہوتا ہے اپنے اور پرائے کی پہچان ہوتی ہے نفع ونقصان کو سمجھا جاتا ہے
نبوت کے دسویں سال میں حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ اور ابوطالب کا انتقال ہو گیا
تو کفار مکہ نبی ﷺ کو تکلیفیں اور ایذائیں پہنچانے میں بہت جری ہو گئے،
طرح طرح کی تکلیفیں پہنچانی شروع کر دیں، کہیں آپ ﷺ کے سر اقدس پر
خاک اور کیچڑ پھینکا جاتا، راستہ میں کانٹے بچھائے جاتے، گلا گھونٹا جاتا،
گالیاں دی جاتیں، نبی ﷺ کے نام لیواؤں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے
جاتے، ان حالات میں حضرت فاطمہؓ بہت آزردہ اور غمگین ہوتی کہ میرے
باپ کے ساتھ کیا ہو رہا ہے، باپ (محمد ﷺ) تسلی دلاتے میری بچی گھبراؤ
نہیں، خدا تمہارے باپ کو تنہا نہیں چھوڑے گا، بہر حال تبلیغ حق کے دوران
نبی ﷺ نے طرح طرح کی صعوبتوں اور پریشانیوں کا سامنا کیا، حضرت
فاطمہؓ تسلی اور دلاسہ دلاتی رہتی اور تمام تر پریشانیوں میں ہاتھ بٹاتی، ایسا
کبھی نہیں ہوا کہ سیدہ فاطمہؓ باپ کی پریشانیوں کو دیکھ کر رونے بیٹھ گئی ہو اور
رو دھو کر حضور ﷺ کو تبلیغ حق سے منع کر دیا ہو۔

جرأت مندانہ قدم

مشکوۃ شریف میں ایک روایت ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اس
کے راوی ہیں جس میں حضرت فاطمہؓ کی جرأت ودلیری اور عالی ہمتی کا تذکرہ
ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا بیان ہے کہ ایک دن نبی کریم ﷺ خانہ کعبہ
کے قریب نماز پڑھ رہے تھے وہیں خانہ کعبہ کے قریب سرداران قریش کا ایک
گروہ بھی مجلس جمائے بیٹھا تھا جن میں ابوجہل بھی تھا ابوجہل کو شرارت کی
سوجھی اس نے اہل مجلس سے مخاطب ہو کر کہا کہ تم میں کوئی ایسا شخص ہے کہ جو
اٹھ کر جائے اور فلاں محلہ میں اونٹ ذبح ہوا ہے اسکی اوجھ اٹھالائے اور جب

محمد ﷺ سجدہ میں جائیں تو اس اوجھ کو انکی گردن یا پیٹھ پر رکھدے، عقبہ ابن ابی معیط نے کہا کہ یہ کام میں کرونگا بہر حال یہ عقبہ بن ابی معیط محلّہ سے جا کر اونٹ کی اوجھ اٹھالایا اور لاکر حضور اکرم ﷺ کی گردن پر رکھ دی آپ ﷺ سجدہ میں ہیں گردن اور پیٹھ پر اونٹ کی اوجھ ہے ظاہر ہے اونٹ کی اوجھ بڑی وزنی ہوتی ہے آپ ﷺ سجدہ میں پڑے کے پڑے رہ گئے کپڑے اور بدن مبارک غلاظت سے آلودہ ہوگئے اوجھ کے وزنی ہونیکی وجہ سے سر سجدہ سے اٹھ نہیں پارہا ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اس زمانہ میں عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں چرایا کرتے تھے اشرار کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی البتہ دوڑتے ہوئے حضور ﷺ کے گھر پہنچے اور اس واقعہ کی اطلاع دی سیدہ فاطمہؓ یہ خبر سنکر بےچین ہوگئیں دوڑتی ہوئی کعبہ میں پہنچی اور حضور ﷺ کی گردن مبارک سے اوجھ ہٹائی کفار اردگرد کھڑے ہوکر ہنستے اور تالیاں پیٹتے تھے سرور کونین ﷺ کی لخت جگر نے ان مشرکین مکہ کو بہت بددعائیں دیں اور عقبہ بن ابی معیط کو بہت برا بھلا کہا، بخاری و مسلم کی روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بھی نماز سے فارغ ہوکر اشقیائے قریش کے لئے بددعائیں کیں خاص طور پر ان ازلی دشمنوں کا نام لےلیکر بددعائیں کی اے اللہ تو ابوجہل کو عتبہ بن ربیعہ کو اور شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ، امیہ بن خلف، عقبہ بن ابی معیط کو اور عمارہ بن ولید کو ہلاک و برباد فرما، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ جن اشخاص کا نام لیکر آپ ﷺ نے بددعا کی تھی، خدا کی قسم میں نے جنگ بدر کے دن ان کافروں کو ذلت کے ساتھ بدر کے میدان میں پڑا پایا ان کی لاشوں کو گھسیٹ گھسیٹ کر بدر کے کنویں میں ڈال دیا گیا اللہ کے نبی ﷺ نے ان سب کو ملعون قرار دیا۔ (متفق علیہ)

فاطمہؓ کا ابوجہل کے منہ پر طمانچہ مارنا

میرے محترم بزرگو اور دستو! ایک دن ابوجہل نے سیدہ فاطمہؓ کو کسی بات پر تھپڑ ماردیا حضرت فاطمہؓ روتی روتی حضور ﷺ کے پاس گئی اور ابوجہل کی شکایت کی، آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا بیٹی جاؤ اور ابوسفیان کو ابوجہل کی اس حرکت سے آگاہ کردو، وہ ابوسفیان کے پاس گئی اور انکو سارا واقعہ سنایا، ابوسفیان نے ننھی فاطمہؓ کی انگلی پکڑی اور سیدھے وہاں پہنچے جہاں ابوجہل بیٹھا ہوا تھا ابوسفیان نے فاطمہؓ سے کہا کہ بیٹی جسطرح ابوجہل نے تمہارے منھ پر تھپڑ مارا تھا تم بھی اس کے منھ پر تھپڑ ماردو اگر وہ کچھ بولے گا تو میں نپٹ لونگا چنانچہ سیّدہ فاطمۃ الزہراءؓ نے ابوجہل کو تھپڑ مارا اور پھر گھر جاکر حضور ﷺ کو یہ بات بتائی تو آپ ﷺ نے دعا کی الٰہی ابوسفیان کے اس سلوک کو نہ بھولنا حضور ﷺ کی اس دعا کا یہ نتیجہ ہوا کہ چند ہی سال بعد ابوسفیان نعمت اسلام سے مشرف ہوگئے۔

جوانی

میرے محترم بزرگو اور دوستو اور پیاری ماؤ اور بہنو! حضرت فاطمۃ الزہراؓ کا بچپن اور لڑکپن آپکے سامنے آیا شریعت کے مطابق بچپن اور لڑکپن کی زندگی گذاری لڑکپن کے بعد جوانی کا نمبر آتا ہے اور جوانی کے بعد بڑھاپا حضرت فاطمۃ الزہراءؓ کا زمانۂ جوانی اور بڑھاپا ایک ہی ہے اس لئے کہ حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی کل عمر ۳۰ سال کے قریب قریب ہوئی ہے جوانی ہی میں بڑھاپے والے عمل کردکھائے، اکثر وبیشتر آدمی کے اندر زہد وتقویٰ، عجز وانکساری بڑھاپے کی زندگی میں نظر آتے ہیں مگر قربان جایئے حضرت فاطمہؓ کی زندگی پر کہ جنکا بچپن، لڑکپن، جوانی اور بڑھاپا سب یکساں نظر آتے ہیں فاطمہؓ کی

Scanned by CamScanner

زندگی سے حضرت اسماعیل علیہ السلام والا نقشہ یاد آجاتا ہے

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آدابِ فرزندی

حضرت فاطمہؓ کا زہد و فاقہ

دوستو اور بزرگو اور میری پیاری ماؤ اور بہنو! حضرت فاطمہؓ نے اپنی زندگی میں بہت زیادہ مصیبتوں پر صبر کیا تنگیاں آئیں فاقے آئے مگر نبی ﷺ اور اپنے شوہر حضرت علیؓ کی محبت میں سب کچھ برداشت کیا ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ گھر میں موجود تھے، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں، آپ ﷺ نے حضرت فاطمہؓ سے پوچھا کیسے آئی ہو؟ آپؓ نے اپنے دوپٹہ کا ایک پلو کھولا اسکے اندر آدھی روٹی تھی آپؓ نے وہ روٹی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کی اور کہا ابا جان! میں آپ کے لئے اپنی طرف سے تحفہ لائی ہوں۔ آپ ﷺ نے پوچھا فاطمہ کیا بات ہوئی ہے؟ عرض کیا اے اللہ کے نبی ﷺ ہم کئی دنوں سے بھوکے تھے حضرت علیؓ نے کچھ کام کیا اور آٹا لیکر آئے میں نے روٹیاں پکائیں، ایک حسنؓ نے کھائی، ایک حسینؓ نے کھائی، ایک علیؓ نے کھائی، ایک روٹی سائل کو دیدی اور ایک روٹی میرے لئے بچی تھی ابا جان جب میں روٹی کھارہی تھی تو دل میں خیال آیا: فاطمہ تم بیٹھی روٹی کھارہی ہو پتہ نہیں کہ تمہارے ابا حضور ﷺ کو کچھ کھانے کو ملا یا نہیں ملا۔ اسلئے میں نے بقیہ آدھی روٹی کپڑے میں لپیٹی اور آپ ﷺ کی خدمت میں لے آئی ہوں۔ ابا حضور میں آپ ﷺ کو یہ ہدیہ پیش کررہی ہوں اس کو قبول فرمالیجئے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: فاطمہ! مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے آج تین دن گذر گئے تیرے باپ کے پیٹ میں

کھانے کا کوئی لقمہ نہیں گیا۔

فقر و فاقہ کا علاج

میرے محترم دوستو! اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر فقر و فاقہ کے علاج سے متعلق دعا کے عجیب کلمات اپنی لاڈلی بیٹی حضرت فاطمہؓ کو تعلیم فرمائے جس کی تفصیل احادیث میں اسطرح ملتی ہے کہ حضرت فاطمہؓ ایک مرتبہ مسلسل فاقہ سے پریشان ہوکر رسول اللہ ﷺ کے گھر تشریف لائیں اور دروازہ کھٹکھٹایا آپ ﷺ نے حضرت امّ ایمنؓ سے ارشاد فرمایا کہ امّ ایمن دیکھو کیا بات ہے؟ یہ تو فاطمہؓ کے کھٹکھٹانے کی آواز لگ رہی ہے حالانکہ وہ اس وقت نہیں آیا کرتی تھیں۔ تو حضرت فاطمہؓ نے حاضر خدمت ہوکر عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ ملائکہ کی غذا تو تسبیح وتہلیل اور تحمید ہے ہماری غذا کیا ہے؟ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے تیس دن سے آلِ محمد ﷺ کے گھر میں چولہا نہیں جلا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے (پورا دکھڑا) سنکر ارشاد فرمایا کہ میرے پاس بکریاں (تقسیم کے لئے) آئی ہیں اگر کہو تو تمہیں پانچ بکریاں عطا کردوں اور چاہو تو (پانچ بکریاں نہ دیکر) وہ عجیب پانچ کلمات تمہیں سکھادوں جو مجھے حضرت جبرئیلؑ نے سکھائے ہیں۔ حضور ﷺ کے اس ارشاد کو سنکر حضرت فاطمہؓ کہنے لگیں (اب تو مجھے وہ پانچ بکریاں نہیں چاہئیں) بلکہ وہ پانچ کلمات مجھے سکھادیجئے جو حضرت جبرئیلؑ نے آپ ﷺ کو سکھائے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہو (وہ پانچ کلمات یہ ہیں) يَا اَوَّلَ الْاَوَّلِيْنَ، يَا آخِرَ الْآخِرِيْنَ، يَا ذَا الْقُوَّةِ الْمَتِيْنِ، يَا رَاحِمَ الْمَسَاكِيْنِ، يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ. حضرت فاطمہؓ کہتی ہیں بس میں ان پاکیزہ کلمات کو لیکر رسول اللہ ﷺ کے پاس سے واپس ہوئی

Scanned by CamScanner

تو اپنے گھر میں حضرت علیؓ کے پاس پہنچی۔ حضرت علیؓ نے پوچھا کیا قصہ پیش آیا؟ حضرت فاطمہؓ نے ارشاد فرمایا کہ میں گئی تو تھی آپ ﷺ کے پاس دنیا طلب کرنے کے لئے اور آئی ہوں آخرت کی (عظیم) دولت لیکر تو حضرت علیؓ نے ارشاد فرمایا بہت اچھا کیا۔

آنحضور ﷺ کو فاطمہؓ سے محبت

میری ماؤ اور بہنو! جسطرح حضرت فاطمہؓ کو نبی ﷺ سے انتہائی درجہ کی محبت تھی اسی طرح نبی ﷺ کو بھی اپنی بیٹی سے اعلیٰ درجہ کی محبت تھی چنانچہ جب کبھی آپ ﷺ سفر میں جاتے تو حضرت فاطمہؓ کو مل کر جاتے اور جب سفر سے واپس آتے تو سب سے پہلے حضرت فاطمہؓ سے ملتے۔

حضرت فاطمہؓ کی فضیلت

دوستو! آنحضرت ﷺ کی آمد ورفت اس بات کی طرف مشیر ہے کہ آپ ﷺ اپنی بیٹی سے بہت زیادہ محبت فرماتے تھے چنانچہ مشکوۃ شریف میں تفصیلی روایت موجود ہے جسکا خلاصہ یہ ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مرض الموت سے کچھ ہی پہلے ہم ازواج مطہرات نبی ﷺ کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں کہ حضرت فاطمہؓ آئیں انکی چال ڈھال نبی ﷺ کی چال ڈھال کی طرح تھی دونوں کی چال میں کوئی امتیاز نہیں کر سکتا تھا بہر حال آنحضرت ﷺ نے جب فاطمہؓ کو آتے ہوئے دیکھا تو فرمایا میری بیٹی مرحبا! پھر آپ ﷺ نے انکو اپنے پاس بیٹھا لیا چپکے چپکے ان سے باتیں کیں اتنے میں فاطمہؓ رونے لگیں اور زور زور سے رونے لگیں آپ ﷺ نے دیکھا کہ فاطمہؓ بہت رنجیدہ ہوگئیں تو آپ ﷺ نے پھر دوبارہ آہستہ آہستہ کچھ باتیں کیں فاطمہؓ ایک دم کھل کھلا کر ہنسنے لگی جب رسول اللہ ﷺ استنجاء کیلئے یا نماز پڑھنے کیلئے چلے

گئے تو حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے فاطمہؓ سے پوچھا کہ آنحضرت ﷺ چپکے چپکے کیا باتیں کر رہے تھے فاطمہؓ نے کہا کہ آنحضرت ﷺ کا راز میں افشا کرنیوالی نہیں ہوں حضرت عائشہؓ خاموش ہوگئیں اور فاطمہؓ کو مجبور نہیں کیا جب آنحضرت ﷺ کا انتقال ہوگیا تو حضرت عائشہؓ نے فاطمہؓ سے کہا کہ میرا تعلق تم سے ایک ماں ہونیکا بھی ہے اور دینی اخوت اور باہمی محبت کا بھی ہے بہر حال میرا تعلق جو تجھ سے ہے اسکا واسطہ اور قسم دیکر پوچھنا چاہتی ہوں کہ مرض الموت میں نبی ﷺ نے جو چپکے چپکے تم سے سرگوشی کی تھی وہ کیا تھی؟ فاطمہؓ بولی کہ اب نبی ﷺ تشریف لے جا چکے، پردہ فرما گئے اب اس راز کے ظاہر کرنے میں کوئی حرج اور مضائقہ نہیں ہے اب میں بتاتی ہوں جو آنحضور ﷺ نے پہلی مجھ سے سرگوشی کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جبرئیل مجھ سے سال بھر یعنی رمضان میں ایک مرتبہ دور فرماتے تھے اور اس سال دو مرتبہ دور فرمایا ہے اسکا مطلب میں نے یہ نکالا کہ میری موت کا وقت قریب آ گیا پس اے فاطمہؓ میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ تقویٰ پر قائم رہنا اللہ کی عبادت میں مشغول رہنا تمام مشقتوں کو برداشت کرنا خصوصاً میری موت کے سانحہ پر صبر کرنا میں تیرے لئے بہترین پیش رو ہوں اس بات کو سنکر میں رونے لگی تھی آپ ﷺ نے جب مجھ کو بہت زیادہ مضطرب اور بے صبر پایا تو دوبارہ سرگوشی کی اور یوں فرمایا کہ اے فاطمہ کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہو کہ تم جنت میں تمام عورتوں کی یا اس امت کی عورتوں کی سردار بنائی جاؤ یہ سنکر میں ہنسنے لگی بہر حال حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو حضرت فاطمہؓ سے انتہا درجہ کی محبت تھی۔

Scanned by CamScanner

فاطمہؓ جان کا ٹکڑا

چنانچہ مشکوۃ شریف کی ایک حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا فاطمہؓ میرے گوشت کا ٹکڑا ہے جس نے فاطمہؓ کو خفا کیا مجھ کو خفا کیا جو چیز فاطمہؓ کو بری معلوم ہوتی ہے وہ مجھے بھی بری معلوم ہوتی ہے اور جو چیز فاطمہؓ کو دکھ دیتی ہے وہ مجھے بھی دکھ دیتی ہے، دوستو! جسطرح بیٹی سے محبت کرتے ہیں اسی طرح اسکی اولاد سے بھی محبت کرنی چاہیئے۔

حضرات حسنین سے محبت

چنانچہ حضرت فاطمہؓ کے دونوں بیٹے حسنؓ اور حسینؓ نبی ﷺ کو بہت محبوب تھے ان دونوں کے بارے میں فرماتے تھے:

ھماریحانی من الدنیا. کہ یہ دونوں میری دنیا کے دو پھول ہیں۔

بہشت کے جوانوں کے سردار

امام ترمذیؒ نے حضرت ابوسعید خدریؓ کے حوالہ سے روایت نقل کی ہے فرمایا نبی ﷺ نے حسنؓ اور حسینؓ دونوں بہشت کے جوانوں کے سردار ہیں جمعہ کے خطبہ میں بھی اکثر خطیب لوگ پڑھتے ہیں قال رسول الله ﷺ اَلْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ.

بیٹی کی تربیت

برادران اسلام شریعت اسلامیہ نے اولاد سے محبت کرنے کے لئے بھی کہا ہے اور اولاد کی تعلیم وتربیت پر بھی زور دیا ہے چنانچہ ہمارے نبی ﷺ نے بتلایا ہے کہ اولاد سے بھی محبت کرو اور اولاد کی اولاد، پوتوں اور نواسوں سے بھی محبت کرو اور تعلیم وتربیت میں بھی سب کا خیال رکھو اسی لئے

نبی ﷺ تعلیم وتربیت میں غفلت اور سستی سے کام نہیں لیتے تھے ایک دفع اپنی بیٹی سے فرمایا اے فاطمہ تو اس گھمنڈ میں نہ رہنا کہ حضور کی بیٹی ہوں اگر فاطمہ بنت محمد چوری کریگی تو اس کا بھی ہاتھ کاٹا جائیگا گویا کہ فاطمہ خلاف شریعت کام کریگی تو اس کو بھی سزا دی جائیگی کل آخرت میں اس سے بھی باز پرس ہوگی ایک موقع پر نبی ﷺ نے فرمایا فاطمہ بنت محمد میرے مال میں سے جو کچھ چاہے مانگ لے میں دونگا لیکن خدا کے کسی عذاب سے میں تجھکو بھی نہیں بچا سکتا۔ (مشکوۃ)

فجر کی نماز پڑھکر بلا عذر سونا منع ہے:۔

گاہے گاہے حضرت نبی کریم ﷺ اپنی بیٹی کی تربیت فرماتے رہتے تھے چنانچہ حضرت فاطمہؓ فرماتی ہے کہ ایک روز صبح کو میں سوئی ہوئی تھی رسول اللہ میرے پاس سے گزرے تو آپ ﷺ نے اپنے پاؤں سے مجھے ہلا کر فرمایا اے میری پیاری بچی کھڑی ہو جا، پرور دگار کی روزی کے پاس حاضر ہو غافلین میں سے مت ہو اللہ تعالی صبح صادق اور آفتاب نکلنے کے درمیان لوگوں کی روزیاں تقسیم کرتا ہے۔

دوستو! صبح کے وقت میں تمام چیزیں اپنی اپنی زبان میں خدا کی تسبیحات اور حمد وثنا بیان کرتی ہیں اس لئے انسان کو ذکر الٰہی سے غافل نہ رہنا چاہیے صبح کو سونے سے آدمی کی روزی سلب ہو جاتی ہے نبی ﷺ کا ارشاد ہے

نوم الصبح يمنع الرزق. صبح کا سونا رزق سے محروم کر دیتا ہے

(احمد جلد ۱ ص ۷۳)

اولاد کو نرمی سے سمجھانا

دوستو! نبی ﷺ کے طرز معاشرت سے پتہ چلتا ہے کہ بچوں کی

Scanned by CamScanner

حرکتوں کی وجہ سے ایک دم جذبات میں نہ آنا چاہئے بلکہ ٹھنڈے دل سے سمجھانا چاہئے اوران کی باتوں پر غور کرنا چاہئے صحیح بخاری میں ہے کہ ایک دن رسول کریم ﷺ اپنے داماد حضرت علیؓ کے یہاں پہونچے حضرت فاطمہؓ تنہا تھی حضرت علیؓ نہیں تھے آنحضرت ﷺ نے پوچھا کہ بیٹی حضرت علیؓ کہاں ہیں؟ بیٹی نے کہا کہ میرے اور انکے درمیان کچھ نوک جھوک ہوگئی، بگڑ کر کہیں چلے گئے، یہاں انہوں نے قیلولہ بھی نہیں کیا، نبی ﷺ نے ایک آدمی سے کہا کہ دیکھ کر آؤ اس نے بتایا کہ مسجد کی دیوار سے لگے سور ہے ہیں نبی ﷺ نے دیکھا کہ وہ چت لیٹے ہیں، پہلو سے چادر بھی ہٹ گئی تھی اور جسم پر مٹی لگی ہوئی تھی، نبی ﷺ انکی پیٹھ سے مٹی جھاڑتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے اُٹھ ابوتراب اُٹھ ابوتراب حضور ﷺ حضرت علیؓ کو اپنے ساتھ گھر لائے اور دونوں میاں بیوی میں صلح کرادی کتنے پیار سے نبی ﷺ اپنے داماد سے باتیں کررہے تھے، دوستو! پیار ہی میں تربیت مضمر ہے جو کام پیار سے نکل سکتا ہے سختی سے نہیں محبت و پیار سے جو چیزیں سمجھائی جاتی ہیں وہ دیرپا قائم رہتی ہیں چنانچہ اللہ کے نبی ﷺ نے حضرت فاطمہ کو تسبیح سکھلائی اس کا اثر یہ ہیکہ وہ تسبیح آج تک پڑھی جارہی ہے اس پر مجھے ایک قصہ یاد آیا۔

قصہ تسبیح فاطمہؓ

حضرت علیؓ نے اپنے ایک شاگرد سے فرمایا کہ میں تمہیں اپنا اور فاطمہ کا جو حضور ﷺ کی سب سے زیادہ لاڈلی بیٹی تھی قصہ سناؤں؟ شاگرد نے کہا ضرور۔ فرمایا کہ وہ اپنے ہاتھ سے چکی پیستی تھیں جسکی وجہ سے ہاتھ میں نشان پڑگئے تھے اور گھر کی جھاڑو وغیرہ بھی خود ہی دیتی تھیں جس کی وجہ سے کپڑے میلے کچیلے رہتے تھے۔

ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ کے پاس کچھ غلام اور باندیاں آئیں میں نے فاطمہؓ سے کہا کہ تم بھی جا کر حضور ﷺ سے ایک خدمت گار مانگ لو تا کہ تم کو کچھ مدد مل جاوے وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں وہاں مجمع تھا اور شرم مزاج میں بہت زیادہ تھی اس لئے شرم کی وجہ سے سب کے سامنے باپ سے بھی مانگتے ہوئے شرم آئی اور واپس آگئیں دوسرے دن حضور ﷺ خود تشریف لائے ارشاد فرمایا کہ فاطمہؓ تم کل کس کام کے لئے گئی تھیں؟ وہ شرم کی وجہ سے چپ ہوگئیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ انکی یہ حالت ہے کہ چکی کی وجہ سے اور مشک کی وجہ سے سینہ پر رسّی کے نشان ہوگئے ہر وقت گھر کے کام کاج کی وجہ سے کپڑے میلے رہتے ہیں میں نے ان سے کل کہا تھا کہ آپ ﷺ کے پاس خادم آئے ہوئے ہیں ایک تو بھی مانگ لے اس لئے گئی تھیں بعض روایات میں آیا ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ میرے اور علی کے پاس ایک ہی بستر ہے اور وہ بھی مینڈھے کی ایک کھال کا ہے رات کو اس کو بچھا کر سوجاتے ہیں صبح کو اسی پر گھاس دانہ ڈالکر اونٹ کو کھلاتے ہیں۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا بیٹی صبر کر و حضرت موسیٰؑ اور انکی بیوی کے پاس دس برس تک ایک ہی بچھونا (بستر) تھا وہ بھی حضرت موسیٰؑ کا چوغہ تھا رات کو اس کو بچھا کر سوجاتے تھے لہذا تو تقوی حاصل کر اور اللہ سے ڈر اور اپنے پروردگار کا فریضہ ادا کرتی رہ اور گھر کے کاروبار کو ادا کرتی رہ اور جب سونے کے واسطہ لیٹا کرے تو سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ الحمد للہ ۳۳ مرتبہ اور اللہ اکبر ۳۴ مرتبہ پڑھ لیا کر، یہ خادم سے اچھی چیز ہے، حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا میں اللہ اور اس کے رسول سے راضی ہوں (موطا) یعنی جو اللہ کی اور اس

Scanned by CamScanner

کے رسول کی رضا میرے بارے میں ہو مجھکو بخوشی منظور ہے یہ تھی زندگی دوجہاں کے بادشاہ کی بیٹی کی، آج ہم لوگوں میں سے کسی کے پاس دو پیسے ہوجائیں تو اس کے گھر والے گھر کا کام کاج تو در کنار اپنا کام بھی نہیں کر سکتے بیت الخلاء میں لوٹا بھی خادمہ رکھ کر آتی ہے اس واقعہ میں جو اوپر ذکر کیا گیا ہے صرف سونے کے وقت کا ذکر ہے دوسری حدیثوں میں ہر نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ یہ تینوں کلمے اور ایک مرتبہ لاالہ الااللہ وحدہ لاشریك لہ الملك ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر بھی آیا ہے۔

میاں بیوی کے درمیان تلخیاں

میرے محترم بزرگو اور دوستو گرامی قدر ماؤ بہنو! آج کل میاں بیوی کے درمیان معمولی معمولی بات پر تلخیاں پیدا ہوجاتی ہیں اس سے آپا نہ کھونا چاہئے بلکہ تعلقات کو برقرار رکھنے کیلئے ہمیں بھرپور مخلصانہ کوشش کرنی چاہئے آنحضرت ﷺ کی زندگی ہمارے لئے مکمل طور پر قابل تقلید ہے اس لئے ہمیں ازدواجی زندگی کے اس پہلو کو بھی نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ سے سمجھنے کی کوشش کرنی چاہئے چنانچہ حضرت فاطمہ حضور ﷺ کی چہیتی بیٹی تھی اور آپ ﷺ اپنے جگر کا ٹکڑا اور جنتی عورتوں کی سردار کہا کرتے تھے انکی شادی حضرت علیؓ سے ہوئی تھی جو عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں اتنے عظیم مرتبہ پر فائز ان شخصیات کے درمیان بھی کبھی کبھار تلخیاں پیدا ہوجایا کرتی تھیں مگر وہ لوگ صلح کرلیتے تھے سیرت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک بار حضرت علیؓ اور فاطمہؓ کے درمیان کسی بات پر جھگڑا ہوگیا تو حضرت فاطمہؓ اپنے شفیق باپ کی خدمت میں پہونچی پیچھے پیچھے دامادِ رسول حضرت علیؓ بھی گھبرائے ہوئے پہونچے اور دروازے کی آڑ میں ہوگئے سوچنے لگے خدانخواستہ اللہ کے رسول

ناراض ہوگئے تو دین و دنیا دونوں تباہ ہوجائیں گے حضرت فاطمہؓ نے حضور ﷺ سے اپنے شوہر کی شکایت کی اور زار و قطار رونے لگیں لیکن آپ ﷺ نے جو ردعمل ظاہر کیا وہ ہماری سوچ کے بالکل برعکس ہے، گھر بسانے والا رویہ تھا آپ ﷺ نے جب بیٹی کو اسطرح روتے دیکھا تو دل بھر آیا آبدیدہ ہوگئے بیٹی کو سمجھاتے ہوئے آپ ﷺ نے کہا بیٹی میں نے تیرا نکاح ایسے شخص سے کیا ہے جو قریش کے نوجوانوں اور اسلام لانے والوں میں سب سے افضل ہے، بیٹی! میاں بیوی میں ایسی باتیں کبھی کبھار ہوہی جایا کرتی ہیں اس لئے میری بیٹی یہ کیسے ممکن ہے کہ مرد ہمیشہ سارے کام عورت کی مرضی ہی کے مطابق کرے اور اپنی بیوی کو کچھ بھی نہ کہے جاؤ اپنے گھر جاؤ خدا تمھیں خوش اور آباد رکھے اور میں تم دونوں کو خوش دیکھ کر اپنی آنکھوں کو ٹھنڈی رکھوں ، چنانچہ حضرت فاطمہؓ جب رخصت ہوئیں تو حضرت علیؓ کا دل بھر آیا آڑ سے نکل کر سامنے آگئے آنکھوں میں آنسو تھے، رقت کے انداز میں حضرت فاطمہؓ سے کہا خدا کی قسم آئندہ تم کبھی ایسی بات نہ دیکھوگی جس سے تمہارے نازک دل کو ٹھیس پہنچے، بہرحال حضرت فاطمہؓ کا دل بھر آیا اور کہنے لگیں کہ غلطی تو میری تھی پھر دونوں خوشی خوشی گھر لوٹ آئے۔ قربان جائیے اللہ کے رسول ﷺ اور انکی بیٹی اور انکے داماد حضرت علیؓ کی نرم دلی اور شفقت و محبت پر کہ اپنے گھروں کے مسئلے کتنی خوبصورتی کے ساتھ حل کرلیا کرتے تھے یہ واقعات ہمیں سبق دیتے ہیں کہ ہم اپنا معاشرہ اچھے سے اچھا بنانیکی فکر کریں اور اگر کبھی آپس میں نوک جھونک ہوجائے تو جلدی ہی ایک دوسرے سے صلح صفائی کرلیا کریں۔

گھر کا ماحول اسلامی بنائیں

دوستو! اسلام دشمن تحریکیں اور تنظیمیں اپنے اپنے مفاد کے پیش نظر

Scanned by CamScanner

عالمی پیمانے پر پوری دنیا کے مسلمانوں کے اندر الحاد ولادینیت اور عریانیت وفحاشیت کو عام کرنے اور اسلامی تہذیب وثقافت کو مٹانیکی کوشش کررہی ہیں ۔عصر حاضر میں انکے اندر مزید تیزی آگئی ہے اس کے لئے وہ متعدد ترکیبیں اور تدبیریں اختیار کررہی ہیں مثلاً ویڈیو، ٹیلی ویژن، ریڈیو، آڈیو کیسیٹ اور مخرب اخلاق کتابوں وغیرہ کے ذریعہ اسلامی تعلیمات اور اسلامی تہذیب وثقافت کو برباد کرنا چاہتے ہیں، سب سے زیادہ تکلیف دہ امر یہ ہے کہ اکثر مسلم گھرانوں میں تمام مخرب اخلاق اور گندہ ذہنیت چیزیں سرایت کررہی ہیں، بہت سے مسلم گھرانے اس قسم کے ہیں کہ مسلمان ہونے کے باوجود کلمہ توحید لا الہ الا اللہ تک یاد نہیں، ہاں اگر فلم یا سیریل کی کہانی پوچھی جائے تو وہ من وعن نقل کرنے میں ذرہ برابر بھی جھجک محسوس نہیں کریں گے۔

ماں کی ذمہ داری

دوستو! ہمارے بچوں کی تربیت کی تعمیر وتخریب میں ماں کی ذمہ داری بہت اہم ہوتی ہے کیونکہ وہی نسل انسانی کی مربیہ ہوتی ہے پورے خاندان اور معاشرہ کے بناؤ اور بگاڑ کا دارومدار اسی پر ہوتا ہے بخاری شریف کی روایت ہے اللہ تعالی کے نبی ﷺ نے فرمایا عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کی اولاد کی نگراں ہے اور اس سے اولاد کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی (بخاری ومسلم)

اسی لئے میری ماؤں اور بہنوں کو چاہئے کہ وہ اپنی زندگی امہات المؤمنین، حضرات صحابیات اور صالحات کے مطابق بنانیکی کوشش کریں۔ان جیسے اخلاق وکردار اپنے اندر پیدا کریں اور حضرت فاطمہؓ کی زندگی کا مطالعہ کریں۔

فاطمہؓ کا پردہ

اعتقادات، عبادات، معاملات اور معاشرت کے ہر ہر پہلو پر غور کریں ہمارے معاشرہ میں آج پردہ بس نام کا رہ گیا ہے، میں آپ کے سامنے حضرت فاطمہؓ کے پردہ کا تذکرہ کروں، میری پیاری بہنو اللہ تعالی نے سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ کو عجیب قسم کی حیا اور پردہ عطا فرمایا تھا ایک دفعہ چاند کی پہلی تاریخ تھی نبی کریم ﷺ کے یہاں نبی ﷺ کی بیٹی فاطمہ تشریف لائیں پوچھا فاطمہ کیا تم نے چاند دیکھا ہے؟ عرض کیا اللہ کے نبی ﷺ میں نے چاند نہیں دیکھا، فرمایا بیٹی تم نے کیوں نہیں دیکھا وہ خاموش رہ گئیں۔ نبی کریم ﷺ نے دوبارہ پوچھا اسکی کیا وجہ ہے؟ تو بیٹی نے کہا اے ابا جان آج پہلی کا چاند ہے سب لوگ چاند کی طرف دیکھ رہے ہیں اگر میں بھی دیکھوں گی تو میری نگاہیں اور غیر محرم مردوں کی نگاہیں چاند کے اوپر اکٹھی ہونگی میں نے اس بات کو شرم وحیا کے خلاف پایا، اسلئے میں نے آج چاند نہیں دیکھا۔ سبحان اللہ، اللہ تعالی ہمیں بھی ایسی بیٹیاں عطا کرے جن میں ایسی حیا ہو ایسا پردہ ہو۔

پسندیدہ عورت کون

اسی پر ایک واقعہ مجھکو یاد آیا حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرات صحابہؓ میں عورت کی بہترین صفت کے بارے میں بات چل رہی تھی کوئی کچھ کہہ رہا تھا اور کوئی کچھ کہہ رہا تھا حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ میں مجلس سے اٹھ کر فاطمۃ الزہراء کے پاس آیا اور انکو بتایا کہ آج مسجد میں اس عنوان پر بات ہو رہی تھی کہ عورتوں میں بہترین صفت والی عورت کون ہے؟ حضرت فاطمہؓ نے کہا کہ میں بتاؤں کون ہے؟ علیؓ نے کہا ہاں بتلائیے، فاطمہؓ نے

Scanned by CamScanner

کہا کہ اللہ تعالی کے نزدیک عورتوں میں سب سے پسندیدہ عورت وہ ہے جو نہ کسی غیر محرم کی طرف دیکھے اور نہ کوئی غیر محرم اس کو دیکھ سکے یعنی اتنی باحیا ہو کہ اسکی اپنی نگاہیں بھی غیر محرم پر نہ پڑیں اور اتنی پردہ دار ہو کہ غیر محرم بھی اسکو نہ دیکھ سکے۔ جب انہوں نے یہ بتلایا تو حضرت علیؓ مسجد میں تشریف لائے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے محبوب ﷺ فاطمہؓ نے اللہ کی پسندیدہ عورت کی دو صفتیں بتلائی ہیں تو جب انہوں نے یہ صفتیں بیان کی نبی ﷺ مسکرائے اور فرمایا فاطمة بضعة منی. فاطمہؓ تو میرے دل کا ٹکڑا ہے۔ معلوم ہوا کہ عورت خود پردہ دار ہو کہ غیر محرم اسکو نہ دیکھ سکے اور خود بھی غیر محرم کو نہ دیکھنے والی ہو یہ عورت اللہ رب العزت کی پسندیدہ عورت ہے۔

فاطمہؓ کا جذبۂ عبادت

پہلے زمانہ کی عورتیں بڑی دیندار ہوتی تھیں عجیب منظر نظر آتے تھے، عورتیں بچوں کو دودھ پلا رہی ہیں سورۂ یٰس شریف کی تلاوت کر رہی ہیں روٹیاں پکاتی پکاتی قرآن پڑھ رہی ہیں شام کے وقت بچوں کو گود میں لیکر سورۂ واقعہ کی تلاوت کر رہی ہیں آج سورج نکل جاتا ہے مگر بچہ سویا ہوا ہے خود ماں بھی سو رہی ہے اسی طرح بعض عورتیں دن کے اندر کام کاج میں مصروف ہیں جب رات آئی تو مصلّی (جائے نماز) پر پہونچ جاتی ہیں، حضرت فاطمہؓ کے بارے میں آتا ہے کہ سردیوں کی لمبی رات تھی عشاء کی نماز پڑھ کر دو رکعت نفل کی نیت باندھ لی طبیعت میں ایسا سرور تھا ایسا مزہ آرہا تھا کہ ساری رات قرآن پڑھتی رہیں حتی کہ جب سلام پھیرا تو دیکھا کہ صبح کا وقت ہونے کو ہے

تو رونے بیٹھ گئی اور دعا کرنے لگی کہ اے اللہ تیری راتیں بھی چھوٹی ہوگئیں کہ میں دو رکعت کی نیت باندھی اور تیری رات ختم ہوگئی یہ تھا نبی ﷺ کی بیٹی کا جذبۂ تلاوت، آج ہماری مائیں بہنیں ایسی ہیں کہ قسمت والیوں کو ہی پانچ وقت کی نماز پڑھنے کی توفیق ہوتی ہے اللہ تعالی ہمارے حال پر رحم فرمائے اور فاطمہؓ جیسا ایمانی جذبہ عطا فرمائے۔

حضرت فاطمہؓ کی وفات اور ہمارے لئے سبق

میری ماؤ اور بہنو! حضرت فاطمہؓ نے ایسی زندگی گذار کر دکھائی کہ اس میں اللہ کا بھی حق ادا کیا، نبی ﷺ کا بھی حق ادا کیا اور اپنے شوہر اور بچوں کا بھی حق ادا کیا۔ جس دن آپ کی وفات ہوئی اس دن جب صبح صبح حضرت علیؓ گھر میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ حضرت فاطمہؓ رو رہی ہیں چکی پیسنے کی تیاری ہے پاس میں پانی گرم ہو رہا ہے اور کپڑے رکھے ہوئے ہیں جنکو دھونا ہے حضرت علیؓ کو تعجب ہوا کہ آج آخر یہ صبح صبح کیسی تیاری ہے پوچھا فاطمہ کیا بات ہے کیوں رو رہی ہو اور یہ سب تیاری کیسی ہے فرمایا علی آج میرا آخری دن ہے میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میرے ابا مجھے ڈھونڈ رہے ہیں اور مجھے بتایا ہے کہ بیٹی آج تم میرے پاس افطار کروگی اس لئے میں آٹا پیس کر کپڑے دھو کر اور اپنے بچوں کو نہلا کر جانا چاہتی ہوں تاکہ میرے مرنے کے بعد تمہیں کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلانا پڑے مجھے تمہارا بھی حق ادا کرنا ہے اور اپنے بچوں کا بھی حق ادا کرنا ہے۔ حضرت فاطمہؓ کو بخار ہو جاتا ہے جوں جوں وقت گذرتا ہے طبیعت زیادہ بگڑنے لگتی ہے شام کا وقت ہو جاتا ہے حضرت فاطمہؓ کو یقین ہو جاتا ہے کہ اب انتقال ہونے

Scanned by CamScanner

والا ہے حضرت فاطمہؓ اپنے شوہر کو قریب بٹھاتی ہیں اور وصیت کرتی ہیں کہ علی میرے والد نے مجھ سے کہا تھا کی بیٹی پردہ میں رہنا میں نے زندگی میں اس حکم کو پورا کیا کہ آج تک میرے بدن کو کسی غیر محرم نے نہیں دیکھا اس لئے میں چاہتی ہوں کہ مرنے کے بعد بھی میرے بدن کو غیر آدمی نہ دیکھے لہذا میرے جنازہ کی کسی کو خبر نہ دینا یہ وصیت کر کے حضرت فاطمہؓ دنیا سے رخصت ہو جاتی ہیں اور پھر وہ عجیب و غریب منظر تھا جب حضرت فاطمہؓ کا جنازہ اٹھا چھ مہینے پہلے پیارے نبی ﷺ کا جنازہ اٹھا تھا اس وقت پورے مدینہ نے غم منایا تھا مگر آج بیٹی کا جنازہ اٹھتا ہے تو عجیب بات ہے کہ ایک پایا حضرت علیؓ کے کندھے پر ہے دوسرے پائے کو حضرت حسنؓ نے کندھے پر رکھا اور تیسرے پایہ کو حضرت حسینؓ نے اٹھایا، چوتھے پایہ کو کندھا دینے کے لئے کوئی موجود نہیں ہے اچانک ایک صحابی نظر آتے ہیں حضرت ابوذر غفاریؓ، حضرت علیؓ فرماتے ہیں آپ کو خدا نے بھیجا ہے آج رسول ﷺ کی لاڈلی بیٹی فاطمہؓ کا انتقال ہو گیا ہے تم چوتھے پایہ کو کندھا دیدو جنازہ چلتا ہے باپ بیٹے رو رہے ہیں انکا رونا دیکھ کر حضرت ابوذر غفاریؓ بھی روتے ہیں۔ حضرت فاطمہؓ کی میت جب قبر میں رکھی جاتی ہے تو حضرت ابوذر غفاریؓ فرط جوش میں قبر کے ساتھ بات کرنا شروع کر دیتے ہیں قبر سے کہتے ہیں: يَاقَبْرُ اَتَدْرِىْ مَنِ الَّتِىْ جِئْنَا بِهَا اِلَيْكِ هٰذِهٖ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ هٰذِهٖ زَوْجَةُ عَلِىٍّؓ هٰذِهٖ اُمُّ الْحَسَنَيْنِ اے قبر تجھے معلوم ہے کہ ہم تیرے پاس کس کا جنازہ لیکر آئے ہیں؟ یہ وہ ہے جس کو رسول ﷺ کی بیٹی کہا جاتا ہے یہ وہ ہے جسکو علیؓ کی بیوی اور حسنین کی ماں کہا جاتا ہے؟ روایت میں آتا ہے کہ قبر کے اندر سے آواز آتی ہے دوستو بڑے ہی دل

دہلانے والی آواز ہے کان کھول کر سنیں قبر کہتی ہے: يَا اَبَاذَر لَيْسَ بِنْتَ نَسَبٍ وَلَا حَسَبٍ. اے ابوذر یہاں خاندان مت بتاؤ یہاں رشتے ناطے مت گناؤ بلکہ یہ بتاؤ کہ اچھے عمل کر کے آئے ہو یا برے عمل کر کے آئے ہو۔ دوستو یہ جملے حضرت فاطمہؓ کے لئے نہیں تھے وہ تو بخشی بخشائی اور اللہ کی پیاری بندی تھیں بلکہ یہ جملے ہمارے لئے ہماری ماؤں اور بہنوں کے لئے تھے کہ جب جنازہ آ گیا تو اب یہ مت بتاؤ کہ تمہارا خاندان قبیلہ کیا تھا تمہارے پاس گاڑی تھی، بنگلہ تھا، کس زمین اور کس خطہ میں رہتے تھے بلکہ اب تو اگر خدا اور رسول ﷺ کی مان کر آئے ہو تو قبر تمہارے لئے جنت کا باغ ہے اور اگر نافرمانی کر کے آئے ہو تو اللہ تعالی حفاظت فرمائے وہ جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے میں اپنی ماؤں بہنوں سے کہتا ہوں کہ کیا آج ہمارے اندر ایسی حیا اور شرم پائی جاتی ہے جیسی کہ رسول ﷺ کی لاڈلی بیٹی حضرت فاطمہؓ کے اندر تھی، کیا ان جیسی صفات ہماری زندگی میں ہیں اگر نہیں تو ہمیں فکر کرنی چاہئے اور اپنی زندگی کی اصلاح کرنی چاہئے اسی میں دونوں جہاں کی کامیابی ہے۔

دوستو! میں نے شروع خطبہ میں ایک آیت پڑھی تھی يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ. اس آیت میں اللہ تعالی اہل ایمان کو خطاب فرما رہے ہیں پوری دنیا کے مؤمنوں کو خطاب کیا جا رہا ہے اے ایمان والو تم اپنی آوازوں کو نبی ﷺ کی آواز پر بلند مت کرو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے پر بڑھ چڑھ کر بولتے ہو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال بیکار ہو جائیں اور تم کو شعور

بھی نہ ہو، تمہیں پتہ بھی نہ چلے اس لئے دوستو ادب واحترام کو مت
چھوڑو، ادب سے خدا ملتا ہے۔

از خدا خواہیم توفیق ادب
بے ادب محروم گشت از لطف رب

با ادب با نصیب، بے ادب بے نصیب

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حسن اخلاق والی زندگی نصیب فرمائے
آمین، آمین، آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین.

اہمیت علم

فلو لا نفر من کل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا فی الدين ولينذروا قومهم اذا رجعوا اليهم لعلهم يحذرون.

ترجمہ: سو ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ ان کی ہر ہر بڑی جماعت میں سے ایک ایک چھوٹی جماعت جہاد میں جایا کرے، اور باقی ماندہ لوگ آپ سے اور علماء سے دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرتے رہیں، تاکہ یہ لوگ اپنی قوم کو جبکہ وہ ان کے پاس واپس آئیں تو ان کو ڈرائیں تاکہ وہ برے کاموں سے بچتے رہیں۔

امام قرطبیؒ نے فرمایا یہ آیت طلب علمِ دین کی اصل اور بنیاد ہے اور غور کیا جائے تو اسی آیت میں علم دین کا اجمالی نصاب بھی بتلا دیا گیا ہے اور علم حاصل کرنے کے بعد عالم کے فرائض بھی واضح کر دیئے گئے ہیں۔

Scanned by CamScanner

علم سیکھو علم کی دیکھو بہار
تم سے خوش ہو جائے گا پروردگار

علم کی فضیلت اوراس کے آداب

الحمد لله و كفى وسلام على عباده الذين اصطفى امابعد.

فاعوذ بالله من الشيطن الرجيم

بسم الله الرحمن الرحيم

والله اخرجكم من بطون امهتكم لاتعلمون شيئا وجعل لكم السمع والابصار والافئدة لعلكم تشكرون.(سورہ نحل)

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
علم ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

لاعلم بچہ

لائق صد احترام حضرات اساتذۂ کرام اور عزیز طلباء! آج کی اس نورانی مجلس میں اس مناسبت سے کہ آپ علم وعمل کے مرکز میں لائق اور قابل اساتذہ کی زیر نگرانی تعلیم میں مشغول ہیں، قرآن پاک کی یہ آیت پڑھی:

والله اخرجكم من بطون امهتكم لاتعلمون شيئا.

اللہ تبارک وتعالی نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹ سے اس حالت میں نکالا کہ تم کچھ بھی نہیں جانتے تھے، یعنی جب ماں کے پیٹ سے بچہ پیدا

Scanned by CamScanner

ہوتا ہے تو وہ کسی چیز کو بھی نہیں جانتا، وہ ماں کو بھی نہیں جانتا، باپ کو بھی نہیں جانتا، دودھ پینا بھی نہیں جانتا، پیشاب کی گندگی سے بچنا بھی نہیں جانتا، ماں کو ماں کہنا بھی نہیں جانتا تھا:

هل اتى على الانسان حين من الدهر لم يكن شيئا مذكورا.

انسان کے اوپر ایک زمانہ ایسا گذرا ہے کہ جس میں وہ قابل ذکر شئ نہیں تھا وہ انسان نہیں تھا بلکہ نطفہ تھا:

انا خلقنا الانسان من نطفة امشاج نبتليه فجعلنه سميعا بصيرا.

پیدا کیا ہم نے انسان کو دورنگی بوند سے ہم پلٹتے رہے اس کو پھر کردیا ہم نے اس کو سننے والا، دیکھنے والا۔

مفسر محدث نہیں

اسی طرح جب یہ بچہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے تو یہ مفسر نہیں ہوتا، محدث نہیں ہوتا، فقیہ اور ادیب نہیں ہوتا، ماں کے پیٹ سے کوئی علامہ مولانا، حافظ اور قاری بن کر نہیں آیا، ماسٹر، ڈاکٹر، انجینئر اور مجسٹریٹ بن کر نہیں آیا، اسی لئے اللہ نے فرمایا "لاتعلمون شيئا" یہ کچھ بھی نہیں جانتا۔

علم انسان کا ذاتی ہنر نہیں

معلوم ہوا کہ علم انسان کا ذاتی ہنر نہیں ہے، گویا کہ پیدائش کے وقت وہ کوئی علم و ہنر نہیں رکھتا، ہاں ضرورت کے مطابق اس کو کچھ کچھ علم اللہ کی طرف سے بلاواسطہ سکھایا جاتا ہے، جس میں نہ ماں باپ کا دخل ہوتا ہے نہ کسی استاذ کا نہ کسی ساتھی اور دوست کا۔

بلاواسطہ علم

بلکہ سب سے پہلے اللہ نے اس کو بلاواسطہ رونا سکھایا ہے، بچہ کی یہ رونے والی صفت بچہ کی تمام ضروریات کو مہیا کردیتی ہے، بھوک پیاس لگے تو وہ روتا ہے، سردی گرمی لگے تو وہ رودیتا ہے، کسی بھی قسم کی کوئی تکلیف پہنچے تو وہ رودیتا ہے، قدرت نے اس کی ضروریات کے لئے ماں باپ کے دل میں عجیب الفت ڈالدی ہے کہ جب بھی وہ بچہ کے رونے کی آواز سنتے ہیں تو اس کی تکلیف کو پہچاننے اور اس کے دور کرنے کی فکر میں لگ جاتے ہیں۔

رونے کی تعلیم

عزیز طلباء! اگر منجانب اللہ بچہ کو رونے کی تعلیم نہ دی جاتی تو اس کو کون بتاتا کہ جب کوئی ضرورت پیش آئے تو اس طرح چلایا کرے، ساتھ ساتھ اللہ نے الہامی طور پر یہ بھی سکھادیا کہ اپنی غذا کو ماں کی چھاتی سے حاصل کرنے کے لئے اپنے مسوڑھوں اور ہونٹوں سے کام لے، اگر یہ تعلیم فطری، پیدائشی اور بلاواسطہ نہ ہوتی تو کسی معلم اور استاذ کی مجال نہیں تھی کہ وہ اس نومولود (بچہ) کو منھ چلانا اور چھاتی کو چوسنا سکھادیتا، اسی طرح جوں جوں اس کی ضروریات بڑھتی جاتی ہیں تو اللہ تعالی بغیر ماں باپ کے واسطہ کے اس کی ضروریات کو خود بخود سکھادیتا ہے، کچھ عرصہ کے بعد اس بچہ میں یہ سلیقہ پیدا ہونے لگتا ہے کہ ماں باپ اور دوسرے آس پاس کے آدمیوں کی بات سنکر یا کچھ چیزوں کو دیکھ کر کچھ سیکھنے لگتا ہے۔

آلاتِ علم

میرے پیارے بچو! جب یہ چھوٹا سا بچہ سنی ہوئی آوازوں کو اور

Scanned by CamScanner

دیکھی ہوئی چیزوں کو سمجھنے لگ جاتا ہے تو باری تعالی نے جو اس کے اندر علم حاصل کرنے کے عجیب وغریب قسم کے آلات رکھے ہیں وہ تین ہیں، قرآن نے کہا:

وجعل لکم السمع والابصار والافئدة لعلکم تشکرون

اللہ تبارک وتعالی نے حصول علم کے تین ذرائع بتلائے، (۱) قوت سماعت (۲) قوت بصارت (۳) قوت فکر، گویا کہ ان تین چیزوں سے علم حاصل ہوگا، سب سے پہلے حصول علم کے لئے قوت سماعت کا ذکر فرمایا جسکی تقدیم کی وجہ شاید یہ ہے کہ انسان کا سب سے پہلا علم اور سب سے زیادہ علم کانوں ہی کے راستے سے آتا ہے، اگر سننے کی قوت نہ ہو تو کسی چیز کا پتہ نہیں چل سکتا، اس لئے کہ شروع میں بچہ بولنا نہیں جانتا، کچھ کہنا نہیں جانتا، اسے بتلایا جاتا ہے کہ یہ تمہاری ماں ہے، یہ باپ ہے، یہ تمہارا بھائی ہے، یہ پانی ہے، یہ دودھ ہے وغیرہ وغیرہ، یا اگر وہ بہرہ ہے تو اشارہ سے بتایا جاتا ہے گویا کہ اگر قوت سماعت نہ ہو تو وہ علم حاصل نہیں کرسکتا، اس لئے اللہ نے حصول علم کے لئے سب سے پہلے قوت سماعت پیدا فرمائی۔

حصولِ علم کا دوسرا ذریعہ

قوتِ بصارت ہے، یعنی آنکھوں سے دیکھنا، اگر آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتا تو حصولِ علم میں یقیناً دشواری ہوگی، آنکھیں اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے، آنکھوں کے بغیر آدمی اندھا ہے، کتاب نہیں دیکھ سکتا، مطالعہ نہیں کرسکتا، اچھے اور برے کو نہیں دیکھ سکتا، اپنے اور پرائے کو نہیں دیکھ سکتا، غرضیکہ بہت سی چیزوں کی معلومات کا تعلق آنکھوں سے ہوتا ہے، اس لئے اللہ نے قوت سماعت کے بعد قوتِ بصارت کا ذکر فرمایا۔

حصولِ علم کا تیسرا ذریعہ

عزیز طلباء! قوت سماعت اور قوت بصارت کے بعد نمبر ان معلومات کا ہے جن کو انسان اپنی سنی اور دیکھی ہوئی چیزوں میں غور وفکر کر کے معلوم کرتا ہے، اور یہ کام قرآنی ارشادات کے مطابق انسان کے قلب کا ہے گویا حصولِ علم کا تیسرا ذریعہ قوت قلب یعنی قوت فکر ہے جب تک انسان کو حصول علم کی فکر نہ ہوگی، علم حاصل نہ ہوگا، اس لئے کہ سمجھ بوجھ اور ادراک کا مرکز انسان کے قلب ودماغ کو قرار دیا ہے، جب تک انسان اپنے قلب ودماغ میں قوت فکر یہ پیدا نہیں کریگا، کماحقہ علم حاصل نہیں ہوگا، اس لئے ضرورت ہے کہ جب طالب علم درسگاہ میں پہنچے استاذ کے سامنے بیٹھے تو اپنے کانوں کو، آنکھوں کو اور دل کو استاذ کی طرف متوجہ رکھے یہ نہیں کہ استاذ پڑھا رہا ہو اور کان کسی دوسری چیز کی طرف متوجہ ہوں، آنکھیں بجائے کتاب پر رکھنے کے یا استاذ کی طرف دیکھنے کے کسی دوسری چیز کی طرف متوجہ ہوں، اسی طرح قلب کو بھی استاذ کی طرف متوجہ کرے۔

میرے پیارے بچو! جب کان، آنکھ، دل یہ علم کے تینوں آلات استاذ کی طرف متوجہ ہونگے تو حصولِ علم کے راستے کھلیں گے، سماعت و بصارت اور فوأد (دل) کے فائدے نظر آئیں گے، آگے فرمایا:

لعلکم تشکرون.

عزیز طلباء! ہمیں اللہ تبارک وتعالی کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اس نے ہمیں قوتِ سماعت بھی دی اور قوتِ بصارت سے بھی سرفراز کیا اور قوتِ فکر یہ سے بھی مالا مال کیا۔

Scanned by CamScanner

کان آنکھ اور دل معمولی چیز نہیں

یہ کان، یہ آنکھ اور یہ دل معمولی نہ سمجھنا، کل قیامت کے روز تینوں سے سوال کیا جائے گا، چنانچہ کان سے پوچھا جائیگا تو نے اپنی عمر میں کیا کیا سنا، آنکھ سے معلوم کیا جائے گا کہ تمام عمر میں کیا کیا دیکھا، دل سے پوچھا جائیگا بتا تمام عمر میں کیسے کیسے خیالات دل میں آئے، کیسی کیسی باتوں پر یقین کیا، اگر کان سے ایسی باتیں سنی ہوں گی کہ جن کا سننا شرعاً جائز نہیں تھا جیسے کسی کی غیبت یا حرام گانا بجانا وغیرہ، یا آنکھ سے ایسی چیزیں دیکھیں کہ آنکھ سے ان کا دیکھنا شرعاً حلال نہ تھا، جیسے غیر محرم عورت یا امرد لڑکے پر نظر بد ڈالنا وغیرہ یا دل میں کوئی ایسا عقیدہ جمایا جو قرآن وسنت کے خلاف ہو یا کسی کے متعلق اپنے دل میں بلا دلیل کوئی الزام قائم کرلیا تو اس کے نتیجہ میں گرفتار عذاب ہوگا، قیامت کے روز اللہ کی دی ہوئی ساری ہی نعمتوں کا سوال ہوگا "لتسئلن یومئذ عن النعیم " (تم سے قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کی سب نعمتوں کا سوال ہوگا) کان، آنکھ، دل اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سب سے زیادہ اہم نعمتیں ہیں۔

چار چیزوں کا احترام

اس لئے میرے محترم بزرگو اور دوستو اور میرے پیارے بچو! کان کی، آنکھ کی اور دل کی خوب حفاظت کرو، یہ حصول علم کے اہم آلات اور اہم ذرائع ہیں، ان تین آلات کے علاوہ چار چیزوں کا احترام بھی ضروری ہے (۱) کتابوں کا احترام (۲) درسگاہوں اور ان کی اشیاء کا احترام (۳) استاذوں کا احترام (۴) اپنا احترام، سب سے پہلا احترام کتابوں کا بتلایا جہاں تک بھی ممکن ہو احترام کرنا چاہیے، کتابوں کا احترام یہ ہے کہ ان کو

باوضو ہوکر چھوؤ، جو بچے قاعدہ پڑھتے ہیں، پارہ پڑھتے ہیں، قرآن مجید پڑھتے ہیں، سب کو وضو کا اہتمام کرنا چاہیے، بالخصوص وہ طلباء جو حفظ قرآن کررہے ہیں ان کو قرآن باوضو نہ چھونا چاہیے "لایمسہ الا المطھرون" قرآن پاک کو خوب پاک ہوکر چھوؤ، اور جو عربی فارسی کے طلباء ہیں انہیں بھی وضو کا اہتمام کرنا چاہیے، اگر وضو کرکے کتاب پڑھی جائیگی تو علم میں برکت ہوگی، حافظہ قوی ہوگا کوئی سی بھی کتاب ہو، نحو کی ہو، صرف کی ہو، منطق کی ہو، فقہ کی ہو بالخصوص حدیث وتفسیر کے طلباء وضو کا اہتمام کریں، میرے شیخ حضرت مفتی مظفر حسین صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ جب بھی کوئی اہم کام شروع کرو تو باوضو ہوکر کرو، کل قیامت کے روز سب سے پہلے طہارت کا حساب ہوگا، خطبات اسلم جلد۶ ص ۱۲۱ میں تفصیل موجود ہے، بہرحال کتابوں کا احترام یہی ہے کہ کتاب کو باوضو ہوکر اٹھاؤ، باادب بیٹھ کر پڑھو، کتاب اونچی جگہ رکھو، محبت اور عظمت کی نظر سے دیکھو اور پڑھو۔

دوسرا احترام

عزیز طلباء! دوسرا احترام درسگاہوں اور ان کی اشیاء کا ہے، درسگاہ پڑھنے کی جگہ ہے، اس لئے جب پڑھنے بیٹھو تو جگہ کو پاک صاف کرلو، درسگاہ کی تپائی اور ٹاٹ کو سلیقہ سے رکھو، درسگاہ میں جالے وغیرہ نظر آئیں تو ان کو بھی دور کرو، شیخ فریدالدین عطارؒ نے اپنے پندنامہ میں لکھا ؎

دور کن از خانہ تار عنکبوت
باشد اندر مائد لنش نقصان قوت

تیسرا احترام

حضرات اساتذۂ کرام کا احترام اور اپنے تمام اساتذہ کا احترام کرنا

چاہیے، خواہ استاذ چھوٹا ہو یا بڑا، قاعدہ پڑھانے والا ہو یا بخاری شریف پر
ایک کا احترام ضروری ہے، بلکہ میں تو یوں کہا کرتا ہوں کہ مدرسہ میں جتنے
اساتذہ اور ملازمین ہیں سب کا احترام کرنا چاہیے، اس لئے کہ ہمارے
پڑھنے پڑھانے میں سب کو دخل ہے، کوئی ہمارے کھانے پینے کا نظم
کررہا ہے، تو کوئی ہمارے لئے قیام گاہوں کا نظم کررہا ہے، اور کوئی ہماری
تعلیمی ترقی کے لئے دوڑ دھوپ کررہا ہے، اس لئے مدرسہ کے مہتمم صاحب
سے لیکر چپراسی تک کا احترام کرو یہ احترام علمی ترقی کا ضامن ہے۔

مظاہر علوم کے صدر مدرس

حضرت مولانا شاہ عبدالرحمٰن صاحبؒ کامل پوری صدر المدرسین
مظاہر علوم سہارنپور نے اپنا ایک واقعہ سنایا تھا کہ میں اپنے وطن سے جب
سہارنپور پڑھنے کے لئے آیا تو ہر استاذ سے مل کر آیا تھا، ایک استاذ جن سے
ابتدائی کتابیں پڑھی تھیں، ان سے ملاقات نہ ہوسکی جب سہارنپور آکر پڑھنا
شروع کیا، تو کتاب بالکل سمجھ میں نہ آئی، حالانکہ میں اپنی جماعت میں بہت
سمجھدار سمجھا جاتا تھا، اس کے اسباب پر غور کیا تو اللہ پاک نے رہنمائی فرمائی
اور ان استاذ کی خدمت میں خط لکھ کر معافی مانگی اور ملاقات نہ ہوسکنے کی وجہ
لکھی انہوں نے جواب میں فرمایا میرے دل میں خیال ہوا تھا کہ مجھے چھوٹا
سمجھ کر شاید تم نہیں ملے لیکن تمہارے خط سے معلوم ہوا کہ یہ بات نہیں تھی اس
کے بعد دعائیہ الفاظ لکھے، حضرت مولانا نے فرمایا کہ اساتذہ کے احترام ہی کا
نتیجہ ہے کہ تمہارے سامنے ترمذی پڑھا رہا ہوں۔

بڑوں اور بزرگوں کا احترام

اساتذہ کے احترام کے ساتھ ساتھ اپنے ان بڑوں اور بزرگوں کا

بھی احترام کرنا چاہیے جو اس دنیا سے گذر گئے، رخصت ہوگئے، اللہ کو
پیارے ہوگئے جن کو بزرگان دین اور سلف صالحین کے نام سے یاد کرتے
ہیں جیسے دارالعلوم دیوبند کے بانی حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب
نانوتوی قدس سرہ العزیز، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ،
محدث کبیر حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیریؒ شیخ الاسلام حضرت مولانا
حسین احمد صاحب مدنیؒ، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ، حضرت
شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ، حضرت تھانویؒ، کاشف العلوم کے بانی
حضرت مولانا شریف احمد صاحبؒ، اشرف العلوم گنگوہ کے سابق مہتمم قاری
شریف احمد صاحبؒ، ان حضرات کے علاوہ اور بہت سی اہم شخصیات ہیں جن
کا احصاء ممکن نہیں، ان کے تذکرے کئے جائیں ان کے کارنامے بیان کئے
جائیں، ان کی عزت اور قدر کی جائے، اسی لئے میں کہتا ہوں کہ

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
علم ہوتا ہے بزرگوں کی قدر سے پیدا

چوتھا احترام

عزیز طلباء! چوتھا احترام اپنا احترام کرنا ہے، ہر طالب علم اپنی جگہ پر
اپنے کو محترم سمجھے، باعزت سمجھے، جسے اللہ نے علم دین حاصل کرنے کے لئے
مقرر فرمالیا سمجھو وہ محترم ہے، اس لئے اپنے احترام کا خیال کرو، ہر وقت اپنا
محاسبہ کرتے رہو، میں کہاں ہوں، کہاں چل رہا ہوں، کدھر دیکھ رہا ہوں،
کدھر جارہا ہوں۔

Scanned by CamScanner

نظر سوئے دنیا قدم سوئے مرقد
کدھر دیکھتا ہے کہاں جارہا ہے

ٹی وی چل رہا ہو، طالب علم کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ کھڑا ہو جائے، ناچ گانا ہو رہا ہو، طالب علم کی یہ شان نہیں ہے کہ کھڑا ہو کر دیکھنے لگے، کوئی میلہ یا نمائش لگ رہی ہے، طالب علم کا یہ کام نہیں ہے کہ وہ اس میں حاضری دینے لگے، طالب علم کو سوچنا چاہیے کہ میرا مقام کیا ہے، میں علم نبوت پڑھ رہا ہوں، میرا شمار اصحاب صفہ میں ہے، ان تمام باتوں کی طرف ایک طالب علم کو دھیان دینا چاہیے۔

علم بڑی دولت ہے

عزیز طلباء جس علم کو آپ سیکھ رہے ہیں، یہ کوئی معمولی علم نہیں ہے، اسی علم کے بارے میں اللہ نے ارشاد فرمایا:

ویرفع الله الذین آمنوا منکم والذین اوتو العلم درجات

اللہ تعالیٰ بلند کرتا رہے گا ان لوگوں کو جو اہل ایمان ہیں، اور ان لوگوں کو جو علم کے حامل ہیں، جن کے دامن علم سے بھرے ہوئے ہیں، اور جن کے سینے علم سے معمور ہیں، کثیر ابن قیس ایک تابعی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابوالدرداء صحابی رسول ﷺ کے پاس دمشق کی جامع مسجد مین بیٹھا ہوا تھا، اتفاق سے ایک آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا صحابی رسول جاں نثار رسول شیدائے رسول، پروانۂ نبوت غلام مصطفیٰ میں آپ کے پاس کسی غرض سے نہیں آیا ہوں، کسی اور مقصد کے لئے نہیں آیا ہوں، بلکہ ایک حدیث میں نے سنی ہے کہ آپ سرکار دوعالم ﷺ کی طرف

سے بیان کرتے ہیں، آپ کی زبان سے وہ حدیث سننے کے لئے حاضر ہوا ہوں، حضرت ابودرداءؓ نے اس کو اچھی طرح کنگھالا اور پوچھا ”فما جاء بک تجارۃ“ کیا تمہیں تجارت لیکر نہیں آئی ہے، اس آدمی نے کہا کہ نہیں، حضرت ابودرداءؓ نے فرمایا ”ولا جاء بک غیرہ“ تجارت کے علاوہ اور کسی مقصد سے آئے ہوں گے، عرض کیا کہ سرکار کسی اور مقصد کے لئے نہیں صرف حدیث کا سننا مقصد ہے، حضرت ابودرداءؓ نے فرمایا کہ ایسے طالب علم کے لئے ایسے طالب حدیث کے لئے جو سرکار دوعالم ﷺ کی زبان مبارک سے میں نے سنا ہے وہ تم کو سناتا ہوں، میں نے سرکار دوعالم ﷺ کی زبان مبارک سے سنا ہے ”من سلک طریقا یلتمس فیہ علما سہل اللہ لہ طریقا الی الجنۃ“ جو آدمی طلب علم کے لئے راستہ طے کرتا ہے کوئی مسافت قطع کرتا ہے تو اس کو اپنے دل میں یہ سمجھ لینا چاہے کہ میرا یہ سفر قرآن کی ایک آیت کے لئے نہیں ہے، حدیث کے ایک ٹکڑے کے لئے نہیں ہے، بلکہ یہ سفر اس کے لئے جنت کا سفر ہے، یہی راستہ اس کے لئے جنت کا راستہ ہے، اور یہی راستہ اس کے لئے جنت کے دروازے کھولدیگا۔

حضرت ابودرداءؓ نے فرمایا ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ کی زبانِ مبارک سے سنا کہ جو طالب علم بنکر چلتا ہے، جو علم کا ارادہ لے کے اپنے وطن کو چھوڑتا ہے، تو خدا کی بارگاہ میں اس کی اتنی عظمت ہوتی ہے کہ فرشتوں جیسی معصوم اور پاکیزہ مخلوق اس کے قدموں کے نیچے اپنے پر بچھادیتی ہے۔

تر دامنی پہ شیخ ہماری نہ جائیو
دامن نچوڑدیں تو فرشتے وضو کریں

Scanned by CamScanner

عزیز طلباء! اس طالب علم کا بہت اونچا مقام ہے، باری تعالی تمام کائنات کے دل میں اس کی محبت اور عظمت ڈال دیتے ہیں، یہاں تک کہ خشکی اور تری پر جتنے جانور ہیں وہ بھی اس کے لئے مغفرت اور بخشش کی دعا کرتے ہیں، تری میں رہنے والی مچھلیاں بھی اس طالب علم کے لئے دعا کرتی ہیں ؎

مچھلیاں پانی میں ذرے خاک میں برگ وشجر
نیک عالم کو دعا دیتے ہیں ہرشام وسحر

طلباء انبیاء کے وارث

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضورؐ کی زبان مبارک سے سنا حضورؐ نے فرمایا کہ طلباء اور علماء انبیاء کے وارث ہیں، اس لئے کہ انبیاء وراثت میں درہم ودینار نہیں چھوڑتے، سونا اور چاندی چھوڑ کر نہیں جاتے، بلکہ انبیاء کی وراثت یہی علم ہے، انبیاء کی وراثت یہی حدیث ہے، انبیاء کی وراثت یہی قرآن کریم ہے، عزیز طلباء جو شخص حدیث کو حاصل کرتا ہے اور جو قرآن کو سیکھتا ہے وہی درحقیقت انبیاء کا وارث بن سکتا ہے۔

اصحاب صفہ کا ہونہار طالب علم

اس موقع پر مجھے ایک واقعہ یاد آرہا ہے اس کو سنا کر بات ختم کردونگا اصحاف صفہ کے ایک ہونہار طالب علم ہیں حضرت ابو ہریرہؓ جو کثیر الروایۃ ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت دعائیں ان کو ملی ہوئی ہیں، آپؐ کے خاص شاگرد ہیں شب وروز حدیث سیکھنے کے لئے حضورؐ کے در پر پڑے رہتے تھے،

آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد ایک روز وہ مسجد نبوی سے نکلے اور مدینہ کے بازار میں پہنچ کر بہت بلند آواز سے کہا اے لوگو! تم محمدؐ کی موجودگی میں محبت کا دم بھرتے تھے، ان کے تلوے دھودھو کر پیتے تھے، انتہائی عقیدت ومحبت کا اظہار کرتے تھے، آج وہ ہمارے درمیان میں نہیں رہے تو ہم نے بے رغبتی وبے توجہی شروع کردی، آج ہم نے سرکارِ دوعالم ﷺ کی محبت کو بالائے طاق رکھ دیا، لوگوں نے کہا کہ ہم سے کیا بے مروتی وبے توجہی دیکھی حضرت ابو ہریرہؓ نے شفقت بھرے انداز میں فرمایا میرے بزرگو اور دوستو! آج تاجدارِ مدینہ احمدِ مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت تقسیم ہورہی ہے، اور تم لوگ کاروبار کررہے ہو، تم گاہکوں کو بلارہے ہو، گاہکوں کو سودا دے رہے ہو، یہ کہاں کی محبت ہے؟ یہ کہاں کا عشق ہے کہ محبوب کا ترکہ تقسیم ہورہا ہو اور جو عشق ومحبت کا دعوی کرنے والے ہیں وہ ادھر ادھر مصروف ہوں بڑی بے غیرتی اور انتہائی بے مروتی کی بات ہے، حضرت ابو ہریرہؓ کی اتنی بات سن کر سب کے دلوں میں آگ لگ گئی، تمام لوگوں نے اپنی دکانیں بند کردیں، کسی نے کھلی کی کھلی چھوڑ دی، اور دوڑ دوڑ کر سب مسجد نبوی میں حاضر ہوگئے، آکر دیکھتے کیا ہیں کہ کہیں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت تقسیم نہیں ہورہی ہے، ان لوگوں نے یہ سمجھا تھا کہ مسجد نبوی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عمامۂ مبارک تقسیم ہورہا ہوگا، یا پیراہن مبارک تقسیم ہورہا ہوگا یا نعلین شریفین مل رہے ہوں گے، ان تمام سامانوں کو اپنے سامان میں برکتا اور سعادتا رکھ لیں گے، ہمیشہ ہمیشہ کے لئے برکت کا سامان ہوجائیگا، لوگ یہ تصور لے کر آئے تھے، یہاں دیکھا نہ حضورؐ کا جبہ تقسیم ہورہا ہے نہ نعلین کسی کو دئے جارہے ہیں، نہ عمامہ۔۔ پگڑی کسی کو دی جارہی ہے، بلکہ کچھ لوگ ہیں کہ حدیث پڑھ

رہے ہیں اور کچھ لوگ ہیں کہ قرآن پڑھ رہے ہیں، اور کچھ لوگ ذکر واذکار میں مشغول ہیں، اور کچھ لوگ نوافل پڑھ رہے، جب یہ حالت دیکھی تو بہت جھنجلائے، بہت پیچ وتاب کھائے، حضرت ابوہریرہؓ کی طرف دانت پیس پیس کر دوڑنے لگے کہ ہمیں بتلا کہاں نبی کی میراث تقسیم ہورہی ہے، آپ صحابی رسول ہیں ہم آپ کو سچا سمجھتے ہیں، آپ نے کہا کہ حضور کا تبرک تقسیم ہورہا ہے، کہاں حضور کا تبرک تقسیم ہورہا ہے؟ کہاں آپ کا عمامہ مبارک ہے؟ کہاں کلاہ مبارک ہے؟ کہاں پیراہن مبارک ہے اور کہاں حضورؐ کے نعلین ہیں؟

تب حضرت ابوہریرہؓ نے تعجب آمیز تبسم فرمایا اور کہا افسوس صد افسوس تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا ہی جیسا انسان سمجھتے ہو، دوستو! اس میں کوئی شک نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں ہماری ہی آنکھوں جیسی تھی، ہمارے دو آنکھیں ہیں، حضورؐ کے بھی دو آنکھیں تھیں، ہمارے دو ہاتھ ہیں سرکار کے بھی دو ہاتھ تھے، ہمارے دو پاؤں ہیں سرکار کے بھی دو ہی پاؤں تھے، جس طرح ہم کماتے پیتے ہیں سرکار بھی اسی طرح کھاتے پیتے تھے، مگر کیا یہ نہیں ہوسکتا کہ دو چیزیں شکل وصورت میں ایک جیسی ہوں لیکن ان کی حقیقت میں فرق ہو۔

الفاظ ومعانی میں تفاوت نہیں لیکن
ملا کی اذاں اور مجاہد کی اذاں اور

کیوں صاحب آپ کی مسجد میں مؤذن صاحب بھی اذان کہتے ہیں اور جنگ کے میدان میں مجاہد بھی اذان کہتا ہے، مؤذن کی اذان میں بھی اللہ اکبر ہوتا ہے اللہ سب سے بڑا ہے، اور مجاہد کی اذان میں بھی اللہ اکبر ہے، مگر

دوستو! مؤذن کی اذان میں اتنی جاذبیت، اتنی کشش، اتنی طاقت نہیں ہوتی کہ مسجد کے پڑوسی مسلمان جو سورہے ہیں اور خواب غفلت میں مست ہیں، مؤذن کی اذان ان کو مسجد میں لے آئے، برخلاف مجاہد کی اذان کے کہ جب مجاہد اذان دیتا ہے، نعرہ تکبیر بلند کرتا ہے، اس کی زبان سے اللہ اکبر نکلتا ہے تو پتھر جیسا دل رکھنے والا کافر بھی اسلام میں داخل ہوجاتا ہے، اور اس کا دل نرم ہوجاتا ہے۔

الفاظ ومعانی میں تفاوت نہیں لیکن
ملا کی اذاں اور مجاہد کی اذاں اور

شکل ایک ہے صورت ایک ہے مگر حقیقت میں فرق ہے۔

پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں

اسی فضا میں کوا بھی اڑتا ہے، چیل بھی اڑتی ہے، گدھ بھی اڑتا ہے اور اسی فضا میں شاہین وباز بھی اڑتا ہے لیکن دونوں کی پرواز میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔

پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں
کرگس کا جہاں اور ہے شاہیں کا جہاں اور

دوستو! سرکار دو عالم ﷺ ہم جیسے آدمی تھے مگر بلاشبہ ہم میں اور سرکار میں زمین وآسمان کا فرق تھا، ہم جب مرجاتے ہیں، باغات چھوڑ کر جاتے ہیں، مکانات اور آراضی چھوڑ کر جاتے ہیں، حضرات انبیاء دھن دولت چھوڑ کر نہیں جاتے ہیں وہ زمین وجائیداد چھوڑ کر نہیں جاتے ہیں، بلکہ ان کی زمین وجائیداد، ساری امت پر تقسیم ہوجاتی ہے، وہ علم چھوڑ کر جاتے

Scanned by CamScanner

ہیں، علم انبیاء کی وراثت ہے، یہ جو حلقے آپ نے دیکھے یہ قرآن کے حلقے تھے حدیث کے حلقے تھے، مسائل کے حلقے تھے، یہ علم ہی کے تو حلقے تھے، یہی تو سرکار کی وراثت تھی، اس لئے سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا "العلماء ورثۃ الانبیاء" علماء انبیاء کے وارث اور جانشین ہیں، عزیز طلباء میں بھی آپ حضرات کی طرح ایک طالب علم ہوں اور طالب علم کو چاہیے کہ وہ اپنے مقصد کو سمجھے اور مقصد کو سمجھ کر ہر وقت ہر لحہ اپنے مقصد کے حصول کی فکر میں لگا رہے، زندگی کے وہ لمحات کس کام کے جو کسی علمی مشغلہ میں نہ گذریں۔

اللہ تبارک وتعالی سے دعاء ہے کہ ہماری زندگی کے ہر ہر لمحے کو قیمتی بنائے، اور تمام لمحات کو اپنے دربار میں قبول فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

مدارس اسلامیہ رشد وہدایت کے مینارے

ان الحمد لله نحمده ونستعينه ونعوذبالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا من يهده الله فلامضل له ومن يضلله فلا هادى له واشهد ان لااله الاالله وحده لاشريك له وان محمدا عبده ورسوله ......امابعد

اعوذبالله من الشيطن الرجيم، بسم الله الرحمن الرحيم، هوالذى ينزل الغيث من بعد ماقنطوا وينشر رحمته وهو الولى الحميد. فلولا نفر من كل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا فى الدين ولينذروا قومهم اذا رجعوا اليهم لعلهم يحذرون. صدق الله العظيم

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا
رہے اس سے محروم آبی نہ خاکی
ہری ہوگئی ساری کھیتی خدا کی

میرے محترم بزرگو اور دوستو اور نوجوان بھائیو! ہمارے یہ مدارس اسلامیہ اور مکاتب دینیہ دین کے آہنی اور مضبوط قلعے ہیں، یہ مردم گری اور رجال سازی

کے کارخانے ہیں، انسانیت کی تعمیر اور تشکیل میں انکا اہم رول ہے یہ علم وحکمت کے مخزن اور سرچشمۂ ہدایت ہیں، باطل اور سرکش قوموں سے نبرد آزمائی کا سلیقہ ان ہی مدارسِ اسلامیہ نے بخشا ہے، اسلامی تشخص کی بقا کا سہرا ان ہی کے سر بندھا ہوا ہے۔

اسی دریا سے اٹھتی ہے وہ موجِ تند جولاں بھی
نہنگوں کے نشیمن جس سے ہوتے ہیں تہ وبالا

دوستو! آج بھی یہی مدارس اسلامیہ یورپین تہذیب اور مغربی ثقافت سے امت مسلمہ کے سپوتوں اور جیالوں کو کسی نہ کسی حد تک محفوظ رکھے ہوئے ہیں یہ امت کا بڑا قیمتی سرمایہ ہے ان کے قیام عروج وارتقاء اور بقاء وتحفظ میں ہمارے اکابر نے بڑی قربانیاں دی ہیں۔

دوستو! مغربی تہذیب وتمدن نے اپنی پوری توانائی اور طاقت اس پر صرف کررکھی ہے کہ ان مدارس اسلامیہ کی شبیہہ اور شکل وصورت بگاڑدی جائے چنانچہ مغربی میڈیا اور ذرائع ابلاغ سے ہمارے مدارس اسلامیہ پر یلغاریں کی جارہی ہیں اور مذہب اسلام کو خرافات کا مجموعہ بتلایا جارہا ہے ہمارے ان مدارس اسلامیہ کو دہشت گردی کے زمرہ میں شمار کیا جارہا ہے۔ میڈیا کی چیرہ دستیوں کی وجہ سے مدارس اسلامیہ پر چھاپے مارے جارہے ہیں انکو دہشت گردی کا اڈہ قرار دیا جارہا ہے کبھی ان کے طالب علموں کو دہشت گرد کا خطاب دیا جاتا ہے کبھی بیرونی طلباء کو اسٹوڈینٹ ویزا دینے میں دشواریاں پیدا کی جاتی ہیں کبھی مرلی منوہر جوشی جیسا سازشی ذہن ان مدارس کے نصاب تعلیم میں تبدیلی کی رائے پیش کرتا ہے اور کبھی ماڈرن پرست ذہنیت اور فرقہ پرست عناصر کی طرف سے مدارس اسلامیہ کے نصاب میں عصری علوم (دنیوی علوم) کی شمولیت کا مطالبہ کیا جاتا ہے لیکن

میرے دوستو یہ سب مذہب اسلام کو کمزور کرنیکی سازشیں ہیں مسلمانوں کو دنیوی علوم میں الجھا کر انکا قرآن وحدیث سے تعلق توڑنے کی ناپاک کوشش ہے ان مدارسِ اسلامیہ اور مکاتبِ دینیہ کو انکے مقصد اصلی سے ہٹانے کا پروپیگنڈا ہے اللہ تعالی ہمارے ان مدارس اسلامیہ اور مکاتب دینیہ کی حفاظت فرمائے۔ دوستو دراصل ان دشمنان اسلام کو قوموں کی تاریخ معلوم نہیں کہ اس رہتی دنیا تک جس نے بھی سرابھارا ہے اس نے شکست کھائی ہے لِکُلِّ فِرْعَوْنٍ مُوْسٰی۔

قرآن پاک میں اللہ تبارک وتعالی فرماتے ہیں:

یریدون لیطفؤوا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون.

اسلام کا یہ دیپ تو روشن ہی رہیگا
گولاکھ کوشش کریں کفر کے سردار

سردارانِ کفار تو یہ چاہتے تھے کہ اس چراغ وحدت کو پھونکوں سے بجھادیں۔

کسری نے بجھانا چاہا تھا پھونکوں سے چراغ وحدت کو
قیصر نے مٹانا چاہا تھا اللہ کے دین فطرت کو
زحمت سے بدلنا چاہا تھا دنیا نے خدائی رحمت کو
دنیا کا مگر کچھ بس نہ چلا منظور یہی تھا قدرت کو
پہنچادیا ہے کملی والے نے گھر گھر میں پیام الا اللہ

مدرسے انسانیت کے پیامبر

ہمارے محترم حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ نے ایک موقع پر فرمایا تھا کہ ہمارے ان مدارس اسلامیہ کے مخالفین کو اگر عقل ہوتی سمجھ

Scanned by CamScanner

ہوتی اور انصاف ہوتا تو وہ ان مدرسوں کو سینے سے لگاتے انکی تحریروں کو چومتے اور آنکھوں سے لگاتے جو کچھ ہورہا ہے وہ ذہنی افلاس کا اور ہوائے زر پرستی کا اور غلط سیاست کا نتیجہ ہے کہ یہ مدرسے آنکھوں میں کھٹکنے لگے ہیں۔

مدارس اسلامیہ کا مقصد

میرے محترم بزرگو اور دوستو! ہمارے ان مدارسِ اسلامیہ کا مقصد جو ہمارے برادران ملک نے سمجھا وہ بالکل نہیں یہ مدرسے دہشت گردی، حسد بغض اور کینہ پروری کا درس نہیں دیتے بلکہ اخلاق وکردار پیار ومحبت، اخوت وہمدردی اور بھائی چارگی کا سبق سکھاتے ہیں ہمارے بچوں میں اخلاقیات، ادب واصلاح عقیدۂ ایمان، فکر صحیح، تہذیب وثقافت اور انسانیت کی صحیح تشکیل وتعمیر میں جو بے پناہ کوششیں انکے ذریعہ ہورہی ہیں وہ اسلامی تہذیب اور تاریخ کا ایک سنہرا باب ہے۔

مولانا علی میاں ندویؒ کا نقطۂ نظر

دوستو صوبہ راجستھان کی راجدھانی جے پور کے ایک مدرسہ جامعہ ہدایت کے سنگ بنیاد کے موقع پر مولانا علی میاں ندویؒ نے فرمایا تھا لوگو مجھ دینی مدرسہ کے بارے میں میرا نقطۂ نظر بہت سے دینی بھائیوں سے اور ان پڑھے لکھے دوستوں سے مختلف ہے جو مدرسوں کو صرف پڑھنے پڑھانے اور پڑھا لکھا انسان بنانے کا کارخانہ سمجھتے ہیں اور مدرسوں کو صرف اتنا حق دینے کے لئے تیار ہیں کہ صاحب جیسے پڑھنے لکھنے کا ہنر سکھانے کیلئے بہت سے کارخانے ہیں بہت سے مرکز ہیں کوئی اسکول کہلاتے ہیں کوئی کالج کہلاتے ہیں ان کے مختلف معیار اور مختلف تنظیمیں ہیں اسی طریقے سے یہ

مدارس اسلامیہ بھی عربی زبان یا عربی علوم وفنون فقہ اور دینیات، تفسیر، حدیث سکھانے کا ایک مرکز یا ایک کارخانہ ہے مگر ایسا ہرگز نہیں ہرگز نہیں میں مدارس اسلامیہ کو نائبین رسول اور خلافت الٰہی کا فرض انجام دینے والے اور انسانیت کو ہدایت کا پیغام دینے والے اور انسانیت کو اپنا تحفظ اور بقا کا راستہ دکھانے والے افراد پیدا کرنیوالوں کا ایک مرکز سمجھتا ہوں مدرسوں کو آدم گری اور مردم سازی کا ایک کارخانہ سمجھتا ہوں جس طرح مختلف قسم کی فیکٹریاں ہوتی ہیں کوئی گن فیکٹری ہوتی ہے کوئی شو فیکٹری ہوتی ہے کوئی کسی اور قسم کی مشین ڈھالتی ہے ہیوی الیکٹرک کے سامان پیدا کرنیکے بہت سے کارخانے ہیں ہم انکی بہت قدر کرتے ہیں انکی ملک میں ضرورت تسلیم کرتے ہیں انکی تحقیر نہیں کرتے لیکن چیزوں کے مختلف درجات ہوتے ہیں چنانچہ ہمارے یہ مدارس اس طرح کے پڑھے لکھے لوگوں کے مراکز نہیں ہیں بلکہ انسانیت کے شعور کو پیدا کرنیکے لئے اور انسانیت کے مقصد اصلی کو بتلانے کیلئے وجود میں آئے ہیں گویا کہ یہ مدارس صحیح انسان بنانیکی عمدہ ترین فیکٹری ہیں۔

مدارسِ اسلامیہ کا شجرۂ نسب

دوستو اور بزرگو! ہمارے ان مدارسِ اسلامیہ کا شجرۂ نسب بہت اعلی اور اونچا ہے ہمارے محترم جناب مولانا جمیل احمد صاحب استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند فرمایا کرتے ہیں کہ سب سے پہلے مدرسہ کی بنیاد عرشِ اعظم پر رکھی گئی اس مدرسہ کے طالب علم حضرت آدم علیہ السلام تھے اور اس مدرسہ کے معلم خود باری تعالی تھے اللہ تبارک وتعالی نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو آدم علیہ السلام کو تعلیم دی بعض چیزوں کے نام اور احکام بتائے وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا. معلوم ہوا کہ جہاں تعلیم دینے والا موجود ہو (معلم) اور تعلیم لینے والا موجود ہو (متعلم) اسی کا نام مدرسہ ہے

Scanned by CamScanner

مدرسہ کیلئے یہ شرط نہیں ہے کہ پڑھانے والے چودہ ہوں اور پڑھنے والے چودہ سو ہوں بلکہ مدرسہ کیلئے اتنی تعداد کافی ہے کہ جتنی تعداد باجماعت نماز کیلئے کافی ہے بہر حال ایک پڑھانے والا ہو اور ایک پڑھنے والا تو بھی مدرسہ بن جائیگا تو سب سے پہلا مدرسہ عرش اعظم پہ بنا اس امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے پہلے مدرسہ کی بنیاد بھی قرطبہ اور غرناطہ میں نہیں رکھی گئی قیروان اور قاہرہ میں نہیں رکھی گئی دہلی اور لکھنو میں نہیں رکھی گئی ہے فرنگی محل ندوۃ العلماء اور دار العلوم دیوبند میں نہیں رکھی گئی ، بلکہ پہلے مدرسہ کی بنیاد مسجد نبوی میں رکھی گئی اور اس مدرسہ کا نام صفہ تھا۔

میرے محترم بزرگو اور دوستو! مدرسوں میں صحیح النسب مدرسہ وہ ہے جس کا شجرۂ نسب صفۂ نبوی پر جا کر ختم ہو۔ اسی طرح وہ مسجد صحیح النسب مسجد ہے جسکا شجرۂ نسب کعبۂ ابراہیمی پر جا کر ختم ہوتا ہو اور مسجد نبوی پر جا کر ختم ہوتا ہو۔ جن مدرسوں اور مسجدوں کا شجرۂ نسب صفۂ نبوی اور مسجد نبوی پر ختم نہیں ہوتا وہ مدرسے اور مسجدیں مسجد ضرار کہلائیں گی ، دوستو جس مدرسہ کی بنیاد صفۂ نبوی پر نہیں ہوگی وہ مدرسہ مدرسہ نہیں بلکہ انسانیت کی قتل گاہ کہلائیگا۔

موجودہ مدارس

میرے محترم بزرگو اور دوستو! آج جو ہمیں یہ مدارس اسلامیہ اور مکاتب دینیہ نظر آرہے ہیں جنکی تازہ ترین بنیادیں رکھی جارہی ہیں یا پہلے سے موجود ہیں جامعات کی شکل میں ہیں یا مدارس اور مکاتب کی شکل میں ہیں یہ سب ہمارے دین اور اسلام کے آہنی اور مضبوط قلعے ہیں۔ مذہب اسلام کی حفاظت کے بہترین کارخانے ہیں۔ میرے پیر ومرشد فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحبؒ اداروں اور مسجدوں کے سنگ بنیاد کے

موقع پر فرمایا کرتے تھے لوگو ان مدارس کی قدر کرنا اگر تم ان مدارس کی امداد نہیں کر سکتے نہ کرو مگر مخالفت ہرگز نہ کرنا کہیں مخالفت کرنے سے تمہاری نیکیاں سب نہ ضائع ہوجائیں۔

دوستو! آج ہم ان مدارس کو برا کہتے ہیں انکی توہین اور تذلیل کرنے میں اپنا فخر سمجھتے ہیں ان میں پڑھنے اور پڑھانے والوں کو گالیاں دیتے ہیں انکے ساتھ طعن و تشنیع کرتے ہیں۔ خدا کی قسم ان خطیبوں نے ، بزرگوں نے ، اماموں نے ، علماء اور حفاظ نے تمہاری گالیاں کھا کر تمہارے طعنے سن سن کر اس دین متین ، (قرآن کریم) کی حفاظت کی اسکی ترقی اور اشاعت کے لئے اپنی زندگی قربان کردی جب مروگے تب پتہ چلیگا کہ ان حضرات کا کیا مقام ہے۔

نہیں ہے ناامید اقبال اپنی کشت ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

شاعر مشرق علامہ اقبالؒ کا نظریہ

سامعین کرام! ساری دنیا جانتی ہے کہ علامہ اقبالؒ ایک مشہور شاعر گذرے ہیں جنکا فکری ، سماجی اور ادبی دنیا میں نام تھا انہوں نے غیر ممالک کا دورہ کیا تو ہندوستان میں آکر اپنے قلبی تأثرات کا اظہار کیا: اے لوگو! ان مکتبوں اور مدرسوں کو اسی حالت میں رہنے دو غریب مسلمانوں کے بچوں کو انہیں مکتبوں میں پڑھنے دو اگر یہ ملا اور درویش نہ رہے تو جانتے ہو کیا ہوگا ؟ میں اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ آیا ہوں اگر ہندوستان کے مسلمان ان مکتبوں اور مدرسوں کے اثر سے محروم رہ گئے تو بالکل اسی طرح ہوگا جسطرح ہسپانیہ میں مسلمانوں کی آٹھ سو برس کی حکومت کے باوجود آج غرناطہ اور

Scanned by CamScanner

قرطبہ کے کھنڈراور غرناطہ کا قصر الحمراء اور باب الاخوتین کے سوا اسلام کے پیرؤوں اور اسلامی تہذیب کے آثار کا کوئی نقش نہیں ملتا ہندوستان میں بھی تاج محل اور دہلی کے لال قلعہ کے سوا مسلمانوں کی آٹھ سو برس کی حکومت اور انکی تہذیب کا کوئی نشان نہیں ملیگا یہ کہکر انکی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہوگئیں اس لئے میرے دوستو آج ہندوستان میں ان مدارس کا وجود ہمارے لئے انتہائی ضروری چیز ہے ہمارے ان مدارس کی بقاء اسلام کی بقاء ہے قرآن کی بقاء ہے احادیث کی بقاء ہے اور مسلمانوں کا تشخص ان ہی مدارس کی دین ہے اگر خدانخواستہ یہ مدارس نہ ہوتے تو آج روس کا سا انقلاب برپا ہوسکتا تھا روس نے بخارا، بغداد سمرقند جیسی علمی درسگاہوں اور دینی آماجگاہوں کو کسطرح برباد کیا دیکھا نہیں جاتا۔

مولانا پیر ذوالفقار علی صاحب کا دورۂ ایشیا

میرے محترم دوستو! آج کل غیر ممالک ریاستوں میں حضرت مولانا پیر ذوالفقار علی صاحب مدظلہ کے دعوتی اسفار ہورہے ہیں ماشاء اللہ ملکوں درملکوں صلاح واصلاح کا کام بخوبی انجام دے رہے ہیں حضرت مولانا نے بخارا بغداد سمرقند وغیرہ کے جو حالات لکھے ہیں ان کو پڑھ کر آنکھوں سے آنسوں جاری ہوجاتے ہیں، چنانچہ مولانا نے جب آزاد ریاستوں کا دورہ کیا اور مسلمانوں سے ملاقاتیں ہوئیں تو ان لوگوں نے بتلایا کہ ہمارے اوپر روس والوں نے بہت ظلم کئے ہیں۔

روسیوں کے بھیانک مظالم

چنانچہ روسی لوگ مسلمانوں سے پوچھتے کہ تمہارا پیغمبر کون ہے؟ جس نے کہا

رسول اللہ ﷺ تو اسکے باپ کو پھانسی پر چڑھادیا جاتا، پوچھتے تمہیں سلام آتا ہے جس نے کہا السلام علیکم اسکے باپ کو پھانسی پر چڑھادیا جاتا اور چھوٹے چھوٹے معصوم بچے جو اسکولوں میں پڑھنے کیلئے آتے تھے استانیاں ان سے بہلا پھسلا کر پوچھتیں کہ تمہارے گھر میں کوئی نماز پڑھتا ہے؟ کوئی قرآن پڑھتا ہے جس نے کہا ہاں اسکے باپ کو پھانسی لگادیتے اس حد تک مسلمانوں پر مصیبت آئی کہ اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو اللہ کا نام نہیں بتا سکتے تھے، رسول اللہ ﷺ کا نام نہیں بتا سکتے تھے، قرآن کا نام نہیں بتا سکتے تھے، خاوند کو پتہ نہیں تھا کہ بیوی میرے ذہن کے موافق ہے یا نہیں، اور بیوی کو پتہ نہیں ہوتا تھا کہ خاوند کا ذہن میرے موافق ہے یا نہیں۔ کوئی کسی کے سامنے نہ سلام کرسکتا تھا، نہ تلاوت کرسکتا تھا، نہ نماز پڑھ سکتا تھا، اس طرح انہوں نے اپنی قوت کے نشے میں آکر یہ سوچا کہ شاید ہم اسلام کا نام مٹا کر رکھدیں گے۔ انہوں نے یہی حال افغانستان میں کیا تھا جب افغانستان کے کچھ شہروں پر انہوں نے قبضہ کیا تو بڑے بڑے پوسٹر چوراہوں پر لگائے جس میں انہوں نے ایک بوڑھا آدمی بنایا بڑا نحیف، بڑا کمزور، بڑا لاغر اور ایک بڑا تنومند روسی فوجی بنایا جسکا بہت بڑا انہوں نے بوٹ بنایا اور وہ ٹک مار رہا ہے بوڑھے کو اور نیچے لکھا ہے کہ اسلام بوڑھا ہوچکا ہے اور اب ہم پاؤں کی ٹک مار مار کر اسے دنیا سے نکال دینگے اور بعض جگہوں پر یہ لکھا کہ مسلمانوں کا خدا بوڑھا ہوچکا ہے اور ہم یوں پاؤں کی ٹھوکر سے اسکا تصور انسانوں کے ذہن سے نکال دینگے العیاذ باللہ یہ انکے تصورات افغانستان میں تھے تو دوستو! اپنے ملک میں ان کے خیالات کیا ہونگے جہاں ستر سال انہیں کھل کر کھیلنے کا موقع ملا ہے انہوں نے وہاں وہ کیا جو وہ کرسکتے تھے۔

Scanned by CamScanner

ظلم کی انتہا

دوستو روس والوں نے مسلمانوں پر ظلم کی وہ انتہا کی کہ شاید انسان اس بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا اتنی پابندی اتنی پابندی کہ کوئی اسلام کا نام نہیں لے سکتا تھا کوئی بات نہیں کر سکتا تھا روس نے یہ سمجھ لیا تھا کہ اب ہم نے اسلام کو ختم کر دیا لیکن۔

فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے
وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

اپنے طور پر انہوں نے اپنا پورا زور لگایا لیکن علمائے امت، دین کا کام روئے زمین کی بجائے زیر زمین کرتے رہے بڑی عجیب تاریخ ہے دوستو میں آپ کو 95 سال کے ایک بزرگ کا واقعہ سناتا ہوں جو عبرت آموز ہے غور سے سنئے۔

۹۵ سالہ بزرگ کا واقعہ

حضرت مولانا ذوالفقار علی صاحب مدظلہ العالی کے پاس ایک بزرگ بیعت ہونیکے لئے آئے جن کی عمر ۹۵ سال تھی کلام اللہ کے حافظ تھے انکے چہرہ پر اتنا نور تھا کہ انسان دیکھ کر حیران ہو جائے جب روسی انقلاب آیا تو وہ ۲۵ سال کے تھے پورا انقلاب انہوں نے دیکھا بیعت کے بعد مجھے بتایا گیا کہ یہ انقلاب کے دوران بھی تعلیم دیتے رہے ہیں تو میں نے حیران ہو کر پوچھا کیسے تعلیم دیتے تھے؟ کہنے لگے ہم بڑے بڑے مکان بناتے تھے اور ان مکانوں کے درمیان ایک بہت وسیع ہال بناتے تھے اور ہال کے چاروں طرف کمرے بناتے تھے جن میں رضائیاں بھر بھر کر انکو (Sound Proof) بالکل بند کر دیتے تھے اور ایک طرف جہاں دروازہ ہوتا تھا وہاں پر

ہم ایک بڑی الماری میں شوکیس بنا کر اسکے اندر شراب کی بوتلیں سجا دیتے تھے طرح طرح کی تصویریں لگا دیتے تھے کہیں لینن کے بڑے بڑے فوٹو رکھ دیتے تھے ٹی وی اور اس قسم کی دیگر خرافات کی چیزیں رکھ دیتے تھے اور وہیں سے ہمارا دروازہ ہوا کرتا تھا جب سپاہی آتا تو وہ آ کر سارا گھر دیکھتا اسکو کچھ نہ ملتا جب وہ دیکھتا کہ یہاں شراب کی بوتلیں ہیں تو وہ کہتا کہ یہ لوگ ٹھیک ہیں (یعنی اپنے روسی ذہن کے ہیں) پھر وہ مطمئن اور خوش ہو کر چلا جاتا وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ ان شراب کی بوتلوں سے تین میٹر کے فاصلے پر اب بھی معصوم بچے اپنی معصوم زبانوں سے اللہ کا قرآن پڑھ رہے ہیں وہ بزرگ فرمانے لگے ہم سردیوں کی ابتدا میں اس کمرے میں داخل ہوتے تھے اور چھ چھ مہینوں کے بعد اپنے گھر کے صحن میں واپس آیا کرتے تھے، چھ چھ مہینے بچوں کو لیکر وہ ایک کمرہ کے اندر مقید ہو جاتے تھے اور وہ ان بچوں کو اللہ کا قرآن پڑھاتے تھے وہاں بخاری شریف پڑھائی جارہی ہوتی تھی، حضرت مولانا فرماتے ہیں کہ میں سلام کرتا ہوں ان علماء کی عظمت کو میں سلام کرتا ہوں ان علماء کی استقامت کو جنہوں نے اس خونی انقلاب کے باوجود پھر بھی اپنے بچوں کو دین پڑھایا اور اس دین کو اپنے سینوں کے اندر تازہ رکھا اللہ اکبر!

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک رکھی ہے
اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا دباؤ گے

مدارس کا برا حال

دوستو! روسیوں نے مدارس کا برا حال کیا مدارس کو ڈانسنگ ہال اور شراب خانہ بنا دیا حضرت مولانا فرماتے ہیں کہ ثمرقند جانا ہوا وہاں پر تین

Scanned by CamScanner

بڑے بڑے مدارس ہیں اتنے عالیشان مدارس کہ میں اپنی زندگی میں عمارت کی حیثیت سے تاج محل کو دیکھ کر متاثر ہوا تھا، اور اسکے بعد ان مدارس کو دیکھا تو بہت متاثر ہوا، اتنے عالیشان ہیں اور انکی اتنی پُرشکوہ عمارت ہے کہ دیکھ کر انسان کا دل ایک دفعہ کانپ جاتا ہے اتنے بلند و بالا دروازہ اور اتنی اونچی عمارت کہ سر اوپر کو اٹھا کر دیکھیں تو لگتا ہے کہ پگڑی گر جائیگی، اور اس کے اوپر بہت زیادہ خوبصورت پھول بوٹے بنائے گئے، گیارہ سو سال انکی عمر تھی اور انکا رنگ ابھی پھیکا نہیں پڑا تھا اب آپ اندازہ کیجئے کہ ثمر قند کے مسلمانوں نے یہ تین مدرسے بنائے تھے دو آمنے سامنے اور تیسرا درمیان میں، بڑی وسیع جگہ درمیان میں تھی ثمر قند کے بالکل مرکز میں روسیاہ (روس) نے انقلاب کے بعد ایک مدرسہ کے صحن کو ڈانسنگ ہال بنادیا، دوسرے مدرسہ کے صحن کو شراب خانہ بنادیا تیسرے مدرسہ کو جس میں مسجد بھی تھی اسے میوزیم اور عجائب گھر بنادیا، وہاں پر ایک ایک وقت میں چار چار ہزار پانچ پانچ ہزار تک لوگ شہر کے اکٹھے ہوتے، شراب پیتے، اجتماعی رقص کرتے اور عجیب عجیب بدکاریاں کرتے، حالانکہ یہ جگہیں اسلام کا مرکز بنی ہوئی تھیں، بڑے بڑے حضرات یہاں پڑھے۔ فقیہ ابواللیث ثمر قندیؒ جیسے حضرات ان میں پڑھتے اور پڑھاتے رہے، حضرت دارمیؒ ان مدارس میں پڑھاتے رہے بہت ہی قدیم مدارس تھے امیر تیمور نے پھر انکی تجدید کرکے بہت بڑی پُرشکوہ عمارت بنوادی تھی۔

مدارس کی رہائی

معزز سامعین! مولانا فرماتے ہیں کہ ثمر قند کے مفتی اعظم نے بتایا کہ انہوں نے دو مدارس تو واپس کردیے ہیں ایک میں شراب خانہ بنایا ہوا تھا

ایک میں انہوں نے ناچ گھر بنایا ہوا تھا تیسرا جس میں عجائب گھر اور مسجد ہے وہ واپس نہیں کر رہے ہیں آپ چلیں دعا کریں۔ میں نے کہا بہت اچھا۔ جب وہاں گئے، واقعی عمارات کو دیکھ کر دل خوش ہوگیا۔ پولیس کا وہاں پر پہرہ تھا۔ کہنے لگے آج وقت ختم ہوگیا ہے کل آپ آئیں تو دس منٹ کیلئے آپ کو اجازت دینگے۔ ہم نے کہا بہت اچھا اگلے دن پھر بڑے بڑے علماء کثیر تعداد میں جماعت کیساتھ تھے ہم وہاں گئے پولیس ہمارے ارد گرد تھی۔ انہوں نے کہا صرف دس منٹ ہیں دس منٹ کے بعد آپ کو باہر یہاں دروازہ پر آنا ہے ہم نے کہا ہمیں ایک دفعہ داخل تو ہونے دو۔ جب داخل ہوکر مسجد میں پہونچے مسجد اس قدر خوبصورت اور محراب کے اوپر سونے کا پانی چڑھایا ہوا تھا منبر کے اوپر سونے کی پتری لگی ہوئی تھی یا سونے کا پانی چڑھایا ہوا تھا اور سونے کے پانی سے آیات قرآنی لکھی ہوئی تھیں عجیب خوبصورت اتنی خوبصورت کہ بندہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ دوستو اس دور میں مسجدوں کی کتنی اہمیت ہوا کرتی تھی اور مسجدوں کو کتنا خوبصورت بنایا جاتا تھا یعنی اسکو ایک دفعہ دیکھ کر بندہ یوں محسوس کرتا ہے جیسے میں کسی خواب میں یہ چیزیں دیکھ رہا ہوں اتنی خوبصورت وہ جگہ کہ انہوں نے زنجیریں لگا کر اسکو علیحدہ کر رکھا تھا ادھر کسی کو جانے کی اجازت نہ تھی۔ جب ہم وہاں پہونچے تو میرے دل میں آیا کہ جہاں ہمارے بزرگوں نے نمازیں پڑھی ہیں کیوں نہ مجھے بھی دو رکعت کی سعادت نصیب ہو میں نے اپنے دوستوں کو کہا کہ یہ زنجیریں کھولو آگے چلتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے وہ زنجیریں کھول دیں ساری جماعت نے منبر و محراب کے پاس دو رکعت صلوٰۃ الحاجت پڑھی اب وہ شرطی (پولیس) کھڑے دیکھ رہے ہیں حیران ہو رہے ہیں کہ انہوں نے کیا کیا اور یہ جرأت

Scanned by CamScanner

کیسے کی۔

دوستو! خلاصہ یہ ہے کہ جب آدمی برابر کوشش کرے ارادہ کرے تو ہر چیز میں کامیابی مل جاتی ہے ہندوستان کے مسلمانوں کیلئے ضروری ہے کہ اپنے مدارس کا شکریہ ادا کریں، ان مدارس کا اور انکے اساتذہ اور طلباء کا حد درجہ احترام کریں، اور ارادہ کریں کہ ہم اپنے ہندوستان میں یہ حالات پیدا نہیں ہونے دیں گے، سنتِ نبوی کا مکمل اتباع کریں گے۔

مدارس کا کام

میرے محترم دوستو! ہمارے ان مدارس اسلامیہ کا کام ملازمت دلانا نہیں ہے مدارس کا کام آسامیاں بانٹنا نہیں بلکہ عالم ربانی عالم حقانی بنانا ہے جو حق وصداقت، حلال وحرام کا پیغام دنیا کو دے۔ حضرت مولانا علی میاں ندویؒ نے کہا تھا کہ مدارس کا کام یہ ہے کہ وہ ایسے باضمیر باعقیدہ ایسے باایمان ایسے باحوصلا ایسے باہمت فضلاء پیدا کرے جو اس ضمیر فروشی، اصول فروشی اور اخلاق فروشی کے دور میں روشنی کے مینارے کی طرح قائم رہیں کہ وہ کہیں نہیں جاتا اپنی جگہ پر کھڑا ہے راستہ بتاتا ہے جیسے قبلہ نما آپ کہیں ہوں وہ آپ کو قبلہ بتادیگا ہندوستان میں بتائیگا دوسرے ملک میں بتائیگا پہاڑ پر رکھیں تو بتائیگا پل پر رکھیں تو بتائیگا یہ عالم کا کام ہے کہ ہر زمانہ میں ہر جگہ قبلہ نما رہے۔

میرے عزیزو اور پیارے بھائیو! سب سے پہلے اللہ تبارک وتعالی نے عالم ربانی اور عالم حقانی کے اوصاف سے حضرت آدم علیہ السلام کو وابستہ کیا پھر کے بعد دیگرے حالات وواقعات کے مطابق حضراتِ انبیاء علیہم الصلوۃ والتسلیم کو مبعوث فرمایا اور انہوں نے کما حقہ انسانیت کے فرائض انجام دیئے سب سے آخر میں نبیٔ آخرالزماں محمد رسول اللہ ﷺ کو مبعوث

فرمایا آپ کے مدرسہ صفہ نے حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت تیار ہوئی ان ہی کے نتیجہ میں بہت سارے عالم ربانی اور عالم حقانی پیدا ہوئے، العلماء ورثۃ الانبیاء فرما کر نبی ﷺ نے دینی اشاعت کی تمام تر ذمہ داری علماء کے سر ڈال دی اس لئے ضرورت ہے کہ علماء اپنے فرض منصبی کو سمجھیں۔

عالم ربانی کی تعریف

دوستو ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ عالم ربانی کسے کہتے ہیں؟ عالم ربانی کہتے ہیں اس شخص کو جو فقیہ ہو، حکیم ہو، متقی ہو، دینی تدبیر کرنے والا ہو اور جو علوم خاصہ کو حق تعالی سے اخذ کرے اور کسی حالت میں بھی غیر کی طرف متوجہ نہ ہو اپنے رب پر کسی کو ترجیح نہ دیتا ہو علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے اپنی تفسیر جلالین میں لکھا کہ عالمِ ربانی عمل کرنیوالے علماء کو کہتے ہیں۔

صفۂ نبوی ﷺ کا فیضان

میرے محترم بزرگو اور دوستو! صفۂ نبوی ﷺ کا فیضان کہیے کہ دنیا بھر میں صفۂ نبوی کے نقش قدم پر مدارس کا قیام عمل میں آیا الحمدللہ ثم الحمدللہ پوری دنیا میں مدارس قائم ہوئے اور ان میں علماء ربانی اور حقانی پیدا ہوتے رہے۔

دوستو! وہ علمائے ربانیین ہی تھے جنہوں نے بخارا، بغداد، سمرقند وغیرہ میں چھپ چھپ کر زیرِ زمیں دین کی خدمات انجام دیں ان کی داستانیں سن کر بدن کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔

فیضانِ مدارس اور ضرورتِ مدارس

دوستو! ہمارے ہندوستان میں انگریزوں کا تسلط اور اقتدار قائم

Scanned by CamScanner

ہوجانے کے بعد دینی اقتدار کی جو پامالی ہوئی اس سے متاثر ہوکر اللہ کے چند مخلص بندوں نے یہ فیصلہ کیا کہ اب ہندوستان کے مسلمانوں کے ایمان و عقائد کا تحفظ اور انکی آنے والی نسلوں میں دینی شعور، مذہبی احساس اور عقیدۂ آخرت پر انکو ثابت قدم رکھنے کے لئے یہ انتہائی ضروری ہے کہ جگہ جگہ پر علمی مدارس قائم کئے جائیں اور قرآن کے مکاتب کھولے جائیں تاکہ یہاں قرآن وحدیث کے جاننے والے اور سمجھنے والے پیدا ہوں اور انکے ذریعہ پیغامِ محمدی اور دعوتِ نبوی عام ہو اور اس ملک میں مسلمان بحیثیت مسلمان ہونے کے زندگی بسر کرسکے، اور مسلمانوں میں یہ جذبہ پیدا ہو۔

مال مانگو تو مال دیں گے اور جان مانگو تو جان دیں گے
مگر ہم سے یہ نہ ہوگا کہ نبی کا جاہ وجلال دیں گے

دوستو! ان بوریہ نشینوں اور خانقاہوں میں بیٹھنے والوں نے تعلیم وتربیت، تزکیہ واحسان کے ذریعہ کتنی زندگیوں میں انقلاب پیدا کیا ہے یہ ہمارے علمائے ربانیین کی اور مدارسِ اسلامیہ ہی کی برکتوں کا مظہر ہے اللہ تعالی ان علمائے ربانیین اور علمائے حقانیین کی قبروں کو نور سے منور فرمائے اور انکے درجات بلند فرمائے اور ہمارے مدارس اسلامیہ کے فیضان کو عام فرمائے...... آمین!

حضرت شیخ الہند کی فکر

حضرت شیخ الہند جب مالٹا کی جیل سے واپس آئے تو لوگوں سے خطاب کیا کہ میں نے مالٹا کی جیل میں رہ کر مسلمانوں کی ذلت ورسوائی اور شکست وریخت کے اسباب تلاش کئے ہیں مجھے دو سبب ملے ہیں (۱) قرآن سے دوری (۲) آپسی اختلافات اب میں ان دونوں پر محنت کروں گا چنانچہ آپ نے اپنی عمر تعلیم وتدریس اور قرآن مجید کے ترجمہ وتفسیر میں گذار دی

اور مسلمانوں کے آپسی اختلافات کو دور کرنے میں کوشاں رہے۔

عصری تعلیم کی شمولیت کے خطرات

برادرانِ اسلام! ہمارے ان مدارس اسلامیہ اور مکاتب دینیہ کی ہمہ جہت خدمات کے باوجود ہمارے یہ مدرسے اپنوں اور بیگانوں کا ہدف ونشانہ بنے ہوئے ہیں انکے نصابِ تعلیم، نظامِ تعلیم اور طریقۂ کار پر آئے دن نقد وتبصرے ہوتے رہتے ہیں انکے نصاب (درس نظامی) میں دوسرے مروّجہ علوم وفنون کو داخل کرنیکی آراء پیش کی جارہی ہیں انکے نظام تعلیم اور طریقۂ کار میں تبدیلی کی سفارشیں ہورہی ہیں تاکہ ملت کا یہ طبقہ سماج ومعاشرہ کا مفید عنصر بن سکے۔

میرے محترم بزرگو اور دوستو! جو لوگ ایسا سوچتے ہیں وہ دراصل اپنی سادہ لوحی یا قرآن وحدیث کے عمیق اور گہرا مطالعہ نہ ہونیکی وجہ سے تعلیم کو اقتصاد ومعاش سے جوڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر ان مدارس میں عصری علوم کو شامل کردیا جائے تو ان مدارس کے فارغین کو معاشی مشکلات سے چھٹکارا مل جائیگا اور عصری تعلیم کے ذریعہ انکے فارغین کو ٹیکنیکل لائن میں آگے بڑھنے کا موقع مل جائیگا بڑی بڑی ڈگریاں حاصل ہوجائیں گی اور انکے ذریعہ انکی روزی روٹی کا مسئلہ حل ہوجائیگا۔

مخلصانہ مشورہ

میرے محترم بزرگو دوستو اور نوجوان بھائیو! میں اپنے ان مخلصانہ مشورہ دینے والوں سے صرف اتنا عرض کردینا چاہتا ہوں کہ معاشیات (کھانے کمانے) کا مسئلہ کوئی اہم نہیں ہے کیونکہ خود باری تعالی روزی روٹی کی ذمہ داری لیتے ہوئے اعلان فرمارہے ہیں وما من دابة في الارض

الاعلی اللہ رزقہا. روئے زمین پر کوئی دابہ ایسا نہیں جسکی روزی کی ذمہ داری اللہ نے اپنے ذمہ نہ لے لی ہو۔

دوستو! اس آیت کے بعد معاشیات کے سلسلہ میں کسی طرح کے تردد کی گنجائش نہیں رہتی دوسری بات یہ ہے کہ روزی کا تعلق قسمت سے ہے عقل اور تعلیم سے نہیں اس لئے میں ان نام نہاد ماڈرن اور ترقی یافتہ لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ عصری تعلیم حاصل کرنیکے بعد کیا یقینا روزی روٹی کا مسئلہ حل ہو جائیگا۔ میرے دوستو ہرگز نہیں ہرگز نہیں روزی کا تعلق تو قسمت سے ہے کیونکہ اگر روزی کا تعلق تعلیم اور عقل سے ہوتا تو جاہلوں اور بیوقوفوں کو ایک دانہ بھی نصیب نہ ہوتا اور وہ بھوکے مرتے حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ انگوٹھا چھاپ اور ان پڑھ لوگ بھی بڑے بڑے کارخانوں اور ملوں کے مالک بنے بیٹھے ہیں۔

مدارس کے فارغین کے مزے

دوستو اگر ہمارے مدارس میں عصری علوم کو شامل کرلیا جائے تو کوئی گارنٹی اور ضمانت نہیں ہے اس بات کی کہ مدرسہ کے فارغین کو معاشی مشکلات پیش نہیں آئیں گی اور انکو درپیش مشکلات سے چھٹکارا مل جائیگا کیونکہ ہندوستان ہی نہیں بلکہ دنیا کا سروے کرنے کے بعد ایسے تعلیم یافتہ افراد کی طویل فہرست تیار ہو جائیگی جو گریجویشن، بی اے، ایم اے، بی کوم، ایم کوم، بی بی اے، ایم بی اے، بی ایس سی، ایم ایس سی، ایم بی بی ایس، پی ایچ ڈی، انجینئرنگ، کمپیوٹر ٹکنالوجی، جیسی بڑی بڑی ڈگریاں حاصل کر کے بھی مارے مارے پھر رہے ہیں ان میں سے کچھ ایسے بھی ملیں گے جو اپنی روزگاری کے لئے رکشہ چلانے پر مجبور ہیں کھیتوں میں کام کرنے پر مجبور ہیں سڑکوں اور گلیوں میں

جھاڑو لگانے پر مجبور ہیں چپراسی کے کام کرنے پر مجبور ہیں اسکے برعکس اللہ تبارک وتعالی نے قرآن وحدیث کی برکت سے مدارس اسلامیہ کے فارغین کو ایسی جگہوں سے ہمیشہ محفوظ رکھا ہے ان مدارس کی برکت سے اور قرآن وحدیث ہی کی برکت سے باری تعالی دونوں جہاں میں انکو روشن اور منور رکھتے ہیں باری تعالی علوم نبویہ (قرآن وحدیث) حاصل کرنیوالوں کو کبھی ذلیل نہیں کرتے کھانے پینے میں بھی کبھی کمی نہیں لگنے دیتے قرآن میں ایسے ہی لوگوں کے لئے خوشخبری ہے لاخوف علیھم ولاھم یحزنون. انہیں کسی طرح کا خوف اور غم نہیں ہمارے آقا ومولی جناب محمد رسول اللہ ﷺ ہمیں قرآن پر ڈال کر گئے ہیں اور بتا کر گئے ہیں کہ تمہاری کامیابی اللہ نے قرآن سے وابستہ کی ہے آج یہ یقین ہمارے دلوں سے نکل گیا ہے حالانکہ دل کا یقین ہونا چاہئے کہ اگر اللہ ہمیں کامیاب کریں گے تو صرف قرآن سے۔ دوستو! آج کل ہمارے پاس سب کچھ موجود ہے ہماری تعداد بھی کم وبیش بیس کروڑ ہے اس کے باوجود ہم بے وزن ہیں اور ساٹھ ملک اس دنیا میں اسلامی ہیں اور ان کے پاس ہر طرح کے خزائن موجود ہیں مگر ان تمام چیزوں کے باوجود مسلمان سب سے زیادہ پٹ رہا ہے صرف قرآن پر عمل نہ کرنیکی وجہ سے علامہ اقبالؒ نے کہا تھا کہ دنیا میں کوئی بھی مسلمان قرآن کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا قرآن ہے تو اسلام ہے اسلام ہے تو مسلمان ہے قرآن مسلمان کے لئے لازم وملزوم کا درجہ رکھتا ہے اس لئے دوستو ہمارے ان پروگراموں یعنی جلسے جلوس میں سب سے زیادہ فائدہ یہ ہونا چاہئے کہ ہمارے دلوں میں قرآن کی عظمت وقدر پیدا ہو ہمارے گھر کا ہر بچہ قرآن پڑھنے والا ہو جائے۔ اگر آپ اپنے بچہ کو ڈاکٹر یا انجینئر یا کوئی دوسری بڑی

Scanned by CamScanner

تعلیم دلا رہے ہیں تو ان کو قرآن کی تعلیم ضرور دیں آج اسکولوں اور کالجوں میں عیسائیت، یہودیت سکھائی جارہی ہے جس سے قرآن اور نبی کا علم بچہ کو آتا ہی نہیں ہے اس لئے اپنے بچوں کو مدارس اسلامیہ اور مکاتب دینیہ میں داخل کراکر قران اور نبی کی سیرت سکھائی جائے۔

ایک عبرت آموز واقعہ

قرآن اور نبی ﷺ کی سیرت نہ سیکھنے سکھانے پر مجھے ایک واقعہ یاد آیا جسکو ہمارے محترم حضرت مولانا پیر ذوالفقار علی صاحب نے بیان کیا ہے ،فرماتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ امریکا میں تھے وہاں ایک MBBS ڈاکٹر تھے انکا بیٹا بھی ڈاکٹر بننے کے لئے میڈیکل کالج میں چلا گیا، یہ بیٹا ماں باپ کے لئے اتنا پریشان کن بن گیا کہ ماں باپ کی کوئی بھی بات سن نے کے لئے تیار نہیں تھا، چنانچہ ماں باپ اسکو عمرہ کے ارادہ سے لیکر مکہ مکرمہ آئے تاکہ اسکی اصلاح ہو جائے، حیرانی کی بات کہ وہ بچہ امریکا سے تو ماں باپ کے ساتھ چلا گیا لیکن مکہ مکرمہ پہنچ کر حرم شریف کے دروازہ پر آکر کھڑا ہو گیا اور ماں باپ کو کہنے لگا کہ آپ کو عمرہ کرنا ہے تو کرلیں مجھے نہیں کرنا۔ اب ماں بھی رو رہی ہے باپ بھی رو رہا ہے اور بچہ کو سمجھا رہے ہیں لیکن وہ نہ مانا اور حرم شریف کے دروازہ سے لوٹکر واپس امریکا آگیا ماں باپ کو اتنا صدمہ ہوا کہ وہ بتا نہیں سکتے تھے۔

حضرت مولانا فرماتے ہیں کہ جب اسکے والدین سے میری ملاقات ہوئی اور انہوں نے بتلایا کہ ہمارے لڑکے کا یہ حال ہے تو میں نے اس بچہ سے ہم کلامی کی اور وہ بچہ بہت جلد کھل گیا تو بنیادی وجہ یہ نکلی اس بچہ نے بتایا کہ میرا ایک استاد یہودی تھا میڈیکل کا ٹیچر تھا ایک مرتبہ میں اسکے

ساتھ دس منٹ کے لئے بیٹھا اس نے دین اسلام کے بارے میں مجھے اتنا متردد متشلک کیا کہ میرے دل میں خدا کے وجود کے بارے میں بھی شک ہو گیا یعنی اس نے اسکو دہریہ بنادیا اب بتائیں کہ دس پندرہ منٹ کی گفتگو میں مسلمان بچہ کو ایک استاد نے دہریہ بنادیا، میرے محترم دوستو! اللہ کی شان کہ اسکے شکوک دور کر کے ہم نے اس بچہ کو کلمہ پڑھایا اور اگلے سال وہ دوبارہ پھر ماں باپ کے ساتھ عمرہ کے لئے آیا۔ تو میرے دوستو استاد کی تعلیم وتربیت کا بچہ پر بہت جلد اثر ہوتا ہے۔ بچہ ماں باپ کی بات کو غلط سمجھ سکتا ہے استاد کی بات غلط نہیں سمجھتا۔ اسی طرح کچھ لوگ دینی علم پڑھانے کے لئے غیر مقلد قسم کے استاد چن لیتے ہیں اور وہ بچہ کو بالکل متردد اور شکی بنا کر چھوڑ دیتے ہیں اس لئے میرے دوستو اپنے بچوں کے لئے نیک، متقی اور صحیح عقائد والے استاد کا ڈھونڈنا ماں باپ کی ذمہ داری ہے جن سے آپ کے بچوں کا اور آپ کا بھی ایمان واسلام محفوظ رہ سکے اور ایسے استاد صرف ان مدارسِ اسلامیہ اور مکاتبِ دینیہ کے اندر ہی مل سکتے ہیں اسلئے والدین کو چاہئے کہ وہ اپنے بچوں کو مدارسِ اسلامیہ میں داخل کرائیں میں یہ نہیں کہتا کہ اپنے بچوں کو ڈاکٹر ،انجینئر نہ بناؤ سب کچھ بناؤ مگر ساتھ ساتھ اسلامی، دینی فکر سے بھی وابستگی رہے۔

پیارے دوستو! ان مدارس کو معمولی نہ سمجھیں دوسرے لوگ انکو معمولی نہیں سمجھتے بلکہ ان سے ڈرتے ہیں تو ہمکو ان مدارس کی عظمت اور پڑھنے پڑھانے والوں کی عظمت کرنی چاہئے آج ہم ڈگری اور دنیوی عہدہ والوں کا احترام کرتے ہیں دنیوی تعلیم حاصل کرنیوالوں کا احترام کرتے ہیں انکو عزت اور عظمت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں

Scanned by CamScanner

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

میرے محترم بزرگو اور دوستو! میں اپنے ان نو جوان بھائیوں اور دانشورانِ قوم وملت اور دین ودنیا کے فکر مندوں سے یہ درخواست کرنا اپنے لئے سعادت سمجھتا ہوں کہ یہ ہمارے مدارس اسلامیہ بزرگان دین اور سلفِ صالحین کی بہترین یادگار ہیں اور وقت کی اہم ترین ضرورت ہیں جو اس وقت طوفانی آندھیوں کی زد میں ہیں طاغوتی طاقتیں ہر طرح سے ان مدارس کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے کمر بستہ ہیں قربان جایئے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ شیخ الہند حضرت مولانا مفتی محمود الحسن صاحب دیوبندیؒ وغیرہم پر کہ انکے خلوص وللہیت کے جلائے ہوئے چراغ ہیں جہاں جہاں بھی خالصۃً مذہبی اداروں کا قیام ہے انکے امتیاز کو باقی رکھا جائے محدث ومفسر، فقیہ ومفتی بن رہے ہیں بننے دیجئے۔ مدارس اور مکاتب کی جو اہمیت وافادیت ہے اسکو رہنے دیجئے۔

نہیں ہے نا امید اقبال اپنی کشت ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زر خیز ہے ساقی

دوستو! نئی روشنی کے مفکرین ومصلحین کے ذہنوں میں جو یہ بات بار بار گردش کرتی ہے کہ نظام تعلیم کو بدلو یہ امریکہ اور اسرائیل کی دین ہے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ ان مدارس کے ہوتے ہوئے اسلام کی شبیہ نہیں بگاڑی جاسکتی اور یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ اتنے سارے مدارس کو تباہ وبرباد کردیا جائے اس لئے انہوں نے اپنی سازش کی باغ ڈور اس طرف موڑی کہ

مدارس کے نظام تعلیم کو ہی برباد کردیا جائے تو یہ اسلام کی روشنی خود بخود ہی ختم ہوجائیگی۔

اسلئے امت مسلمہ کا دکھ درد سمجھنے والوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ امت کے افراد کو قرآن وسنت کی عقیدت ومحبت، انسانیت کی خیر خواہی اور جذبۂ دعوتِ ایمان پیدا کرکے انہیں کچھ بھی بنائیں کسی بھی میدان میں لاکر کھڑا کردیں کسی بھی طریقۂ کار سے وابستہ کردیں ٹیکنیکل ادارے کھولیں، انجینئرنگ کالج کھولیں لیکن ان میں خود احتسابی کا جذبہ پیدا کردیں۔

تم شوق سے کالج میں پڑھو پارک میں کھیلو
جائز ہے غباروں میں اڑو چرخ پہ جھولو
پر اک سخن بندۂ عاجز کی رہے یاد
اپنی حقیقت اور خدا کو نہ بھولو

اللہ تعالی ہمیں تعلیم دینی ودنیوی کیساتھ ساتھ عمل صالح کی توفیق عطا فرمائے، اور منزل مقصود تک پہنچنے میں ہماری راہنمائی فرمائے، اور اپنی معرفت نصیب فرمائے۔

دستو! میں نے شروع خطبہ میں ایک آیت پڑھی تھی فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ . اس آیت کریمہ کے پیغام کو ہمارے یہ مدارس ہی پورا کررہے ہیں آیت میں فرض کفایہ کے حکم کو یہی انجام دے رہے ہیں جو امت مسلمہ کے لئے نجات کا باعث ہیں اسی طرح هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ. والی آیت بھی پڑھی گئی جسکا مطلب بھی یہی ہے کہ اللہ تبارک

وتعالیٰ عین موقع پر مدد فرما دیتے ہیں انکی رحمتوں کا نزول چاروں طرف ہوتا رہتا ہے، جہاں بھی دینی ادارے، مدرسے، مکتب، قائم ہوں گے اللہ تعالیٰ اپنی قدرتِ کاملہ سے اور خزانۂ غیب سے سب کا تکفل اور انتظام فرمادیں گے، اس مدرسہ کے سنگِ بنیاد کو بھی اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، اس کے فیض کو عام اور تام فرمائے، کام کرنے والوں میں اخلاص پیدا فرمائے، معاونین اور مخیرین حضرات کی توجہات اس طرف مبذول فرمائے......آمین!

ان اللہ لایضیع اجرالمحسنین.

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین.

بابرکت عورت

عَنْ مَعْقَلِ بْنِ يَسَارْ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ تَزَوَّجُوْا الْوَدُوْدَ الْوَلُوْدَ فَاِنِّىْ مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْاُمَمَ.

(رواہ ابوداؤد، نسائی)

ترجمہ: حضرت معقل بن یسارؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا تم ایسی عورت سے نکاح کرو جو اپنے خاوند سے محبت کرنے والی ہو اور زیادہ بچے پیدا کرنے والی ہو، کیونکہ میں دوسری امتوں کے مقابلہ میں تمہاری کثرت پر فخر کرونگا۔

Scanned by CamScanner

جس نے نکاح دین کی بنیاد پر کیا
وہ دونوں جہاں میں ممتاز ہوگیا

نکاح کے بنیادی مقاصد

﴿حضرتؒ کا یہ خطاب ایک عقد مسنون کے موقع پر مدرسہ تعلیم الاسلام کھیڑہ مغل کی جامع مسجد میں ہوا، حضرتؒ کے خلیفہ ومجاز جناب مولانا الحاج محمد عرفان صاحب مہتمم مدرسہ ہذا نے مجمع کثیر کے سامنے یہ بیان کرایا، سامعین نے بہت پسند کیا﴾

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى امابعد!

اعوذ بالله من الشيطان الرجيم

بسم الله الرحمان الرحيم

يـاايهـاالناس اتقوا ربكم الذى خلقكم من نفس واحدة وخـلـق منها زوجها وبث منهما رجالا كثيرا ونساء. واتقوا الله الذى تساء لون به والارحام ان الله كان عليكم رقيبا.

وعن عبد الله بن عمرؓ وقال قال رسول الله ﷺ الدنيا كلها متاع وخير متاع الدنيا المراة الصالحة. (ابوداود)

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

Scanned by CamScanner

گرامی قدر سامعین کرام! آج کی اس مجلس میں قرآن پاک کی ایک آیت اور ایک حدیث پڑھی ہے، مختصر طور پر ان کی وضاحت اور ان کے مناسب ایک دو اہم اور صحیح واقعے ذکر کر کے بات ختم کر دونگا، اس لئے کہ میری طبیعت بھی ساتھ نہیں دیتی، ضعف بھی ہے، کمزوری بھی، ڈاکٹر لوگ بھی زیادہ بولنے سے منع کرتے ہیں، آپ حضرات کی محبت میں اور عقدِ مسنونہ کی تقریب میں حاضر ہو گیا ہوں، جامعہ کاشف العلوم چھٹمل پور سے آپ لوگوں کا پرانا اور دیرینہ تعلق بھی ہے، اس بنا پر بھی آنا لازم اور ضروری تھا۔

بہر حال آج کل بیاہ شادی کے طور وطریق عجیب تر ہوتے جا رہے ہیں، ہم لوگوں نے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرامؓ اور اپنے اکابر واسلاف کے خلاف طرح طرح کے رسم ورواج کو جنم دیدیا، نئی نئی بدعات وخرافات میں ہم کھو کر رہ گئے، اور آئے دن ہندوانہ رسم ورواج میں مضبوط ہوتے چلے جا رہے ہیں، شاید ہی ایسی کوئی رسم باقی رہ گئی ہو جس سے ہمارے بیاہ شادی خالی رہ گئے ہوں۔

رسم ورواج اور اصلاح معاشرہ

دوستو اور بزرگو! آج ہمارے بیاہ شادی اور نکاح کے طریقے الف سے ی تک یکطرفہ بدل کر رہ گئے ہیں، آج ہم لوگ اصلاحِ معاشرہ کا دعویٰ کرتے ہیں، اصلاحِ معاشرہ کی تنظیمیں، اسکیمیں بڑے کرّ وفر اور شوق وذوق کے ساتھ بناتے ہیں، اور چند ہی مہینوں میں وہ اسکیمیں کاغذی بنکر رہ جاتی ہیں، خود اصلاحِ معاشرہ کے ذمہ دار لوگ نکاح اور شادی کے سلسلہ میں اصلاحی پہلوؤں کو مدنظر نہیں رکھتے، اپنے بچوں کی شادیوں میں معقول خرچوں کا شکار ہو جاتے ہیں اور اس موجودہ اسراف وفضول خرچی کو یوں کہہ

کر ٹال دیتے ہیں کہ یہ تو موجودہ دور کے تقاضے ہیں، پھر دل کھول کر اسراف کرتے ہیں، العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ۔

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

نکاح کو کاروبار بنالیا

محترم دوستو! آج کل ہم لوگوں نے نکاح شادی اور بیاہ کو کاروبار بنالیا چنانچہ نکاح کے نام پر بڑھ چڑھ کر خوبصورتی اور ملبوسات کی نمائش کی جاتی ہے، اپنے سے کمتر لوگوں کو ذلیل اور رسوا کیا جاتا ہے، جہیز اور تلک جیسے منحوس رواج کو اپنے لئے فخر محسوس کرتے ہیں۔

جہیز ایک ناسور

دوستو! یہ جہیز ایک ناسور بنکر سماج کو ہلاکت کی طرف دھکیل رہا ہے یہ محض ہندوانہ رسم ورواج ہے، جو مسلمانوں میں سرایت کر گیا ہے، بعض لوگ جائز سمجھ کر بڑی دھوم دھام سے جہیز کے نام پر لین دین کرتے ہیں، اور اس کا جواز حضرت علیؓ کے نکاح کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ضروریات زندگی کے چند سامان دئے تھے، اسی کو دلیل بناتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی کو جہیز دیا ہے، حالانکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت فاطمہؓ کا نکاح حضرت علیؓ سے کیا تو پہلے معلوم فرمایا اے علی تمہارے پاس کچھ سامان ہے؟ تو آپؓ نے جواب دیا ایک زرہ، ایک گھوڑا اور ایک تلوار ہے، چنانچہ حضور ﷺ نے زرہ فروخت کروادی اور اس سے ضروریات کا سامان خرید وادیا، نہ کہ وہ جہیز کا سامان جو گھر کی زینت بنتا ہے جس کی

Scanned by CamScanner

لسٹیں اور فہرستیں تیار ہوتی ہیں، حقیقت میں یہ جہیز کا سامان زوجین اور دونوں خاندانوں کے لئے وبال جان بنا رہتا ہے دونوں خاندانوں کے لئے لعنت کا سبب بن جاتا ہے۔

کانپور شہر کا واقعہ

دوستو! اس کی تازہ مثال ہمارے اتر پردیش کا ایک مشہور شہر کانپور ہے وہاں کے ایک صاحب نے اپنی اکلوتی بیٹی کی شادی ایک ترقی پذیر ملک کے ترقی یافتہ خانوادہ کے جنٹل مین سے کی، فضول خرچی کے جتنے ممکنہ طریقے ہو سکتے تھے سبھی کو استعمال کیا، جہیز بھی خوب دیا، اور باراتی بھی ممبئی سے مہنگی کمپنی کے ہوائی جہاز کے ذریعہ کانپور پہنچے، کھانے کا نظم بھی اعلی پیمانہ پر کیا گیا، باراتیوں کو بھی اعلی قسم کی کاریں دی گئیں، ان تمام کاروں کو اور جہیز کے سامان کو جہازوں میں لاد کر اپنی بیٹی اور اپنی لخت جگر کو رخصت کیا۔

دوستو! سننے کی بات ہے کہ چند ہی دنوں کے بعد خسر محترم کو داماد نے فون پر خوشخبری سنائی کہ ہم دونوں فلاں تاریخ کو لکھنو ہوائی اڈہ پر پہنچ رہے ہیں، بیٹی اور داماد کے استقبال کے لئے خسر صاحب خوشی خوشی ہوائی اڈہ پہنچے چنانچہ ہوائی جہاز آیا، صرف بیٹی ائیر پورٹ سے باہر نکلتی نظر آئی، باپ نے غایت اشتیاق سے داماد کے بارے میں پوچھا تو بیٹی نے انتہائی تحمل کے ساتھ باپ کے ہاتھوں میں طلاق نامہ تھما دیا، باپ نے وجہ معلوم کی بیٹی ایسا کیوں ہوا؟ کہا کہ باراتیوں کا شایان شان استقبال نہیں کیا گیا ہے، اور جہیز کے نام پر جو کچھ دیا گیا ہے وہ داماد صاحب کی نظر میں کباڑ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا

میرے محترم بزرگو اور دوستو! دیکھ لیا آپ نے، بتاؤ اس شادی میں کس چیز کی کمی تھی، دنیا بھر کا سامان دیا گیا، جان مال کی بازی لگا دی گئی، کمی

تھی تو صرف اس بات کی تھی کہ سنت وشریعت کو اس نکاح میں بالائے طاق رکھ دیا گیا تھا اور نکاح کے مقصد کو فراموش کر دیا گیا تھا جس کا نتیجہ بعد میں نکلا

دوستو! جو نکاح، شادی اور بیاہ سنت کے طریقہ سے ہٹ کر ہوگا ان کا یہی حشر ہوگا، اللہ تعالی ہم لوگوں کی حفاظت فرمائے۔

غیروں کے رسم ورواج

مسلمانوں آج ہم لوگوں میں غیروں کے رسم ورواج اس قدر آ چکے ہیں کہ یہ سمجھنا دشوار اور مشکل ہو گیا کہ یہ شادی کسی مسلم کی ہے یا غیر مسلم کی، سب سے پہلا مسئلہ نکاح اور بیاہ شادیوں میں لڑکی اور لڑکے کا دیکھنا ہوتا ہے، چنانچہ لڑکوں کو دیکھنے کا طریقہ عجیب سے عجیب تر ہے، پہلے تو لڑکی والوں کے یہاں جانے کی اطلاع پہنچائی جاتی ہے، بیچارے لڑکی والے مہمانوں کی آؤ بھگت، خاطر ومدارات خوب کرتے ہیں، ساتھ ساتھ لڑکے والے لڑکی کی خوب دیکھ بھال کرتے ہیں اس کو چلا کر دیکھتے ہیں کہیں لنگڑی تو نہیں، ہاتھوں سے کام کرا کر دیکھتے ہیں کہیں اپاہج تو نہیں، بال کھلوائے جاتے ہیں کہیں چھوٹے تو نہیں یا سفید تو نہیں ہو گئے، تحریر پڑھنے کو کہا جاتا ہے تا کہ پتہ لگ جائے کہ آواز بھدی تو نہیں، اسی پر بس نہیں پھر عصری تعلیم کے بارے میں پوچھا جاتا ہے، گھریلو کام کاج کے بارے میں سوالات کئے جاتے ہیں، امور خانہ داری کے بارے میں پوچھا جاتا ہے، گویا کہ جو چیزیں نہ پوچھنے کی ہوں ان کو بھی پوچھ لیتے ہیں، ہاں اگر پوچھا نہیں جاتا تو یہ نہیں پوچھتے کہ لڑکی کا کردار کیسا ہے؟ دینیات واخلاقیات کا معیار کیا ہے؟ حسب ونسب پر بھی دھیان نہیں جاتا صرف مال اور جسمانی بناوٹ پر نظر جاتی ہے، گویا کہ نکاح کے اصل مقصد کو فراموش کر دیتے ہیں۔

نکاح کے نام پر فضول خرچی

دوسرے نمبر پر جب نکاح اور بیاہ شادی کی تاریخ متعین ہوتی ہے تو فضول خرچی کا سلسلہ بے ہنگم طریقہ سے شروع ہو جاتا ہے، شادی کی تاریخ لکھنے کے لئے سادے کاغذ یا سستے کارڈ کے بجائے سونے اور چاندی کی طشتریوں پر تاریخیں کندہ کرائی جاتی ہیں، بارات ٹھہرانے کے لئے مہنگے ہوٹلوں کی بکنگ کرائی جاتی ہے، کھانے کے نام پر کھانے ہی کی توہین کی جاتی ہے، سنجیدگی و متانت کو خیر باد کہہ دیتے ہیں۔

بے شرمی و بے حیائی عام

نکاح کی تاریخ متعین ہوتے ہی بے شرمی و بے حیائی اور بے حجابی عام ہو جاتی ہے، امیر گھرانوں میں لڑکے اور لڑکی کے درمیان حائل پردہ کو نہ صرف ختم کر دیا جاتا ہے بلکہ لڑکے سے کہا جاتا ہے کہ اپنی ہونے والی بیوی کو کہیں سیر و سیاحت کے لئے لے جاؤ تا کہ ایک دوسرے کا مزاج سمجھ سکو اور آنے والی زندگی کو خوشگوار انداز میں چلا سکو۔

دوستو! افسوس صد افسوس ایسی تاریخ کے متعین ہونے پر......

میرے بھائیو تاریخ کا تعین تو اس لئے ہوا تھا کہ نکاح خوانی اور ایجاب و قبول سے پہلے پہلے یہ لڑکی لڑکے کے لئے حرام ہے، اس کا منھ دیکھنا حرام، اسکا جسم دیکھنا حرام، بے پردہ ہو کر اس سے بات چیت کرنا حرام، سیر و تفریح حرام اور یہاں تاریخ متعین ہوتے ہی ساری چیزیں حلال کر لی گئیں، دوستو یہ جہالت ہے، بے حیائی اور بے شرمی ہے، اللہ ہماری حفاظت فرمائے، سمجھ عطا فرمائے

کیا ہی عجیب پردہ تھا

دوستو ضرورت ہے آج اس بات کی کہ ہم اپنی زندگی کا موازنہ کریں، حضرات صحابہ کی زندگی سے اور امہات المؤمنین کی زندگی سے حضرت عائشہؓ اپنے ہی گھر کے احاطہ میں اپنے بدن کو کپڑوں کے ساتھ چھپا کر رکھتی تھیں۔

میرے بھائیو اور پس پردہ بیٹھی ہوئی بہنو کیا تم جانتی ہو کہ حضرت عائشہؓ ایسا پردہ کیوں کرتی تھیں؟ وہ ایسا اس لئے کرتی تھیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ ان کے گھر میں مدفون تھے، ان سے شرم و حیا کرتے ہوئے ایسا کرتی تھیں، چنانچہ حضرت امام احمدؒ نے حضرت عائشہؓ سے روایت نقل کی کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں اپنے گھر میں داخل ہوتی تھیں جس میں نبی کریم ﷺ مدفون ہیں تو میں اپنے پردہ کے کپڑے (چادر یا برقعہ) اتار کر رکھ دیتی تھی اور کہتی تھی کہ یہاں صرف میرے باپ اور شوہر ہی تو مدفون ہیں دوسرا کوئی نہیں (اس لئے پردہ کی ضرورت نہیں) لیکن جب ان دونوں کے ساتھ حضرت عمر بن خطابؓ کو دفن کر دیا گیا تو اللہ کی قسم میں حضرت عمرؓ سے شرم و حیا کرتی ہوئی بدن پر اپنے پردے کے کپڑوں کو خوب لپیٹ کر رکھتی تھیں۔

(کما فی المشکوۃ باب زیارۃ القبور ص ۱۵۴ ج ۱)

دوستو! یہی وہ عورتیں تھیں جن کے بارے میں کہا جاتا ہے۔

عورت کو حیاء کی چادر دی اور عزت کا غازہ بھی بخشا
شیشوں میں نزاکت پیدا کی کردار کے جوہر چمکائے

آج ہم لوگوں نے اسلامی تہذیب کو مغربی تہذیب سے بدل دیا،

Scanned by CamScanner

اور اس پر خوش ہو رہے ہیں، کہ ہم اسلامی احکامات کو فرسودہ خیالی سے تعبیر کر رہے ہیں، اسی لئے دوستو ہم طرح طرح کی خرابیوں میں مبتلا ہو رہے ہیں، مال بھی خرچ کرتے ہیں، جہیز بھی حد سے زائد دیتے ہیں، خوشی کے جتنے طریقے دنیا میں ہو سکتے ہیں سب کو اپناتے ہیں، مگر پھر بھی پریشانی، آخر کیوں؟ اس لئے کہ ہم نے نکاح کے مقصد کو فراموش کر دیا۔

نکاح کی بنیاد اور مقصد

نکاح کی جو بنیاد اور مقصد تھا اس کو ہم نے فوت کر دیا، دوستو اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہم سب میں سدھار ہو جائے، ہمارا معاشرہ پاکیزہ اور صاف ستھرا ہو جائے، ہمارے نکاحوں میں برکت اور آسانیاں پیدا ہو جائیں، ہمارے نکاح نجات کا ذریعہ بن جائیں تو ہمیں اپنے انبیاء و رسل اور حضرات صحابہؓ اور اپنے اکابرین، سلف صالحین کے نقش قدم پر چلنا پڑیگا، اور نبی ﷺ کی مکمل سیرت کو اپنانا ہوگا، قرآنی احکامات پر عمل کرنا پڑیگا، چنانچہ قرآن میں ہے کہ اپنے نکاح کے لئے نیک بیویاں تلاش کرو:

فَالصَّالِحَاتُ قَانِتَاتٌ حَافِظَاتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ.

کہ نیک بیویاں وہ ہیں جو اپنے شوہروں کی فرمانبردار ہیں، اور جب شوہر غائب ہوں تو ان کے مال اور ناموس کی حفاظت کرتی ہوں، یعنی اللہ نے جس طرح ان کو حکم دیا ہے، اسی کے مطابق کام کرتی ہیں، اپنے نفس اور ناموس میں اور شوہر کے مال و متاع میں کسی قسم کی خیانت نہیں کرتیں۔

دوستو اور بزرگو اور میرے پیارے نوجوانو! جب تک ہمیں نیک عورتوں سے نکاح کرنے کی فکر نہیں ہوگی تو ہم نکاح کے اصل مقصد میں کامیاب نہیں ہوں گے، ہمارے بزرگوں نے اہل علم علماء نے نیک جوڑوں

کو تلاش کیا ہے، صرف اور صرف عقل کی بنیاد پر فیصلے نہیں کئے جو آدمی عقل کی بنیاد پر فیصلے کرتا ہے، وہ طبقہ دانشوران کی طرح افراط و تفریط کا شکار ہو جاتا ہے، اور کامیاب زندگی سے محروم ہو جاتا ہے، قربان جایئے مذہب اسلام پر کہ ہمارا مذہب اسلام کامیاب زندگی کی طرف رہنمائی کرتا ہے، اور بیویوں کے انتخاب کے لئے بھی ہمیں گائیڈ کرتا ہے، چنانچہ بخاری شریف میں روایت ہے:

تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا وَلِجَمَالِهَا وَلِدِيْنِهَا فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّيْنِ تَرِبَتْ يَدَاكَ. (متفق علیہ)

اللہ کے محبوب ﷺ نے فرمایا کہ عورت سے نکاح چار وجوہات کی بنا پر کیا جاتا ہے اس کے مال کی وجہ سے، اس کے حسب و نسب کی وجہ سے، اس کے حسن و جمال کی وجہ سے اور اس کی دینداری کی وجہ سے۔

دونوں جہاں میں ممتاز

دوستو! جو لوگ نکاح دینداری کی وجہ سے کرتے ہیں وہ دونوں جہاں میں ممتاز رہتے ہیں، دینداری کی صفت باقی تمام اوصاف کی بنیاد ہے جو لوگ دینداری کی نسبت کے علاوہ کسی اور وجہ سے نکاح کرتے ہیں، وہ خوشگوار اور مزے کی زندگی نہیں پا سکتے، کیونکہ خوبصورت عورت کو دیکھنے سے آنکھیں خوش ہوتی ہیں، لیکن نیک سیرت اور دیندار عورت کو دیکھنے سے انسان کا دل خوش ہوتا ہے۔

حسن صورت چند روزہ حسن سیرت مستقل
اس سے خوش ہوتی ہیں آنکھیں اس سے خوش ہوتا ہے دل

ہاں اگر کسی عورت کے اندر چاروں صفات بدرجۂ اتم موجود ہوں تو

وہ تو نورٌ علیٰ نور ہے اس لئے کہ حسن و جمال، حسب ونسب اور مال کوئی بڑی صفات نہیں۔

دوستو! میری بات کا نچوڑ اور خلاصہ یہ ہے کہ اگر عورت دینداری کے ساتھ حسن و جمال رکھتی ہے اور حسب ونسب میں ایسے خاندان کا چشم وچراغ ہو جس میں دینداری اور تقوی ہو، تربیت یافتہ ہو، مالدار ہو، مال کے ناز ونعم میں پلی ہو تو کوئی حرج نہیں، جیسے پہلے زمانہ میں بادشاہ لوگ دیندار ہوتے تھے، اپنی لڑکیوں کو بھی دینداری کا سبق سکھلاتے تھے، اور دیندار لڑکوں کو تلاش کرتے تھے، حسب ونسب، حسن وجمال اور مال کی فکر نہیں کرتے تھے، بلکہ دینداری کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔

حضرت ادھمؒ کا واقعہ

ادہم کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ ایک روز سفر کرتے کرتے بخارا کے باغات کی طرف ایک نہر کے کنارے پر پہنچے اور بیٹھ کر وضو کرنے لگے، دیکھا کہ نہر میں سیب بہتا ہوا آ رہا ہے، دل میں خیال پیدا ہوا کہ اس کے کھا لینے میں کوئی مضائقہ نہیں، چنانچہ انہوں نے اٹھا کر کھالیا، پھر دل ہی دل میں یہ وسوسہ پیدا ہونے لگا کہ سیب مالک کی اجازت کے بغیر کھایا ہے یہ ناجائز ہے۔

چنانچہ باغ کے دروازہ پر پہنچے جہاں سے یہ سیب بہہ کر آیا تھا جا کر آواز لگائی، دروازہ کھٹکھٹایا، آواز سن کر ایک لڑکی باہر آئی، آپ نے اس سے کہا کہ میں باغ کے مالک سے ملنا چاہتا ہوں، اس لڑکی نے کہا کہ اس کی مالکہ تو ایک عورت ہے، حضرت ادہمؒ نے کہا کہ انہیں سے اجازت لیلو، بہرحال اجازت مل گئی، حضرت ادھمؒ کا بیان ہے کہ میں نے اس خاتون کو سارا واقعہ سنایا، اس خاتون نے کہا کہ باغ نصف تو میرا ہے اور نصف سلطان کا

ہے، وہ بلخ تشریف لے گئے ہیں، جو بخارا سے دس دن کی مسافت پر ہے، بہرحال اس خاتون نے اپنا نصف حصہ یعنی نصف سیب تو معاف کردیا، باقی نصف کے لئے حضرت ادہمؒ نے بلخ کا راستہ طے کیا، چنانچہ آپ بلخ پہنچ گئے، دیکھا کہ بادشاہ کی سواری جلوس کے ساتھ جارہی ہے، اسی حالت میں سارے واقعہ کی خبردی، اور نصف سیب کی معافی کی درخواست کی، بادشاہ نے کہا کہ اس وقت میں کچھ نہیں کہتا، کل میرے پاس تشریف لے آیئے، بہرحال اگلا دن ہوا، بادشاہ کے سامنے حضرت ادھمؒ حاضر ہوئے، بادشاہ نے ادہم کو کہا کہ میرے یہاں ایک نہایت حسینہ وجمیلہ لڑکی ہے، اور بہت سے شاہزادوں کے پیغامِ نکاح آرہے ہیں، مگر میں سب کو انکار کردیتا ہوں، کیونکہ میری لڑکی نہایت دیندار ہے، دینداروں کو اور نیکوکاروں کو پسند کرتی ہے، اور ان ہی کو دوست رکھتی ہے، اس لئے اس کی خواہش اور تمنا یہ ہے کہ دنیا کے کسی متورع، زاہد اور پرہیزگار سے نکاح کروں، بس اللہ تبارک وتعالی نے میری غیب سے مدد فرمادی کہ آپ جیسے متقی پرہیزگار آدمی مجھے مل گئے، کہ صرف نصف سیب حلال کرنے کے لئے بخارا سے بلخ آئے ہیں، اس لئے آپ پہلے میری لڑکی سے نکاح کرو پھر میں نصف سیب معاف کرونگا، اگر آپ نکاح کے لئے تیار نہیں ہوتے تو میں آدھا سیب معاف نہیں کرونگا، حضرت ادھمؒ کے دل میں خوفِ خدا تھا، اس لئے چاروناچار نکاح کرنا منظور کرلیا، چنانچہ بادشاہ نے ادھمؒ کے ساتھ نکاح کردیا، جب حضرت ادھمؒ خلوت میں اپنی بیوی کے پاس گئے دیکھا کہ بیوی نہایت آراستہ وپیراستہ ہے اور وہ مکان بھی جہاں ان کی بیوی تھی، نہایت تکلفات کے ساتھ مزین ہے، ادھمؒ ایک گوشہ میں جا کر نماز میں مصروف ہوگئے، حتی کہ اسی حالت میں صبح ہوگئی، متواتر سات راتیں اسی طرح گذر گئیں، بادشاہ نے ابھی آدھا

Scanned by CamScanner

سیب معاف نہیں کیا تھا، اس لئے بادشاہ کے پاس ادھمؒ نے خبر بھیجی کہ وہ نصف سیب معاف فرمادیجئے، بادشاہ نے جواب دیا کہ جب تک میری لڑکی کے ساتھ اجتماع یعنی جماع کا اتفاق نہیں ہوگا اس وقت تک معاف نہیں کرونگا، آخرکار آٹھویں رات آئی تو ادھمؒ اپنی بیوی کے ساتھ جماع کرنے پر مجبور ہوئے، بہرحال جماع سے فراغت ہوئی، غسل جنابت کیا، نماز پڑھی اور چیخ مار کر مصلی پر سجدہ میں گر پڑے، لوگوں نے دیکھا تو حضرت ادھمؒ مردہ تھے، بعدازاں اس شہزادی کے پیٹ سے ابراہیمؒ پیدا ہوئے، یہی ابراہیم بن ادھمؒ کے نام سے مشہور ہوئے، نانا کی سلطنت و بادشاہت انہی کو ملی، اس لئے کہ نانا کے یہاں کوئی لڑکا نہیں تھا، بہرحال ابراہیم کو اللہ نے بہت نوازا کیوں؟ اس لئے کہ ان کے والد حضرت ادہمؒ نے نکاح خواہشاتِ نفسانی کی غرض سے نہیں کیا تھا، مال و دولت کی بنا پر نہیں کیا تھا، حسن و جمال کی بنیاد پر نہیں کیا تھا، اعلی حسب و نسب کو دیکھ کر رشتہ نہیں کیا تھا، بلکہ صرف اور صرف خوفِ خدا کی بنا پر یعنی دین کی بنیاد پر نکاح کیا، اس لئے نکاح کے نتیجہ میں بہترین اولاد پیدا ہوئی، جن کا نام اقصائے عالم میں معروف و مشہور ہے، چہاردانگ عالم میں ان کا چرچا اور شہرت ہے، اللہ تبارک وتعالی ہمیں بھی ایسے نکاح کرنے کی توفیق عطا فرمائے، جن میں خوفِ خدا شامل ہو۔

(سفرنامہ ابن بطوطہ جلد ۱ص ۱۰۶)

مال کی بنیاد پر نکاح کرنے کا دلچسپ واقعہ

آج مال کی بنیاد پر نکاح ہو رہے ہیں، یاد رکھو جو نکاح مال کی بنیاد پر ہونگے وہ افسوس ناک ہونگے، لاہور میں ایک صاحب نے اپنی بیٹی کی شادی کی اس نے ایک سال پہلے شادی کی تیاریاں شروع کیں، زبردست تیاریاں

ہوئیں، کارڈ چھپوائے گئے، پیسے خوب خرچ کئے گئے، حتی کہ اس نے یہاں تک انتظام کیا کہ ہر باراتی کے گلے میں ایک ہزار روپے کا ہار ڈالا، اور وہ برتن جن میں باراتیوں نے کھانا کھایا وہ پتھر کے بنوائے گئے، ان برتنوں میں شادی کی یادگار بھی لکھوائی گئی، ہر باراتی کو اجازت تھی کہ وہ برتنوں کو ساتھ لیجائے، لڑکے والوں نے بھی خوب پیسے خرچ کئے، چڑیا گھر سے ایک ہاتھی کرایہ پر لیکر آئے، دولہا میاں کو اس پر بٹھا کر لے گئے، بہرحال رخصتی ہوگئی، رخصتی کے بعد عورتیں آپس میں تذکرہ کرنے لگیں کہ مہر کتنا متعین ہوا ہے، لڑکی کے والد صاحب نے بتایا کہ ہم نکاح کرنا ہی بھول گئے، نہ مہر متعین ہوا نہ نکاح ہوا، جس کام کے لئے اتنا روپیہ پیسہ خرچ کیا، گویا کہ وہ سب ضائع ہوگیا، اصل تو نکاح ہی ہے، دوستو! روپیہ پیسہ کی بنیاد پر جو نکاح ہو اس کا یہی نتیجہ نکلتا ہے اس لئے میرے محترم ساتھیو اور نوجوان بھائیوں ہمارے نکاح دین داری کی بنیاد پر ہونے چاہئیں۔

دارالعلوم دیوبند کے ہونہار طالب علم کا نکاح

دین کی بنیاد پر جو نکاح ہوتے ہیں ان کے اندر دنیا ہی میں جنت کے مزے آنے لگ جاتے ہیں، دارالعلوم دیوبند کے ایک طالب علم کے نکاح کا واقعہ میں آپ کو بتلاؤں، دوستو! دارالعلوم دیوبند کے طلباء، اساتذہ، ملازمین حتی کہ دربان تک متقی اور پرہزگار ہوتے تھے، ایک طالب علم جو سکھ تھے مسلمان ہوگئے، اور دارالعلوم میں داخل ہوگئے، پڑھتے رہے حتی کہ دورۂ حدیث شریف یعنی فراغت کا سال آگیا، اچانک پنجاب سے ایک بڑے میاں آئے اور دورۂ حدیث شریف کی کلاس میں پہنچ گئے، انہیں ضرورت تھی اپنی لڑکی کے لئے ایک دیندار رشتہ کی، یہ طالب علم خود بیان کرتا

ہے کہ ان کی نظر میرے اوپر ٹک گئی، تو میرے استاد حضرت شیخ الہندؒ سے درخواست کی کہ مجھے ایک لڑکے کی ضرورت ہے، اور یہ سامنے والا لڑکا مجھے پسند آ گیا، یہ کون ہے؟ حضرت شیخ الہندؒ نے فرمایا یہ بچہ سکھ گھرانے سے تعلق رکھتا ہے، اور مسلمان ہوکر ہمارے پاس آ گیا ہے، ابتداء سے آخر تک ہمارے پاس تعلیم حاصل کی ہے اس آدمی نے پوچھا کہ کیا یہ شادی شدہ ہے؟ حضرت شیخ الہندؒ نے فرمایا کہ نہیں پھر استاد محترم سے پوچھا کہ کیا یہ شادی کرنا چاہتا ہے؟ تو حضرت شیخ الہندؒ نے مجھ سے کہا کیا تو شادی کرنا چاہتا ہے؟ میں نے کہا کہ حضرت میں مسلمان ہوں اور میرا سارا خاندان کافر ہے، مجھ اکیلے کو کون لڑکی دیگا، انہوں نے پوچھا کہ اگر کوئی اپنی بیٹی آپ کو دے تو آپ کی کیا رائے ہے؟ میں نے کہا کہ حضرت میں اس سنت کو ضرور ادا کرونگا، ترکِ سنت کا گناہ کیوں اپنے سر لوں اس دوران اس آدمی نے کہا کل عصر کے بعد نکاح ہوگا، بہر حال میں تیار ہوگیا اور اپنے ساتھیوں سے ذکر کیا کہ کل میرا نکاح ہے، میرے ساتھیوں نے شفقت وہمدردی کی بنا پر مجھ سے کہا کہ نکاح کے لئے نئے کپڑے لے لو یا عاریۃً ادھار کسی ساتھی سے لے لو، کہا کہ میری عزتِ نفس اس بات کو گوارا نہیں کرتی کہ کسی سے ادھار مانگوں، طلباء نے کہا کہ پھر ان پہنے ہوئے کپڑوں کو ہی دھل لو تا کہ صاف کپڑے ہو جائیں، ساتھیوں کی بات سمجھ میں آ گئی، سردی کا موسم تھا کپڑے دھو کر ڈال دئے، بادل چڑھ گئے، کپڑے خشک ہونے پر نہیں آ رہے تھے، بار بار کپڑوں کو ہلاتا ہوں، اب میں سوچتا ہوں کہ کیا کروں، عصر کا وقت قریب ہے بہر حال کپڑے خشک نہیں ہوئے، ان ہی کپڑوں کو پہن لیا اور مجمع میں آ کر بیٹھ گیا، میرے سسر صاحب بھی موجود ہیں میری حالت کو دیکھ رہے ہیں، کہ کل

کپڑے میلے تھے اور وہی کپڑے آج گیلے ہیں، مگر میرے سسر کا دل سونے کا بنا ہوا تھا، ان کی نظر ان چیزوں کی طرف نہیں گئی، کہ اس کے پاس کچھ بھی نہیں ہے، نہ گھر نہ در، بہر حال انہوں نے اپنی بیٹی کا نکاح مجھ سے کر دیا، کچھ عرصہ کے بعد رخصتی ہوگئی، ابتداء کے چند دنوں میں مجھ پر فاقے آئے کیونکہ میں طالب علم تھا اور تازہ تازہ پڑھ کر فارغ ہوا تھا، کمائی کا کوئی سلسلہ جاری نہیں ہوا تھا، کبھی کھانے کو مل گیا کبھی نہیں، کچھ عرصہ تک میری دلہن میرے گھر میں رہی اس کے بعد جب وہ اپنے گھر گئی تو اس کی والدہ نے پوچھا کہ بیٹی تو نے اپنے گھر کو کیسا پایا؟ اس بیٹی نے جواب دیا، امی جان میں تو یہ سمجھتی تھی کہ مر کر جنت میں جائیں گے لیکن میں جیتی جاگتی جنت میں پہنچ گئی، اور مجھے یہاں دنیا ہی میں جنت کے مزے آ رہے ہیں، میری یہ بیوی بڑی تقیہ اور نقیہ تھی اس کی نظر میری دینداری پر تھی میری اہلیہ محترمہ پیرانہ سالی میں بھی روزانہ ایک منزل قرآن کی تلاوت کرنے کے بعد گھر کا کام کرتی تھی۔ دوستو! میں نے کہا تھا کہ دار العلوم کے طلباء بھی متقی اور پرہیزگار اور سلیقہ مند ہوتے ہیں، یہ طالب علم کون تھا؟ یہ طالب علم احمد علی لاہوری تھا، جو آج کل مولانا احمد علی لاہوریؒ کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں آپکا نکاح مال ودولت کی بنیاد پر یا حسب ونسب اور جمال کی بنیاد پر نہیں ہوا تھا بلکہ دینداری کی بنیاد پر ہوا تھا، دوستو جو نکاح دین کی بنیاد پر ہوتا ہے اس نکاح میں دنیا ہی کے اندر جنت کے مزے آنے لگ جاتے ہیں۔

لڑکا لڑکی دونوں دیندار ہوں

آج کل لڑکی والے یہ چاہتے ہیں کہ لڑکا خوب دیندار ہو، شرافت اور تواضع کا علمبردار ہو، لڑکی خواہ کیسی بھی ہو، شوہر کے آداب کا اور ساس،

کہ نہ ہو، یہی حال سسر کا، گھریلو اور خانگی زندگی گذارنیکا سلیقہ معلوم ہو...... لڑکے والوں کا ہے، لڑکے والے یہ چاہتے ہیں کہ ہمارا لڑکا خواہ کیسا بھی ہو مگر بیوی اعلیٰ درجہ کی دیندار ہو ہر وقت ساس سسر کی خدمت کرتی رہے گھر کا کام کاج کرتی رہے دوستو!...... ان حالات میں نبھاؤ مشکل ہو جاتا ہے دونوں طرف سے مزاج ملنا چاہیے دونوں دیندار ہونے چاہئیں پھر نکاح کرنے سے دنیا میں ہی جنت کے مزے آتے ہیں آپ نے مولانا احمد علیؒ لاہوری کا نکاح دیکھا دونوں طرف دینداری تھی گھر میں فاقوں پر فاقے آ رہے ہیں، مگر بیوی جنت کے مزے بتلا رہی ہے کیوں؟ اس لئے کہ وہ تقیہ نقیہ، صابرہ اور شاکرہ تھی، شادی کے بعد دونوں پر غم اور مصیبت کے پہاڑ ٹوٹے، مگر حدود شریعت سے قدم باہر نہیں نکالے، بلکہ دنیوی غم اور مصیبت کو اپنا دوست بنالیا، اور یوں کہنے لگے ؎

غم میں بھی قانونِ فطرت سے ہم کچھ بدظن نہیں
ہم یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہمارا دوست ہے دشمن نہیں
چلے جاتے ہیں ہنستے کھیلتے موجِ حوادث سے
اگر آسانیاں ہی آسانیاں ہوں زندگی دشوار ہو جائے

میرے محترم بزرگو اور دوستو! ایسی ہی عورتوں کے بارے میں اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا:

الدنیا کلها متاع وخیر متاع الدنیا المرأة الصالحة.

(رواہ مسلم)

ساری دنیا کو ایک متاع بتلایا اور سب سے بہترین دنیا کا متاع و سامان نیک عورت ہے۔

دوستو! اگر عورتیں چاہیں وہ ہمارے اس بگڑے ہوئے معاشرہ کو بہت جلد سنوار دیں اور بہت جلد ان بگڑے ہوئے حالات پر قابو پالیں، تاریخ بتلاتی ہے کہ مسلم عورتوں کا ماضی تابناک اور شاندار رہا ہے، علمی، عملی دینی مجاہدات میں پیش پیش رہی ہیں، دینی کاموں میں مردوں سے کم نہیں رہی ہیں، ہر میدان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے، لیکن آج مسلم معاشرہ کا بہت برا حال ہے، آج نکاح کے مقصدِ اصلی اور مقصدِ اولین سے بہت دوری ہے، دوستو آج میاں اور بیوی دونوں خوش ہوتے ہیں سرکاری نعرہ پر "دو بچے گھر میں اچھے"

نکاح کا اصل مقصد اور قرآن کا نقطۂ نظر

گرامی قدر مسلمانو! اسلام میں نکاح کا مقصدِ اول نسلِ انسانی کی بقاء اور افزائش ہے، آج کا انسان شیطان کے دھوکہ میں آ کر کامیاب مانع حمل تدابیر کے ذریعہ افزائشِ نسل پر پابندی لگا کر خوش ہو رہا ہے، فیملی پلاننگ اور منصوبہ بندی جیسی حرکتوں پر نازاں ہوتا ہے، حالانکہ قرآن نے نکاح اور شادی کو افزائشِ نسل کا ذریعہ بتلایا ہے، سورۂ بقرہ کی آیت ہے:

نِسَاءُ کُمْ حَرْثٌ لَّکُمْ فَأْتُوْا حَرْثَکُمْ أَنّٰی شِئْتُمْ وَقَدِّمُوْا لِأَنْفُسِکُمْ.

تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں تم انہیں میں آؤ جس طرح چاہو اور آئندہ کے لئے اپنے نفسوں کے لئے کچھ اعمالِ صالحہ کرتے رہو، اس آیت میں بھی اس طرف اشارہ ہے کہ جب تم اپنی بیویوں سے اپنی خواہشات پوری کرو، تو اللہ کو مت بھولو بلکہ اس کو یاد رکھو، بسم اللہ پڑھ کر جماع کرو، اور نیت کرو کہ اس جماع سے اولاد پیدا ہوگی، اور سورۂ اعراف کی آیت میں ہے: "کہ وہ اللہ ہی ہے جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا تاکہ اس کے ساتھ تم سکون حاصل کرو، پھر جب مرد عورت کے اوپر چھا جاتا

Scanned by CamScanner

ہے وہ ہلکے طور پر زیر بار ہوتی ہے، پھر اس بوجھ کو لئے پھرتی ہے، اس آیت کی بھی اصل غرض وغایت اور اس کا اولین مقصد اولاد کی پیدائش اور نسلِ انسانی کی افزائش ہے۔

خطبۂ نکاح کی پہلی آیت

میرے پیارو اور نوجوان بھائیو! خطبہ میں جو آیت تلاوت کی گئی ہے اس میں نکاح کے مقصد اصلی افزائشِ نسل کو واضح طور پر بیان کیا گیا ہے، ارشادِ ربانی ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا.

دوستو! اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اولاً دنیا کے سارے انسانوں کو مخاطب بنایا کہ اس اللہ سے ڈرو جس نے تم سب کو پیدا کیا، حضرات مفسرین نے کہا کہ باری تعالیٰ جب کسی اہم بات یا اہم مسئلہ یا اہم خبر و واقعہ کو بیان کرنا چاہتے ہیں تو لفظِ تقویٰ کو پہلے لاتے ہیں یا اخیر میں لے آتے ہیں، یہاں پر اللہ تعالیٰ شروع میں لائے ہیں، اس لئے کہ تخلیقِ انسان کو بیان کر رہے ہیں، تخلیق انسان ایک اہم چیز ہے، کیونکہ یہ اشرف المخلوقات میں سے ہے، اشرف المخلوقات کی بنا پر اس کو حکم دیا گیا:

وماخلقت الجن والانس الا ليعبدون.

اصل انسان کی تخلیق کا مقصد یہی ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کرے۔

پیدائش کے تین طریقے

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پیدائش کے تین طریقے بتلائے۔

پہلا طریقہ

الذی خلقکم من نفس واحدة.

تم سب کو ایک جان یعنی بابا آدم علیہ السلام سے پیدا کیا، اور بابا آدم کو مٹی سے پیدا کیا، بغیر ماں باپ اور بغیر کسی اسباب و وسائل کے اللہ تعالیٰ نے پیدائش کے اس طریقہ میں اپنی قدرت ظاہر کردی کہ ہم بغیر ماں باپ اور بغیر کسی اسباب و وسائل کے بھی پیدا کردیتے ہیں، گویا کہ اللہ تعالیٰ زبردست قدرت والے ہیں اس سے ڈرو۔

دوسرا طریقہ

وخلق منها زوجها.

اور بابا آدم سے اللہ تعالیٰ نے ان کی بیوی حواء کو پیدا کردیا، یہ تخلیق کا دوسرا طریقہ ہے کہ صرف باپ سے پیدا کردیا، ماں کی ضرورت نہیں، حضرت حوا حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے پیدا ہوئیں۔

تیسرا طریقہ

وبث منهما رجالا كثيرا ونساء.

بابا آدم سے اور ماں حوا سے سب کو پیدا کردیا یہ پیدائش کا تیسرا طریقہ ہے، یہی طریقہ قیامت تک جاری رہے گا، ان دو سے چار ہوئے، چار سے آٹھ، یہاں تک کہ آج ساری دنیا میں انسان ہی انسان نظر آتے ہیں، دوستو! ان تین طریقوں کے علاوہ ایک چوتھا طریقہ بھی ہے وہ یہ ہے کہ صرف ماں سے پیدا کرے، اللہ کو یہ بھی طاقت حاصل ہے کہ وہ صرف ماں کے ذریعہ اولاد پیدا کردے، باپ کو کوئی بھی دخل نہ ہو، جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر

Scanned by CamScanner

باپ کے پیدا کر دیئے، بہر حال اللہ تعالی نے انسان کی تخلیق کے تین طریقے بیان کر دیئے، اور شروع میں لفظ تقوی لا کر اشارہ اس بات کی طرف کر دیا کہ اس اللہ کے احکام کی اطاعت کرتے رہو، جس نے تمہیں پیدا کرنے کے بعد اشرف المخلوقات کے لقب سے نواز دیا اور ”ولقد کرمنا بنی آدم“ جیسے القاب سے سرفراز فرمادیا۔

آگے پھر اس خطبہ والی آیت میں حکم دیا جا رہا ہے:

واتقوا اللہ الذی تساء لون به والارحام ان اللہ کان علیکم رقیبا.

اے لوگو تم اس اللہ سے ڈرو جس کے نام کے ذریعہ تم ایک دوسرے سے مطالبہ کرتے ہو اور جس سے ڈر کر تم اپنا حق مانگتے ہو اسی اللہ سے ڈر کر تم اپنے رشتہ داروں کا حق بھی ادا کرو۔

بزرگو اور دوستو! غور کرنے کی بات ہے کہ اللہ تعالی حقوق کی ادائگی کے شروع میں بھی لفظ تقوی لا رہے ہیں، اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ ہم لوگوں کو چاہیے کہ ہم آپس میں ایک دوسرے کے حقوق مکمل طور پر ادا کریں، اور اپنے رشتہ داروں کے حقوق کا بھی خاص طور پر لحاظ رکھیں، بعض لوگ رشتہ دار صرف ان کو سمجھ لیتے ہیں جن کا تعلق ماں باپ، بھائی بہن، دادا دادی، نانا نانی وغیرہ سے ہے، کہتے ہیں کہ یہ خونی رشتے ہیں اور بیوی کے رشتہ داروں کو خون کا رشتہ نہیں سمجھتے، حالانکہ بیوی کے رشتہ والے بھی خون کا رشتہ رکھتے ہیں

صاحب روح المعانی علامہ آلوسیؒ ارحام کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

المراد بالارحام الاقرباء من جهة النسب و من جهة النساء.

یعنی خون کے رشتوں سے مراد وہ رشتے ہیں جو ہمارے خاندانی بنے

ہیں اور وہ رشتے بھی ہیں جو بیوی کی طرف سے بنتے ہیں جیسے ساس، خسر اور برادر نسبتی وغیرہ۔

خلاصہ اور نچوڑ

دوستو! خلاصہ اور نچوڑ یہ ہے کہ شوہر جسطرح اپنے ماں باپ، اعزاء واقرباء اور رشتہ داروں کا خیال رکھتا ہے اسی طرح بیوی کے ماں باپ، اعزاء واقرباء کا بھی خیال رکھے، اسی طرح بیوی کو بھی چاہیے کہ وہ جس طرح اپنے اعزہ واقرباء اور ماں باپ کا خیال رکھتی ہے، شوہر کے ماں باپ اور رشتہ داروں کا بھی خاص خیال رکھے ”ان اللہ کان علیکم رقیبا“ پھر دیکھو اللہ تبارک وتعالی کی نگہبانی کے کرشمے وہ کیسی حفاظت میں دونوں خاندانوں کو رکھتا ہے، دونوں خاندانوں کو پروان چڑھاتا ہے، اور ان خاندانوں میں جو افزائش نسل ہوگی وہ نکاح کے مقصدِ اصلی کو ظاہر کر دیں گے، آج نکاح کا مقصد صرف جنسی خواہشات کو پورا کرنا سمجھ لیا گیا ہے۔

دوستو! یہ خواہشات تو طوائف اور لونڈیوں سے بھی پوری ہو سکتی ہیں زنا کاری، فحش وعیاری اور بدچلنی جیسی حرکتوں سے بھی پوری ہو سکتی ہیں، جنسی خواہشات کو پورا کرنا کوئی کمال کی دلیل نہیں ہے، اس آیت کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نکاح کے خطبہ میں پڑھتے تھے، خطبۂ نکاح میں اس کا پڑھنا مسنون ہے، اسی طرح کی دوسری آیات:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ. يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا، يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا.

Scanned by CamScanner

ان آیات کو تلاوت کرنے کے بعد ان آیات میں اللہ سے ڈرنے کے لئے اور حق التقوی ادا کرنے کے لئے اور اسلام کی حالت میں مرنے کے لئے نیز قول درست اور عمل صالح کرنے کی دعوت دی جارہی ہے، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے نتیجہ میں فوز عظیم کی خوشخبری سنائی جارہی ہیں۔

اسی طرح خطبۂ نکاح میں قرآن مجید کی یہ آیت بھی تلاوت کی جاتی ہے:

یاایھاالناس انا خلقنکم من ذکر وانثی وجعلنکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم.

اے لوگو ہم نے تم سب کو مذکر اور مؤنث سے پیدا کیا اور پھر اس کے بعد تمہارے قبیلے اور خاندان بنادئے تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو اور تم میں باعزت اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں متقی اور پرہیزگار ہو، جس درجہ کا متقی اور پرہیزگار ہوگا اسی درجہ کا اللہ کے یہاں اعزاز واکرام ہوگا، حسب ونسب، قبیلے اور خاندان کی حقیقت تو یہ ہے کہ سارے آدمی ایک مرد اور ایک عورت یعنی آدم اور حواء کی اولاد ہیں، شیخ، سید، مغل، پٹھان، صدیقی، فاروقی، عثمانی، وغیرہ ان سب کا سلسلۂ نسب آدم اور حواء پر ختم ہوتا ہے، یہ ذاتیں اور خاندان صرف اور صرف اللہ تعالی نے تعارف اور شناخت کے لئے متعین کئے ہیں، اس لئے ذات، پات، خاندان اور قبیلوں کو عزت کا معیار نہ سمجھنا چاہیے، عزت کا معیار تو تقوی وطہارت ہے اور اللہ تبارک وتعالی تقوی کی دولت سے ہم سب کو مالا مال فرمائے۔

میرے محترم دوستو! ان آیات میں اس طرف اشارہ ہے کہ ہمارے نکاحوں کی بنیاد دینداری پر ہونی چاہیے، رشتوں ناطوں کی تلاش میں دین کو معیار بنانا چاہیے، نبی پاک ﷺ نے فرمایا:

تنکح المرأۃ لاربع لمالھا ولحسبھا ولجمالھا ولدینھا فاظفر بذات الدین تربت یداک.

حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ لوگ عام طور پر چار وجہوں سے کسی عورت سے نکاح کرتے ہیں، کوئی مال داری کی وجہ سے نکاح کرتا ہے اور کوئی عورت کے حسب ونسب کی وجہ سے شادی کرتا ہے اور کوئی عورت کے حسن وجمال کی وجہ سے اس کا دیوانہ بن جاتا ہے اور کچھ لوگ عورت کی دینداری کی وجہ سے اس سے نکاح کرتے ہیں، لوگوں کے چاروں قسم کے رجحانات بیان کرنے کے بعد آپ ﷺ نے نصیحت فرمائی کہ تم دیندار عورت کو تلاش کرو اور دینداری کو معیار بناؤ تو تم کامیاب ہوجاؤ گے کیونکہ دیندار عورت سے نکاح کرنے میں دنیا کی بھی بھلائی ہے اور آخرت کی بھی سعادت ہے، اور اگر اس کے خلاف کروگے اور دوسری چیزوں کو ترجیح دوگے تو تم ذلیل وخوار اور ناکام ہوجاؤگے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث کے آخر میں فرمایا "تربت یداک" یہ جملہ دعائیہ بھی ہوسکتا ہے اور بددعا بھی، جو آدمی دیندار عورت کو ترجیح دے اس کے لئے دعا ہے کہ تیرے دونوں ہاتھ مٹی سے لت پت ہوجائیں (یعنی ہاتھ تر ہوجائیں گے) اور تیرے ہاتھ دونوں جہاں کی دولت سے بھر جائیں گے اور جو آدمی اس حکم کی مخالفت کریگا اور دینداری کو نکاح کا معیار نہیں بنائیگا اس کے لئے بددعاء ہے کہ تیرے دونوں ہاتھ خاک آلود ہوجائیں گے اور تو ذلیل ورسوا ہوجائیگا۔

آخری بات

میرے محترم بزرگو اور دوستو! یہ میری آخری بات آپ حضرات

Scanned by CamScanner

کی خدمت میں یہ ہے کہ نکاح کے اصل مقصد کو سمجھو اس نکاح کو کوئی دنیوی چیز نہ سمجھو بلکہ یہ دینی واخروی چیز ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا جو شخص اللہ تعالی سے پاکیزہ ہوکر ملاقات کا خواہاں ہو اسے چاہیے کہ وہ نکاح کرلے۔

(عن انسؓ قال قال رسول اللہ ﷺ من اراد ان یلقی اللہ طاہرا مطہرا فلیتزوج الحرائر . مشکوۃ ص ۲۶۸)

دوستو! اسی طرح نکاح کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ اللہ ایسے بندوں سے خوش ہوتا ہے اور دو خاندانوں میں محبت ومودت پیدا ہوتی ہے، اور نکاح کا ایک مقصد اصلی یہ بھی ہے، "اغض للبصر واحصن للفرج۔ مشکوۃ شریف ص ۲۶۷" بدنگاہی سے محفوظ رکھتا ہے اور شرم گاہ بھی محفوظ ہو جاتی ہے اور سب سے بڑا بنیادی مقصد افزائش نسل یعنی آنخضرت ﷺ کی امت میں اضافہ ہے، اللہ کے رسول ﷺ ایسے لوگوں پر فخر کریں گے جن کی اولادیں زیادہ ہونگی، اللہ تبارک وتعالی ہم سب کو اپنا اور اپنے محبوب ﷺ کا عاشق بنالے، عشق حقیقی سے مالامال فرمادے۔

عشق نے غالب نکما کردیا
ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

نکاح اور بارات شریعت کی روشنی میں

ان الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ واشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریك لہ وان محمدا عبدہ ورسولہ امابعد.

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یاایھاالذین آمنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ ولاتموتن الا وانتم مسلمون.

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تنکح المرأۃ لاربع لمالھا ولحسبھا ولجمالھا ولدینھافاظفر بذات الدین تربت یداك .(متفق علیہ مشکوۃ ج ۲ ص ۲۶۷)

گرامی قدر برادران اسلام!

آج کی اس نورانی اور ایمانی مجلس میں ان دیندار مردوں اور عورتوں کا تذکرہ کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے اپنے نکاح صرف اور صرف دین کی بنیاد پر کئے ہیں، دوستو اور بزرگو اور میرے نوجوان بھائیو! دین کی بنیاد پر نکاح کرنے کی بات اس لئے کہنی پڑ رہی ہے کہ آج ہمارے معاشرہ نے غیروں

کے رسم ورواج کو اپنالیا، اس لئے ضرورت ہے کہ جب ہم اپنے لڑکوں اور لڑکیوں کے نکاح کرنے کا ارادہ کریں تو اللہ اور اس کے رسول کا طریقہ دیکھ لیں شریعت میں کیا ہدایات ہیں ان کا بغور مطالعہ کرلیں، چنانچہ تاریخ بتلاتی ہے کہ انبیاء اور پیغمبروں نے صحابہ اور تابعین نے ہمارے اکابر اور سلف وصالحین نے سیدھے سادے اور برکت والے نکاح کئے ہیں، کسی قسم کی خرافات، غلط حرکات اور بیہودہ طریقوں پر انگلی رکھنے تک کی گنجائش نہیں ملتی، چند واقعات قرآن وحدیث کے آئینہ میں پیش کرنا چاہتا ہوں، انشاء اللہ العزیز ان واقعات کو سن کر ہماری زندگی میں عمل کرنے کا بہترین داعیہ پیدا ہوگا۔

ایک مصری نوجوان کا نکاح

میرے محترم بزرگو اور دوستو اور نوجوان بھائیو! ایک مصری نوجوان کے نکاح کا واقعہ سنو، ایک نوجوان مصر سے چلا اور مدین پہنچا، راستہ کی تھکان کی وجہ سے بدن چور چور ہو رہا تھا، آرام کرنے کی غرض سے ایک سایہ دار درخت کی تلاش تھی، ادھر ادھر نظر دوڑائی، ایک سایہ دار درخت نظر آیا تو یہ نوجوان درخت کے قریب گیا اور لیٹ گیا، میٹھی میٹھی نیند کے مزے لینے لگا، اچانک شور وغل نے اسے بیدار کردیا، دیکھتا کیا ہے کہ قریب میں ایک کنواں ہے جس پر لوگوں کا ایک جم غفیر ہے، آگے پیچھے ان کے جانور، بھیڑ، بکریوں کے ریوڑ ہیں، کنویں پر ریل پیل سی ہو رہی ہے، کبھی دنگا مستی بھی ہو جاتی ہے، ہر شخص ایک دوسرے سے آگے بڑھ کر اپنے اپنے جانوروں کو پانی پلانے میں مصروف ہیں، اچانک اس نوجوان کی نظر دو نوجوان خوبصورت لڑکیوں پر پڑتی ہے، جو خوبصورت ہی نہیں بلکہ خوب سیرت اور شرم وحیا کا مجسمہ ہیں، یہ مجمع سے بالکل الگ تھلگ کھڑی ہیں، اس انتظار میں کہ جب لوگ اپنے

جانوروں کو پانی پلا کر رخصت ہو جائیں گے تو بچا کھچا پانی اپنے جانوروں کو پلادیں گے، اور بآسانی کنویں سے پانی نکال لیں گے، ان لڑکیوں کا روزمرہ کا یہی معمول تھا، یہ نوجوان اپنی جگہ سے اٹھا اور ان لڑکیوں کے قریب جا کر معلوم کیا آخر کار تم کیوں کھڑی ہو تم بھی اپنی بکریوں کو پانی پلاؤ اور چلتی بنو، ان لڑکیوں نے کہا کہ ہمارے اندر کنویں سے پانی نکالنے کی ہمت نہیں ہے، اور نہ ہی ہماری حیا اس بھیڑ بھاڑ میں گھس کر پانی پلانے کی اجازت دیتی ہے، یہ نوجوان آگے بڑھا اور کنویں سے پانی نکال کر بکریوں کو پلایا، قرآن مجید میں اس کا ذکر ہے ”فسقی لهما ثم تولى الى الظل“

بکریوں نے جب پانی پی لیا تو یہ لڑکیاں اپنے گھر چلی گئیں، نوجوان بھی اپنی جگہ جا بیٹھا اور یہ لڑکیاں خلاف معمول وقت سے پہلے گھر پہنچی تو بوڑھے اور ضعیف باپ نے پوچھا کہ تم اتنی جلدی پانی پلا کر کیسے واپس آگئیں، لڑکیوں نے باپ کو بتلایا کہ ایک تنومند نوجوان نے ہماری بکریوں کو جلدی پانی پلادیا اس لیے ہم جلدی واپس آگئیں، باپ سمجھ گیا کہ کوئی نیک اور صالح جوان ہے جس نے بغیر کسی اجرت اور معاوضہ کے میری بیٹیوں کی مدد کی ہے، چنانچہ باپ نے بیٹیوں سے کہا کہ اس نوجوان کو میرے پاس بلا کر لاؤ چنانچہ ان میں سے ایک بیٹی گئی، قرآن نے اس کا نقشہ کھینچا ہے:

فجاء ته احدهما تمشي على استحياء.

دونوں بیٹیوں میں سے ایک بیٹی حیا کرتے ہوئے اس نوجوان کے پاس پہنچی، دوستو! حیا کا ذکر آیا، اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ لڑکیوں کو حیاء کے ساتھ چلنا چاہیے، اس لئے کہ چلنے کے مختلف انداز ہیں، سب سے بہتر چلنے کا انداز حیاء کا انداز ہے، آج حیاداری ختم ہو رہی ہے بے حیائی بے شرمی

Scanned by CamScanner

عام ہو رہی ہے، حیاء کا جنازہ آج حیادار لوگ ہی نکال رہے ہیں، حالانکہ عورت کا سب سے بڑا زیور حیا ہے، جس عورت میں جس قدر حیاء ہوگی اسی قدر وہ عزت کی نگاہ سے دیکھی جائے گی، بہرحال وہ لڑکی اس نوجوان کے پاس آئی اور آکر کہا:

ان ابی یدعوك لیجزیك اجرما سقیت لنا.

میرے والد محترم جو ضعیف ہیں آپ کو بلا رہے ہیں تاکہ آپ کو پانی پلانے کا صلہ اور اجرت عنایت فرمائیں، اس صالح نوجوان نے اپنے دل دل میں کہا کہ میں نے یہ کام اللہ کے لئے کیا تھا پھر اس پر اجرت کیسی؟. بہرحال وہ نوجوان اس لڑکی کے ساتھ اس کے باپ سے ملنے کے لئے چل دیا، ہوسکتا ہے اس کا باپ کوئی بزرگ ہو بزرگ کی زیارت کرنا بھی ثواب ہے چنانچہ وہ دونوں چل دیے، لڑکی آگے آگے اور نوجوان پیچھے پیچھے راستہ میں ہوا کی وجہ سے اس لڑکی کا لباس جو ڈھیلا ڈھالا تھا وہ اڑنے لگا، جس کی وجہ سے لڑکی کی پنڈلیاں بار بار کھل جاتی یہ نوجوان متقی تھا اس نے فوراً کہا کہ ایسا کرو تم پیچھے چلو میں آگے چلتا ہوں تم پیچھے ہی سے مجھے راستہ بتلاتی رہو۔

میرے محترم بزرگو اور دوستو! اس نوجوان کا کردار کتنا پاکیزہ ہے، اس نوجوان کو یہ بھی گوارہ نہیں کہ اس کے ساتھ والی لڑکی کی پنڈلی پر نظر پڑے آج تو لڑکے جسموں پر نظر ڈالنے کیلئے بیچین اور بیقرار رہتے ہیں، اور یہ چاہتے ہیں کہ جسم کے کسی حصہ پر نظر پڑ جائے تاکہ سکون ملے، نظر بازی کرنے والے نوجوان دیکھیں کہ اس صالح نوجوان کا کیریکٹر اور اس کی سیرت کتنی پاکیزہ ہے، بہرحال یہ نوجوان اس لڑکی کے ساتھ بوڑھے باپ کے گھر پہنچ گیا جس وقت یہ نوجوان بوڑھے باپ کے گھر پہنچا وہاں دسترخوان

لگ چکا تھا، بوڑھے باپ نے اس نوجوان کو کھانے کی دعوت دی تو نوجوان نے کہا کہ میں کھانا کھانے سے اس لئے ڈرتا ہوں کہ کہیں یہ کھانا میرے اس پانی پلانے کی اجرت نہ ہو جو میں نے آپ کی بکریوں کو پلایا تھا وہ صرف خدا کے لئے تھا کسی اجرت وغیرہ کے لئے نہیں تھا، بوڑھے باپ نے کہا یہ کوئی اجرت نہیں بلکہ آپ ہمارے مہمان ہیں آپ کی مہمان نوازی ہمارا فرض ہے، نوجوان نے بوڑھے باپ کی باتیں سن کر کھانا کھالیا، اس کے بعد باتیں ہونے لگیں یہ بوڑھا باپ جس کی دو لڑکیاں تھیں اس کو فکر تھی کہ بہت جلد میری لڑکیوں کی شادی ہو جائے، آج ہر باپ چاہتا ہے کہ جب لڑکی جوان ہو جائے تو فوراً اس کی شادی کا نظم ہو جائے کیونکہ بیٹی کے جوان ہوتے ہی ماں باپ کی راتوں کی نیند اڑ جاتی ہے، اور دن کا چین ختم ہو جاتا ہے۔

جس کی بیٹی جوان ہوتی ہے
کس مصیبت میں جان ہوتی ہے

میرے پیارو! ایک مسئلہ بھی سنتے چلو، شریعت کا مسئلہ یہ ہے کہ بیٹی کی شادی جلدی کرو، چنانچہ حضرت فاطمہؓ کی شادی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۵ سال کی عمر میں کردی تھی۔

حضرت عطاء اللہ شاہ بخاری کا قول

حضرت عطاء اللہ شاہ بخاریؒ سے کسی نے کہا کہ حضرت میری لڑکی کے منھ سے ابھی دودھ کی خوشبو آتی ہے، عطاء اللہ شاہ بخاری نے کہا اگر دودھ خراب ہو گیا، دودھ میں بدبو مچ گئی، دودھ کو کسی پلید کتے نے منھ لگا دیا، تو دودھ استعمال کے قابل نہیں رہے گا کوڑا کرکٹ میں ڈالنے کے لائق ہو جائیگا

بہرحال اس بوڑھے باپ نے اپنی ایک لڑکی کے لئے اس صالح

Scanned by CamScanner

نوجوان کا انتخاب کرلیا، قرآن نے اس کا نقشہ کھینچا:

قال انی ارید ان انکحک احدی ابنتی ھاتین علی ان تاجرنی ثمانی حجج فان اتممت عشرا فمن عندک.

اس بوڑھے باپ نے نوجوان سے کہا کہ میں اپنی دو لڑکیوں میں سے ایک کا نکاح تمہارے ساتھ کرنا چاہتا ہوں، مگر اس شرط پر کہ تم آٹھ سال تک میرے یہاں کام کرو، اور اگر دس سال تک کرو تو تمہارا احسان ہوگا، بہرحال نوجوان نے اس بوڑھے باپ کی یہ شرط منظور کرلی، اور کہا کہ اللہ گواہ ہے میں اس عہد کو پورا کرونگا، چنانچہ اس نوجوان نے خسر صاحب کی اس شرط کو پورا کیا، یہ قرون وسطی کی بات ہے، کہ خسر صاحب شرط لگا رہے ہیں، آج تو داماد شرط لگاتا ہے کہ اتنا روپیہ چاہیے، اتنا سامان چاہیے، موٹر کار چاہیے وغیرہ وغیرہ، اگر منظور ہو تو میں آپ کی صاحبزادی سے شادی کرونگا، ورنہ نہیں یہ حالت ہے موجودہ زمانہ میں۔

میرے محترم بزرگو اور دوستو! اس نکاح میں یہ صالح نوجوان دینداری کو تلاش کر رہا تھا اور بوڑھا باپ بھی دینداری کے درپے تھا، دونوں کے دونوں دینداری کے متلاشی تھے، خسر صاحب نے بھی دینداری دیکھی اور داماد نے بھی دینداری کو دیکھا، چنانچہ نکاح دینداری کی بنیاد پر ہوا، شریعت کے آئینہ میں ہوا۔

یہ صالح نوجوان (داماد) حضرت موسی علیہ السلام تھے، اور بوڑھا باپ (خسر) حضرت شعیب علیہ السلام تھے، یہ دونوں نبی اور پیغمبر تھے، ان کی دینداری میں شبہ کرنا کفر ہے، دوستو! حضرت موسی علیہ السلام کے اس واقعہ سے سبق حاصل کرنا چاہیے، کہ یہ نکاح خالصۃً دینداری کی بنیاد پر

ہوا ہے، بوڑھے باپ (شعیب) نے اس نوجوان کی دولت کو نہیں دیکھا، اس کے گھر اور خاندان کو نہیں دیکھا اگر دیکھا تو اس کا پاک کردار دیکھا، اس کا زہد، تقوی، شرم وحیاء اور اس کی قوت وطاقت دیکھی، اس کے اخلاق کریمانہ اور صبر وقناعت دیکھی، اور اس کی وہ دینداری دیکھی جس کی تاکید سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ سے فرمائی:

تنکح المراۃ لاربع لمالھا ولحسبھا ولجمالھا ولدینھا فاظفر بذات الدین تربت یداک. (متفق علیہ)

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نکاح، بیاہ، شادی حسب ونسب، مال ودولت حسن وجمال اور دینداری و پرہیزگاری کو دیکھ کر کیا کرو، مگر تم فاظفر بذات الدین پر قائم رہو، دوستو! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جملہ صیغۂ امر کے ساتھ ہے، جو حکم کا درجہ رکھتا ہے گویا کہ آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کو تاکیداً حکم فرمایا ہے کہ اے لوگو تم اپنی شریک حیات کے انتخاب میں دولت نہیں، حسن وجمال کو نہیں، قبیلہ اور خاندان کو نہیں بلکہ دیندار اور پرہیزگار عورت کو ترجیح دو، یہی معاملہ لڑکے سے بھی متعلق ہے، کہ اس کے حسب ونسب، حسن وجمال، مال ودولت پر نظر نہ کرو بلکہ دینداری کو دیکھو، دوستو! اس کی اہم وجہ یہ ہے کہ جب لڑکا اور لڑکی دونوں دیندار ہونگے تو دونوں ایک دوسرے کے حقوق کو کما حقہ ادا کرسکیں گے، اور خدا کا خوف ان کو حقوق کی ادائیگی میں مددگار ثابت ہوگا، جس کی وجہ سے ان کا گھر جنت کا نمونہ نظر آئیگا، مگر افسوس صد افسوس آج کل شادی بیاہ میں دینداری نہیں دیکھی جاتی، بلکہ آج کل لڑکا اور لڑکی کا انتخاب ہوتا ہے، دولت کو دیکھا جاتا ہے، تجارتی کاروبار کو دیکھا جاتا ہے، ملازمت کو دیکھا جاتا ہے، عالیشان

Scanned by CamScanner

بنگلہ اور موٹر کار کو دیکھا جاتا ہے، حالانکہ یہ چیزیں دیکھنے کی نہیں ہیں، یہ سب چیزیں فنا ہونے والی ہیں، یہ دولت اور کاروبار بھی یہیں رہ جائیگا، اور حسب ونسب، قبیلہ اور خاندان بھی یہیں رہ جائیگا، حسن وجمال اور خوبصورتی سب کچھ یہیں رہ جائیں گی، وہاں صرف اور صرف دینداری اور پرہیزگاری جائے گی اس کے اخلاق وکردار جائیں گے۔

اس لئے میرے محترم بزرگو اور دوستو! اور دینی بھائیو! لڑکے اور لڑکی کے اندر رواداری، حیاداری، شرافت اور پاکیزگی دیکھنی چاہیے مگر اس کا کسی کو خیال نہیں ہوتا ؎

نہیں پرسش کہ اس میں الفتِ اللہ کتنی ہے
یہی پوچھتے ہیں کہ آپکی تنخواہ کتنی ہے

دوستو! گذشتہ جمعہ میں تفصیل سے بتلا چکا ہوں کہ حسب ونسب، مال ودولت، اور حسن وجمال کی بنیاد پر جو نکاح ہوتے ہیں، وہ بے برکت ہوتے ہیں ان نکاحوں میں طرح طرح کی خرافات شامل ہوتی ہیں، اکثر وبیشتر ایسے نکاح اور بیاہ شادیوں میں بارات کا اہتمام کیا جاتا ہے، حالانکہ بارات کی شرعی حیثیت کچھ نہیں ہے۔۔۔

سماج میں بارات کی حیثیت

برادران اسلام! سماج میں بارات کو مسرت وشادمانی اور خوشیاں منانے کا بہترین ذریعہ سمجھا جاتا ہے، اور ہر طبقہ کے افراد چھوٹے بڑے، تعلیم یافتہ اور ان پڑھ بڑی دلچسپی سے شرکت کرتے ہیں، گھر کے آدمیوں کے علاوہ اپنے تمام اعزہ واقارب اور دوست واحباب کو بھی ساتھ لے جاتے ہیں، باراتیوں کی ایک اچھی خاصی بھیڑ ہو جاتی ہے، جو لڑکی والوں پر پہاڑ

معلوم ہوتی ہے، حقیقت میں یہ بارات، رذالت ودنائت کا سبب بن جاتی ہے کیونکہ بارات میں ناچ گانا، راگ راگنی، فلمی ویڈیو کا مرض عام سے عام تر ہوتا چلا جارہا ہے۔

بارات کی شرعی حیثیت

اسلام نے ابتداء ہی سے شادی میں بارات کی کوئی گنجائش نہیں رکھی بلکہ بارات کو لڑکی والوں کے لئے وبال جان اور دردِ سر کے علاوہ اور کوئی حیثیت نہیں دی ہے، شادی کو صرف سادگی پر محمول کیا ہے، آج کل سر پھرے لوگوں نے سادگی کو بالائے طاق رکھ دیا، دوستو! شرعی نقطۂ نگاہ سے بارات کی کوئی بھی حیثیت نہیں ہے، چنانچہ حضرات صحابہ کرامؓ کی شادیوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرات صحابہ کی شادیوں میں نہ جہیز کا ذکر ہوتا تھا نہ فرمائشات ومطالبات اور نہ بارات کا سوال اور نہ کسی طرح کے رسم ورواج کا اہتمام ہوتا تھا، صرف محلہ کے چند لوگ جمع ہو جاتے اور نکاح منعقد ہو جاتا تھا

مکہ معظمہ کے ایک رئیس کا نکاح

دوستو اور بزرگو! میں آپ کو ایک واقعہ سناؤں جس سے ہمیں سبق ملتا ہے کہ ہم اپنے نکاح، بیاہ، شادی سادہ انداز میں کریں بغیر کسی بارات اور ٹھاٹ باٹ کے کریں، لڑکے والے یہ نہ سمجھیں کہ اگر ہم بارات لیکر نہ جائیں گے تو ہماری ناک چھوٹی ہو جائے گی اور نک کٹی ہو جائیگی اور نہ لڑکی والے یہ سمجھیں کہ ہمارے گھر بارات نہیں آئیگی تو نکاح میں مزہ نہیں آئیگا، نہیں......نہیں...... بلک نکاح وہ مزیدار ہے جو ہمارے پیارے نبی سرور کائنات فخر موجودات محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر ہو، حضرات صحابہ ہر چیز میں نبی کا طریقہ دیکھا کرتے تھے، چنانچہ مکہ معظمہ کے ایک مشہور رئیس حضرت عثمان غنیؓ جو امیر المؤمنین خلیفۃ المسلمین بنے ہیں ان

کا نکاح آنحضرت ﷺ کی دو صاحبزادیوں کے ساتھ یکے بعد دیگرے ہوا، اسی لئے آپ کا نام عثمان ذوالنورین بھی تھا، دوستو! حضرت عثمان غنیؓ کے لئے اس سے بڑھ کر خوشی کا مقام کیا ہوسکتا ہے کہ آپ کے نکاح میں سرکار دو جہاں کی صاحبزادی آرہی ہے، حضرت عثمان غنیؓ اتنے بڑے رئیس ہیں کہ ہزاروں اونٹ اور گھوڑے آپ کی زیر ملکیت ہیں، اور باہر ممالک سے تجارتی تعلقات خوشگوار ہیں، رئیس لوگوں سے بہترین رابطے ہیں، آپ چاہتے تو ہاتھیوں، اونٹوں اور گھوڑوں اور زینت وآرائش کے سامانوں کی ریل پیل کردیتے، ایک طرف اونٹ بلبلاتے تو دوسری طرف ہاتھی چنگھاڑتے، اور گھوڑے ہنہناتے ہوئے نظر آتے، ہزاروں کی تعداد میں قطار در قطار لگ جاتے، مگر میرے بزرگو اور نوجوان دوستو! حضرت عثمان غنی نے ایسا نہیں کیا زیب وزینت اور آرائش کے سامان مہیا نہیں کئے، اور نہ ہی ان کی طرف کوئی توجہ دی ایسا کیوں؟ دوستو! اس لئے کہ حضرت عثمان غنیؓ جانتے تھے کہ یہ سب طریقے اسلام کی منشاء کے خلاف ہیں اور نبی ﷺ کی سنت سے ہٹ کر ہیں۔

ایک اہم واقعہ

ایک اہم واقعہ سنا کر بات ختم کرتا ہوں غور سے سنئے، سیدنا احمد بن حنبلؒ مسلمانوں کے بہت بڑے امام، اپنے دور کے سب سے بڑے عالم، اور اپنے شہر کے سب سے نمایاں شخص تھے، ان کے حلقۂ درس میں ایک طالب علم تھا، نہایت ہی پھٹے پرانے، ان میں جسم پر کوئی کپڑا نہیں تھا، کھانے پینے کے لئے لقمہ نہیں، رہنے کے لئے کوئی اچھی جگہ میسر نہیں تھی، چند دن کے لئے سبق سے غائب ہوگیا، حالانکہ اس طالب علم کی عادت یہ تھی کبھی سبق سے غیر حاضر نہیں رہتا تھا، امام احمد بن حنبلؒ نے طلباء سے پوچھا کہ وہ طالب علم جو سبق میں آتا تھا کئی دن سے نہیں آرہا ہے، کیا بات ہے؟ طلباء نے بتلایا کہ وہ شادی شدہ تھا اس کی بیوی کا انتقال ہوگیا، بیچارہ اس وجہ سے سبق میں

نہیں آرہا ہے، امام احمد بن حنبل نے اپنے پاس بلایا اور کہا کہ تمہاری بیوی کا انتقال ہوگیا اور تم نے اتنی اجنبیت برتی کہ ہمیں اطلاع بھی نہیں دی، اور فرمایا کہ عصر بعد ٹھہر جانا، جانا مت، وہ طالب علم بیٹھ گیا اور سوچا کہ کوئی خاص بات فرمائیں گے، عصر کی نماز کے بعد لوگوں سے کہا کہ بیٹھ جاؤ آج احمد بن حنبل کی لڑکی کی شادی ہوگی، سب منتظر تھے اور امید لگائے ہوئے تھے کہ شہر کا کوئی رئیس بچہ ہوگا، کوئی امیر بچہ ہوگا، کوئی شہزادہ ہوگا، کسی عالم اور علامہ کا بیٹا ہوگا، اس طالب علم کو بلایا اور بلا کر کہا کہ سامنے آؤ، بس اپنی بچی کا نکاح اس کے ساتھ پڑھ دیا، طالب علم کو یقین نہیں آتا تھا کہ امام احمد بن حنبلؒ اپنی لڑکی کا نکاح میرے ساتھ کردیں گے، بہرحال نکاح ہوگیا یہ طالب علم (نوشہ میاں) وہاں سے بھاگا اور بھاگ کر اپنے کوٹھے پر چڑھ کر اعلان کردیا کہ امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی بیٹی کا نکاح میرے ساتھ کردیا، محلہ والوں نے قبول نہیں کیا، اور کہا کہ تو دیوانہ ہے، پاگل ہوگیا ہے، بہرحال شام ہوئی دروازہ کھٹکھٹایا گیا، طالب علم باہر نکلا دیکھا کہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ اپنے پیچھے بچی کو لئے کھڑے ہیں، چادر اوڑھے ہوئے تھی، امام احمد بن حنبلؒ نے کہا کہ میں نے اپنی لڑکی کا نکاح تمہارے ساتھ کردیا، آپ تنہا رہتے ہو اس لئے میں تمہاری بیوی کو لے آیا ہوں، تم ان کو اپنے گھر لے جاؤ اور رخصت ہوگئے، یہ تھے پہلے نکاح آج ہے کوئی اس طرح اپنی بیٹی کا نکاح کردے اور شوہر کے گھر چھوڑ آئے۔

دوستو! یہ طریقہ تھا شادی اور نکاح کا، ہمارے پیغمبر ﷺ اور صحابہ کا، اور تمام امت کے علماء کا، لیکن آج ہم نے نئے نئے طرز، رسم ورواج اختیار کئے ہیں، یہ سب بدعات وخرافات میں شامل ہیں اور یہ سب فضول خرچیاں ہیں، فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں" ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین" یہاں اس شادی میں امام احمد بن حنبل نے دینداری کو دیکھا تھا، حسب ونسب، حسن وجمال، مال ومنال کو نہیں دیکھا تھا۔

Scanned by CamScanner

آخری پیغام

میرے محترم بزرگو اور دوستو! آج کی اس مجلس سے بڑے بھی بوڑھے بھی اور جوان بھی ایک پیغام لیکر جائیں، پیغام یہ ہے کہ ہم آج ہی سے عہد کریں کہ اپنے نکاح، بیاہ اور شادیاں سیدھے سادے انداز میں اور شریعت کے آئینہ میں کریں گے، مصر کے نوجوان موسیٰ علیہ السلام اور مدین کے بوڑھے حضرت شعیب علیہ السلام کے طریقے پر کریں گے، اور ہم اپنے بگڑے ہوئے سماج اور معاشرہ میں خوبصورت انقلاب پیدا کریں گے، آئے دن کی دھوم دھام، آن بان اور لوگوں کی کثرت ازدیاد اور بھیڑ بھاڑ سے محفل نکاح کو پاک صاف رکھیں گے، اور صرف طرفین کے خانوادوں سے چند بزرگوں کو اکٹھا کرکے نکاح کی سنت کو ادا کرلیں گے، اور خلاف شریعت چیزوں، لہو ولعب، کھیل کود، شعر وشاعری، قوالی رقص وسرور اور گانوں باجوں سے آراستہ باراتوں کو بالکلیہ ترک کردیں گے، حضرات صحابہ کرامؓ، اکابرین اور سلف صالحین جیسے سادہ اور بغیر بارات کے نکاح کرکے دکھائیں گے، خلاصہ یہ ہے کہ دوچار بزرگ لوگوں کی موجودگی میں نکاح کرلیا جائے، برکت بھی ہوگی اور نکاح دینداری کے آئینہ میں ہوجائے گا۔

میرے پیارو اور نوجوان دوستو! کہو کہ آج ہی سے ہم عہد کرکے اٹھتے ہیں کہ موجودہ، بیہودہ رسم ورواج کو بالکل چھوڑ دیں گے، اور عہد کرتے ہیں کہ تقویٰ وطہارت سے اپنے آپ کو آراستہ اور پیراستہ کرلیں گے۔

اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

ان الله لايضيع اجر المحسنين

وماعلينا الاالبلاغ المبين

تعزیتی خطاب

مفسر قرآن حضرت مولانا الحاج قاری محمد قاسم صاحب مدظلہ بھوپالی مقیم حال مدراس خلیفۂ اقدس حضرت مولانا علی میاں صاحب نوری کا مفید ترین خطاب جو کاشف العلوم کی کاشفی جامع مسجد میں ہوا، ہر خاص وعام کے استفادہ کے لئے محترم مولانا حبیب اللہ صاحب قاسمی کے تعاون سے شائع کیا جارہا ہے

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا من يهده الله فلامضل له ومن يضلله فلا هادى له. ونشهد ان لا اله الاالله وحده لاشريك له ونشهد ان سيدنا ونبينا ومولانا محمدا عبده ورسوله ارسله بالحق بشيرا ونذيرا. وداعيا الى الله باذنه وسراجا ومنيرا. وصلى الله عليه وعلى آله واصحابه اجمعين امابعد.

فاعوذ بالله من الشطن الرجيم بسم الله الرحيم.

ولاتحسبن الذين قتلوا فى سبيل الله امواتا بل احياء عند ربهم يرزقون. صدق الله العظيم.

حضرات علمائے کرام ، اساتذۂ محترم، بزرگانِ گرامی، برادران عزیز اور پیارے طلبا! میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ مفکر ملت، مصلح امت حضرت مولانا محمد اسلم صاحبؒ کی وفات حسرت آیات پر تعزیت کے لئے حاضر ہوا ہوں، کیونکہ خود میرے لئے یہ ایک ایسا سانحہ ہے کہ میں خود مستحق تعزیت ہوں، اور ہم سب کو ایک دوسرے سے تعزیت کرنی چاہیے، یہ پوری ملت کا سانحہ ہے، کسی گھر کا، کسی خاص ادارہ کا نقصان نہیں بلکہ ملت کا نقصان عظیم ہے، ایسے افراد، ایسے لوگ برسوں میں، مدتوں میں پیدا ہوتے ہیں۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

ابھی ماضی قریب میں بہت سے بڑے علماء ہمارے درمیان سے رخصت ہو گئے دارالعلوم وقف کے شیخ الحدیث حضرت مولانا خورشید صاحب مظاہر علوم کے مؤقر استاذ حضرت مولانا وقار علی صاحب، اشرف المدارس ہردوئی کے استاذ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی کے خلیفہ حضرت مولانا قاری امیر حسن صاحب، مولانا ابوبکر صاحب غازی پوری، کتنے علماء ہیں جو جا رہے ہیں چلے گئے، ان کا کوئی بدل نہیں، مفکر ملت حضرت مولانا محمد اسلم صاحب کی وفات ملت کا نقصان عظیم ہے، اور ایک بڑا سانحہ ہے، اور اس سانحہ کو ہمیں مؤمنانہ وقار کے ساتھ برداشت کرنا ہے۔

حضور ﷺ کی وفات امت کا عظیم حادثہ

محترم دوستو! امت کو بڑے بڑے حادثات پیش آئے اور اس امت کو جو سب سے بڑا سانحہ پیش آیا وہ رسول اکرم حضور خاتم النبیین احمد مجتبی محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریفہ ہے، اس سے بڑا کوئی سانحہ اور

اس سے بڑا کوئی حادثہ اس امت کو پیش نہیں آیا، وہ اتنا بڑا سانحہ تھا کہ حضرت عمر فاروقؓ جیسے مدبر اپنا ہوش کھو بیٹھے اور تلوار لیکر کھڑے ہو گئے کہ جو یہ کہے گا کہ حضور ﷺ کی وفات ہو گئی میں اس کی گردن اڑا دونگا، حضور کی وفات نہیں ہوئی، اور فرماتے تھے کہ جیسے حضرت موسی علیہ السلام کوہ طور پر تشریف لے گئے تھے ایسے ہی حضور بھی تشریف لے گئے ہیں، آئیں گے اور منافقوں کے ہاتھ پیر کاٹ دیں گے، مگر اس وقت نبض شناس نبوت حضرت ابوبکر صدیقؓ کھڑے ہوئے اور مسجد نبوی میں تشریف لائے، کہرام مچا ہوا ہے، حضرت عمرؓ تقریر فرما رہے ہیں کہ حضور ﷺ کی وفات نہیں ہوئی، ابوبکر صدیقؓ منبر رسول پر تشریف لائے اور حضرت عمرؓ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا او قسمیں کھانے والے بیٹھ جا اور اپنی جگہ ٹھہر جا، حضرت عمرؓ اس وقت جوش میں تھے، تو انہوں نے اسوقت بیٹھنے سے انکار کر دیا، ابوبکر صدیق نے اللہ کی حمد وثنا اور اس کے آخری رسول پر درود وسلام کے بعد فرمایا:

مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَايَمُوْتُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشَّاكِرِيْنَ. (بخاری ج۲ ص ٦٤٠)

فرمایا کہ جو محمد کی عبادت کرتا تھا وہ جان لے کہ آپ وفات پا چکے اور جو رب محمد (اللہ) کی عبادت کرتا ہے اس کو معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ حی وقیوم ہے، ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا اس پر کبھی موت نہیں "وما محمد الا رسول" محمد تو ایک رسول ہیں، آپ ﷺ سے پہلے بہت سے رسول گذر چکے،

Scanned by CamScanner

اگر وہ وفات پا جائیں یا شہید کر دیئے جائیں تو کیا تم اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے، جو ایسا کریگا وہ اللہ کا کوئی نقصان نہیں کر سکتا، اپنا ہی نقصان کریگا اور اللہ شکر گذار بندوں کو جزا دینے والا ہے۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیتیں سن کر مجھے ایسا لگا کہ ابھی ابھی نازل ہوئیں اور رفتہ رفتہ ان کو جب وفات رسول کا یقین آیا تو دھم سے زمین پر گر پڑے اور کہا کہ اللہ ابوبکر کا بھلا کرے کہ انہوں نے میری آنکھوں پر پڑے ہوئے پردے ہٹا دیئے، ہم سب کے لئے بس یہی تعزیت کا سامان ہے، اسی سے ہمارے مغموم دلوں کو تسلی ہوتی ہے، اور ہمارے دلوں میں جو زخم ہیں ان کے لئے یہی مرہم ہے۔

دوستو! صحابہ کرامؓ بھی وفات نبوی ﷺ کے سانحہ سے ایک دوسرے کو تسلی دیتے تھے، تعزیت کرتے تھے، اور کہتے تھے کہ اچھا کیا تمہارا غم حضور کی وفات سے بڑھ کر ہے، اسی سانحہ سے ہم بھی تسلی حاصل کریں۔

صبر کرنا اہل ایمان کی شان ہے

محترم بزرگو اور دوستو! واقعہ یہ ہے کہ حضرت کی وفات بھی ایک بڑا سانحہ ہے، لیکن اللہ کے فیصلہ پر راضی رہنا اہل ایمان کی شان ہے "واللہ غالب علی امرہ" اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے ہر فیصلہ پر غالب ہے، تو ایسے ہی موقعہ پر اہل ایمان کے صبر کا امتحان ہوتا ہے، ویسے تو آدمی بہت باتیں کر لیتا ہے اور بعد میں کہے گا کہ میں نے صبر کر لیا، لیکن نہیں، جب صدمہ پیش آئے تو اس وقت صبر کرنا اور وقار کے ساتھ رہنا یہ اہل ایمان کی شان ہے، فرمایا گیا: "الصبر عند الصدمۃ الاولی" اصل صبر اول وقت کا ہی ہے، دنیا میں جتنے ہیں سب جانے کے لئے ہیں، رہنے کے لئے کوئی نہیں آیا، رہنے والی

ذات اللہ کی ہے، وہی ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہیگا:

کل من علیها فان ویبقی وجه ربك ذوالجلال والاکرام.

روئے زمین پر جتنے ہیں سب فنا ہو جائیں گے، نیلی چھت والا بادشاہ ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہیگا:

کل شیء هالك الا وجهه.

حضرتؒ آج بھی زندہ ہیں

حاضرین گرامی! ہم کو یہ بھی نہیں سمجھنا چاہیے کہ حضرت ختم ہو گئے، حضرت دنیا سے چلے گئے، نہیں، حق زندہ ہے تو حق پر قربان ہونے والے کیسے مر سکتے ہیں، وہ بھی زندہ ہیں، ابھی آپ نے آیتیں سنیں:

ولاتحسبن الذین قتلوا فی سبیل الله امواتا.

جو اللہ کے راستہ میں حق پر قربان ہوتے ہیں تم ان کو ہرگز مردہ نہ سمجھنا "**بل احیاء ولکن لا تشعرون**" بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم ان کی زندگی کو نہیں سمجھتے، قرآن نے کہا کہ وہ زندہ ہیں ہم مانتے ہیں اپنی عقل لڑانے کی ضرورت نہیں کہ وہ کیسے زندہ ہیں؟ دیکھئے حضرت کا نام زندہ ہے کام زندہ ہے ان کی محنتیں زندہ ہیں کہاں تک شمار کرو گے؟

لفظ انتقال کی حقیقت

دوسری بات یہ بھی ذہن میں رکھئے کہ کسی کی موت کے لئے ہم یہ لفظ استعمال کرتے ہیں کہ اسکا انتقال ہو گیا، اس کے معنی مرنا نہیں ہے، بلکہ اس کے معنی ہے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا، جس کو آج کی زبان میں ٹرانسفر کہتے ہیں، کوئی صاحب یہاں سروس کر رہے ہیں اب دلی انکا ٹرانسفر

Scanned by CamScanner

ہوگیا تو یہ نہیں کہیں گے کہ ان کا انتقال ہوگیا بلکہ ٹرانسفر کہیں گے، اسی لئے ٹرانسفر کے لئے عربی میں یہ جملہ استعمال ہوتا ہے:

اِنتَقَلَ فُلَانٌ مِنْ هٰنَا اِلٰی هُنَا.

کہ یہاں سے وہاں ان کا ٹرانسفر ہوگیا، بس حضرت کہاں گئے، خدا نے وقتِ موعود پر ان کو اپنے دربار میں طلب کرلیا اور وہ وقت اللہ کی طرف سے مقرر ہے، فرمایا:

وما کان لنفس ان تموت الا باذن الله کتابا مؤجلا.

اللہ کے حکم کے بغیر کوئی انسان دنیا سے جانہیں سکتا اور اللہ نے ہر ایک کا وقت لکھ دیا ہے۔

حضرتؒ کی زندگی کو نمونہ بنایئے

دوستو! حضرت نے جیسی زندگی گذاری وہ ہمارے لئے نمونہ ہے، ہم یہ عہد کریں کہ حضرت کو نمونہ بنا کر ہم اپنی زندگی گذاریں گے، حضرت نے کیسی دین کی خدمت کی، میں یہ کہوں کہ حضرت کے خاندان والے ان کو بھول جائیں بھول سکتے ہیں، لیکن ان کے شاگردان کو کبھی نہیں بھولیں گے، یہ ادارہ کبھی نہیں بھول سکتا۔

قیامت تک رہے گا انشاء اللہ بھول نہیں سکتا، تو حضرت آج ہمارے درمیان نہیں ہیں لیکن حضرت کی زندگی ہمارے سامنے ہے، اس کو اپنے ساتھ رکھیں اور ان کے کئے ہوئے کاموں کو اپنائیں۔

موت مؤمن کے لئے تحفہ ہے

دوستو! اگر ہم موت کے بارے میں غور کریں تو موت اللہ تبارک وتعالی کے احسانات میں سے ہے، موت کو اللہ نے احسانات میں شمار کرایا:

فرمایا: کیف تکفرون باللہ وکنتم امواتا فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم ثم الیہ ترجعون.

تم کیسے اللہ کا انکار کر سکتے ہو، تم عدم میں تھے، تمہارا وجود نہیں تھا، اس نے تم کو زندگی دی پھر وہ موت دیگا پھر زندہ کریگا پھر تم اس کے دربار میں لوٹائے جاؤ گے۔

تو موت احسانات میں سے ہے، اور واقعہ یہ کہ سب کے لئے احسان ہے، اور ایسے نیک بندوں کے لئے تو بڑا احسان ہے، حقیقت میں اب ان کو اپنی نیکیوں سے فائدہ اٹھانے کا موقع ملا، دوڑتے رہے، چلتے رہے اب فائدہ اٹھائیں گے، یہاں تو دُکھ ہیں، بیماریاں ہیں، اب فائدہ اٹھائیں گے، واقعہ یہ کہ موت تو اللہ تبارک وتعالی کا ایک احسان ہے، اللہ نے اہل ایمان کے لئے جنت کی نعمتیں رکھی ہیں، وہ موت کی منزل سے گذرنے کے بعد ہی ملیں گی، اس لئے صوفیاء کا مقولہ ہے:

اَلْمَوْتُ جِسْرٌ یُوْصِلُ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ.

موت ایک پل ہے کہ اس سے گذر کر ایک محبوب دوسرے محبوب کے پاس پہونچ جاتا ہے، اللہ کا دیدار آخرت کی لازوال نعمتیں موت کے بعد ہی تو انسان کو حاصل ہونگی، کون ہے جو اللہ کا دیدار نہ چاہتا ہو، ہے کوئی ایسا؟ ہاتھ اٹھائے کہ میں نہیں چاہتا سب کہیں گے کہ ہم اللہ کا دیدار چاہتے ہیں، اللہ سے ملاقات چاہتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وفات کا واقعہ

عزیزان گرامی! حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وفات شریفہ کا جب وقت آیا تو ملک الموت قبض روح کے لئے حاضر ہوئے، اور انہوں نے کہا

کہ اجازت دیجئے، انبیاء علیہم السلام کا یہ اعزاز تھا کہ ملک الموت قبض روح کے لئے ان سے اجازت طلب کرتے تھے، عام انسانوں کے لئے اللہ کا یہ قاعدہ نہیں، یہ قانون نہیں ورنہ ہم جیسے تو کہہ دیا کرتے کہ ابھی نہیں بعد میں آنا، تو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جب اجازت طلب کی تو ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے تم کو میری جان نکالنے کے لئے بھیجا ہے، اور اللہ تو کہتا ہے:

واتخذ الله ابراهيم خليلا.

اللہ نے ابراہیم کو اپنا دوست بنالیا، کیا دوست دوست کی جان نکالتا ہے؟ روح قبض کرتا ہے؟ فرشتہ آسمان پر پہنچتا ہے کہ پروردگار تیرے حبیب ابراہیم کا یہ کہنا ہے "هل رأيت خليلا يقبض روح خليله" کہ کیا دوست دوست کی روح قبض کرتا ہے، اس کو مارتا ہے؟ اللہ نے فرمایا کہ جاؤ ہمارے خلیل ابراہیم سے پوچھو "هل رأيت خليلا يكره لقاء خليله" کہ کیا تم نے کسی دوست کو دوست کی ملاقات سے گھبراتے ہوئے بھی دیکھا ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ سنکر فرمایا اسی وقت میری روح قبض کرلو، تو یہ موت اللہ سے ملاقات کا ذریعہ ہے، زندگی بعد میں ہے، پہلے موت ہے، اسی لئے قرآن کریم میں فرمایا "الذی خلق الموت والحياة" پہلے اللہ نے موت کو پیدا کیا بعد میں زندگی کو، بہرحال موت تو مؤمن کیلئے تحفہ ہے؛

تحفة المؤمن الموت.

حضرتؒ کو خود بخود ثواب پہونچ رہا ہے

دوستو! ہمارے حضرت آخرت کا توشہ بہت بھاری لیکر گئے ہم کچھ کریں نہ کریں، آپ ان کے لئے دعا کریں نہ کریں، اس مدرسہ میں جو کچھ

کام ہورہا ہے یا ہوگا اس کا ثواب تو حضرت کی روح کو پہنچتا رہے گا، آپ نام لیں یا نہ لیں لیکن ثواب برابر پہنچ رہا ہے، حضرت کا جو روحانی میٹر تھا وہ آج بھی برابر جاری ہے، کیوں؟ فرمایا حدیث میں:

إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ اِنْقَطَعَ عَمَلُهٗ.

فرمایا انسان دنیا سے جاتا ہے تو اس کے عمل کا سلسلہ ختم ہوجاتا ہے، لیکن فرمایا تین قسم کے لوگ ایسے ہیں کہ دنیا سے جانے کے بعد بھی ان کی نیکیوں کا میٹر چلتا رہتا ہے:

صَدَقَةٌ جَارِيَةٌ اَوْ عِلْمٌ يُنْتَفَعُ بِهٖ اَوْ وَلَدٌ صَالِحٌ يَدْعُوْ لَهٗ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ.

حضرت اپنے ساتھ بہت کچھ لیکر گئے، بس کیا تعزیت کریں، صرف اس لئے میں بیٹھ گیا، بزرگوں کا حکم تھا کہ تذکیر ہوجائے "وذكر فان الذكرى تنفع المؤمنين" تذکیر کی ضرورت صحابہ کرام کو بھی تھی کہ اے نبی یاد دلاتے رہیے اس لئے کہ یاد دہانی کی ایمان والوں کو بھی ضرورت ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی بیٹی سے تعزیت

دوستو! ہم سب کے لئے دنیائے انسانیت کے لئے رسولِ اکرم ﷺ کی مبارک زندگی نمونہ ہے، حضورؐ نے اپنی زندگی میں بیٹیوں کے نکاح بھی پڑھائے اور ان کے جنازے بھی پڑھائے، تو انسانوں کے لئے نمونہ قائم فرمایا کہ خوشی ہو تو کیسے منانا اور رنج وغم کے حالات ہوں تو ان کا کیسے مقابلہ کرنا، حضورؐ کے ایک نواسہ بہت نازک حالت میں تھے، بیٹی صاحبہ نے آپ کو بلوایا، حضور کو جانے میں تاخیر ہوگئی، پھر بیٹی صاحبہ نے بہت اصرار کے ساتھ بلوایا، آپ ﷺ تشریف لے گئے، صحابہ آپ ﷺ کے ساتھ تھے، وہ

نواسہ آپ کی گود میں دیا گیا، چند لمحوں میں انہوں نے آغوشِ نبوت میں دم توڑ دیا، **ان کا انتقال ہوگیا، آپؐ** نے یہ منظر دیکھا تو آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ بھی روتے ہیں، آپ تو نبی ہیں، سید الانبیاء ہیں، امام الانبیاء ہیں، آپ نے فرمایا آنکھوں سے آنسوؤں کا بہنا مقام نبوت کے خلاف نہیں یہ اس جذبہ کا اظہار ہے جو اللہ نے اپنے بندوں کے دلوں میں رکھا ہے:

هٰذِهٖ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ قُلُوْبِ عِبَادِهٖ.

اور پھر رسول اکرم سرکارِ دوعالمؐ نے اپنی صاحبزادی سے جو تعزیت فرمائی اس سے بہتر کوئی تعزیت نہیں، صاحبزادی سے آپؐ نے ارشاد فرمایا بیٹی:

اِنَّ لِلّٰهِ مَا اَخَذَ وَلَهٗ مَا اَعْطٰى كُلُّ شَيْءٍ لَهٗ فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ.

بیٹی اللہ نے جو لیا وہ اسی کا تھا اور جو دیا وہ بھی اس کا ہے، سب اسی کے ہیں، پس صبر کرو اور اپنے اعمال کا محاسبہ کرو۔

اسی طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک صاحبزادے کی وفات پر ارشاد فرمایا حضرت ابراہیم ان کا نام تھا، ان کا جب انتقال ہوا آپ غمزدہ تھے فرمایا:

اِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبَ يَحْزَنُ وَلَانَقُوْلُ اِلَّامَا يَرْضٰى رَبُّنَا وَاِنَّا بِفِرَاقِكَ يَااِبْرَاهِيْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ.

آنکھ آنسو بہا رہی ہے، دل غمگین ہے، لیکن ہم وہی کہیں گے جو ہمارے رب کی مرضی ہے، اے ابراہیم میں تیری جدائی سے بہت غمگین ہوں، بس اب ہم یہی کہیں گے:

اِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبَ يَحْزَنُ وَلَانَقُوْلُ اِلَّامَا يَرْضٰى رَبُّنَا

وَاِنَّا بِفِرَاقِكَ يَاحَضْرَةُ لَمَحْزُوْنُوْنَ.

کہ آپ کی جدائی سے ہم بہت رنجیدہ ہیں لیکن اللہ کے فیصلہ پر راضی ہیں۔

حضرت کی خداداد مقبولیت ومحبوبیت

بزرگو اور دوستو! حضرت کے اوصاف، حضرت کی خدمات حضرت کے کمالات، حضرت کے اخلاق اتنے ہیں کہ ان پر ایک کتاب لکھی جاسکتی ہے، حضرت نے اپنے آپ کو بہت چھپایا کبھی ظاہر نہیں کیا، صوفیاء کے یہاں جو اخفائے حال ہوتا ہے، حضرت پر اس کا غلبہ تھا، اپنے آپ کو ظاہر نہیں ہونے دیا، حضرت کی کتابیں حضرت کے خطبات کتنے مقبول ہوئے اس کا اندازہ اس سے لگایئے کہ کل میں سفر میں تھا تو مکہ سے جامعہ امّ القریٰ سے ایک صاحب نے مجھ کو فون کیا، ٹرین میں نیٹ ورک برابر کام نہیں کررہا تھا، میں نے ان کو کہا کہ میں سفر میں ہوں چھتمل پور جارہا ہوں، انہوں نے کہا کہ کیوں؟ میں نے کہا کہ وہاں چھتمل پور میں ایک بڑا مدرسہ ہے، مولانا اسلم صاحب وہاں کے مہتمم تھے ان کا انتقال ہوگیا، کہنے لگے مولانا اسلم صاحب وہی جنکے خطبات اسلم ہیں، میں نے کہا وہی آپ صحیح کہہ رہے ہیں، مکہ مکرمہ سے وہ کہہ رہے تھے، انہیں کیا معلوم تھا کہ میں کہاں جارہا ہوں، صرف اتنا سن کر کہ چھتمل پور جارہا ہوں، انہوں نے خطبات اسلم کا ذکر کیا، تو خطبات اسلم حضرت کے تعارف کا ذریعہ بنی۔

میرے محترم بزرگو اور دوستو! اللہ کے بندے کسی سے اس وقت محبت کرتے ہیں جب پہلے اللہ تعالیٰ اس بندہ سے محبت فرماتا ہے، پھر فرشتوں کے ذریعہ اعلان ہوتا ہے، تو بندے بھی اس بندہ سے محبت کرتے ہیں، صحیح مسلم میں حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

Scanned by CamScanner

عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
إِنَّ اللّٰهَ إِذَا أَحَبَّ عَبْدًا دَعَا جِبْرَئِيْلَ فَقَالَ إِنِّيْ أُحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبَّهُ قَالَ فَيُحِبُّهُ جِبْرَئِيْلُ ثُمَّ يُنَادِيْ فِي السَّمَاءِ فَيَقُوْلُ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبُّوْهُ فَيُحِبُّهُ أَهْلُ السَّمَاءِ ثُمَّ يُوْضَعُ لَهُ الْقُبُوْلُ فِي الْأَرْضِ.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول کریمؐ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے محبت رکھتا ہے یعنی جب وہ اپنے بندوں میں سے کسی بندہ کے متعلق اپنی خوشنودی و محبت کو ظاہر کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو جبرئیل علیہ السلام کو بلا کر فرماتا ہے کہ میں فلاں بندہ سے محبت رکھتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو، آنحضرت ﷺ نے فرمایا یہ (سنکر) جبرئیل علیہ السلام اس بندہ سے محبت رکھتے ہیں، اور پھر اللہ کے حکم سے آسمان میں یہ اعلان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندہ سے محبت رکھتا ہے، لہٰذا تم سب بھی اس سے محبت کرو، چنانچہ آسمان والے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، اور پھر اس بندہ کے لئے زمین میں بھی قبولیت رکھی جاتی ہے، یعنی زمین والوں کے دلوں میں اس کی محبت ڈالدی جاتی ہے، اور تمام جن وانس اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ مسلم

حضرتؒ بڑے شفیق تھے

میرے دوستو! مجھ پر حضرت کی بڑی شفقتیں تھیں، بڑی عنایتیں تھیں، ایک ایک بات یاد آتی ہے، میں حاضر ہوتا تو حضرت پہلے ہی دفتر کے باہر تشریف لا کر کھڑے ہو جاتے، میں جب آ جاتا مجھے بٹھاتے اپنے پاس بٹھا کر کھانا کھلاتے، جب رخصت ہوتا تو میں بہت اصرار کرتا حضرت آپ تشریف رکھئے، لیکن جب تک گاڑی روانہ نہ ہو جاتی تب تک کھڑے رہتے، میں تو بہت چھوٹا ہوں ان کے بچوں سے بھی چھوٹا ہوں لیکن حضرت کی

شفقتیں رہ رہ کر یاد آتی ہیں، پرسوں جب مجھے معلوم ہوا تو میں نے کہا کہ اب کچھ بھی ہو لیکن جانا ہے، لہٰذا حاضر ہو گیا اور میں نے کچھ بے ربط باتیں آپ سے عرض کر دیں۔

ہر نفس کے لئے موت برحق ہے

دوستو! حقیقت تو یہ ہے کہ قرآن کہتا ہے ”کل نفس ذائقة الموت “ ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے جو دنیا میں آیا ہے اس کو جانا ہے، ہم دنیا میں نہیں تھے آئے ہیں اور رہیں گے نہیں ہم بھی جائیں گے، پھر موت ہمارے لئے کوئی ڈر کی چیز نہیں، خوف کی چیز نہیں، وحشت کی چیز نہیں، موت سے ڈر تو بے ایمانوں کو ہے، ان کو ڈر لگتا ہے، یہود و نصاریٰ کہتے تھے ”لن تمسنا النار الا ایاما معدودة “ ہم کو جہنم کی آگ صرف چند دن چھوئے گی، اگر ہم گئے بھی جہنم میں تو تھوڑے دن کے لئے جائیں گے، ورنہ یہ جنت کے محل ہمارے لئے ریزرو ہیں ”نحن ابناء الله واحباء ه “ ہم اللہ کے محبوب ہیں اس کے چہیتے ہیں، اللہ نے فرمایا کہ اچھا ”فتمنوا الموت ان کنتم صادقين “ واقعی اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو موت کی تمنا کر کے دکھاؤ، وہ کیا تمنا کرتے خود قرآن نے جواب دیا ”ولن يتمنوه ابدا بما قدمت ايديهم “ وہ بے ایمان کبھی موت کی تمنا نہیں کر سکتے کیونکہ ان کے دل میں چور ہے، وہ جانتے ہیں کہ مرنے کے بعد ان کا کیا حشر ہونے والا ہے، فرمایا وہ موت کی تمنا کیا کریں گے ”یود احدهم لو يعمر الف سنة “ ان میں سے ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ اس کی عمر ہزار برس ہو، ہر یہودی ہر بے ایمان یہ چاہتا ہے کہ ہزار سال تک جیتا رہے، لیکن قرآن نے کہدیا ”وما هو بمزحزحه من العذاب ان يعمر “ اگر وہ ہزار سال بھی زندہ رہیں تو اللہ

کی پکڑ سے اوراس کے عذاب سے نہیں بچ سکتے، مؤمن موت کی تمنا کرتا ہے لیکن دنیا سے تنگ آکر مصیبتوں سے پریشان ہوکر، موت کی تمنا کرنا جائز نہیں ہے، کوئی اس لئے تمنا کرے کہ اللہ سے ملاقات ہوگی، جنت کی نعمتیں ملیں گی، تو بہت مبارک ہے، تب موت کی تمنا کر سکتے ہیں، اب کون چاہے کہ اس کی اللہ سے ملاقات نہ ہو، فرمایا کہ دیکھو جو ملاقات کرنا چاہتا ہے اس کو کیا کرنا چاہیے؟ قرآن نے خود اس کا جواب دیا:

من كان يرجو لقاء ربه فليعمل عملا صالحا.

جو اپنے رب سے ملنا چاہتا ہے اس کو نیک اعمال کرنے چاہیے "ولايشرك بعبادة ربه احدا" اور یاد رکھنا اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہیں کرنا، تو دو چیزیں ہیں، ایک تو شرک نہ ہو دوسرے اعمال صالحہ ہوں۔

بزرگو اور دوستو! ہم میں سے ہر ایک کا وقت لکھا ہوا ہے، یوں سمجھئے کہ ہم جتنے لوگ ہیں وہ سب رٹرن ٹکٹ لیکر آئے ہیں وہ جیب میں رکھا ہوا ہے، اور اس پر تاریخ، دن، وقت یہ اس روز معلوم ہوگا جس دن دنیا سے جائیں گے، کہ اچھا یہ دن تھا یہ ٹائم تھا، وہ بنا ہوا ہے ہر ایک کا:

وما كان لنفس ان تموت الا باذن الله كتابا مؤجلا.

کبھی لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ فلاں دن ہوتا، نہیں اللہ نے جو وقت بہتر سمجھا اس وقت پر اپنے دربار میں طلب کیا "لَنْ تَمُوْتَ حَتّٰى تَسْتَكْمِلَ رِزْقَهَا" ساعتیں مقرر ہیں، لمحے مقرر ہیں، رزق کے دانے مقرر ہیں، پانی کے قطرے مقرر ہیں، ابھی جب میں یہاں آیا تو بھائی مولانا آصف صاحب نے حضرت کی وفات کی جو کیفیت بیان کی اس کیفیت کی غمازی یہ آیت کررہی ہے۔

يا ايتها النفس المطمئنة ارجعي الى ربك راضية مرضية

فادخلي في عبادي وادخلي جنتي.

اے نفس مطمئنہ چل چل اپنے رب کی طرف تو مجھ سے راضی ہے، میں تجھ سے خوش ہوں، جا میرے بندوں میں شامل ہوجا، میری جنت میں داخل ہوجا، حضرت جن سے خوش رہے وہ بھی خوش قسمت ہیں، جنہوں نے حضرت کی دعائیں لیں وہ بھی خوش قسمت ہیں، اب ہم کو احساس ہوگا کہ حضرت کی کیا شخصیت تھی، کیا زندگی تھی، آج تمام مدارس میں تعزیتی جلسے ہورہے ہیں، لوگ یاد کررہے ہیں، اور یاد کرتے رہیں گے، لوگ بھولیں گے نہیں، بھولنا مشکل ہے، دوستو! آدمی زندہ رہتا ہے، خوش اخلاقی سے اور کارناموں سے اور ظاہری طور پر کسی کا رہنا یہ تو مقدر نہیں:

وما جعلنا لبشر من قبلك الخلد افان مت فهم الخلدون

رسول اکرم ﷺ کے لئے دشمن تمنا کرتے تھے کہ آپ کی وفات ہوجائے تو اللہ کی طرف سے آیت نازل ہوئی، اے پیغمبر آپ سے پہلے کسی کے لئے ہم نے ہمیشہ کی زندگی مقرر نہیں کی "افان مت فهم الخلدون" اگر آپ کی وفات ہوگئی تو کیا وہ ہمیشہ زندہ رہیں گے "انك ميت وانهم ميتون" وہ موت کی ساعت تو ان پر بھی آنے والی ہے، اصل تو یہ قرآن وحدیث ہی ہے، جس سے کہ ہم کو سبق ملتا ہے، یہ ایسے بزرگ بیٹھے ہیں کہ جن سے مجھے شرم بھی آرہی ہے، لیکن حکم تھا تو میں اپنا سبق سنانے کے لئے بیٹھ گیا، یہ سب ان ہی بزرگوں سے سنا ہے، جو کچھ میں نے عرض کیا ورنہ میری کوئی حقیقت نہیں۔

تبلیغ کی اہمیت اور مولانا الیاسؒ کا اخلاص

دوستو! آج یہاں تبلیغی اجتماع کا بھی دن ہے، اور یہ کام بھی ہورہا

ہے، صحیح پوچھو تو حضرت ہم کو یہی پیغام دیکر گئے کہ اصل ہمیں آخرت کی تیاری کرنی ہے، یہ جماعت کا کام بڑا کام ہے، مولانا ابوالکلام آزادؒ نے اس وقت کے وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو سے کہا تھا کہ آپ جو چاہیں کرلیں مگر اس جماعت کو نہ چھیڑیں، یہ جماعت ایسی ہے کہ زمین کے اوپر کی بات نہیں کرتی بلکہ زمین کے نیچے کی یا آسمان کے اوپر کی بات کرتی ہے، اور یہ جماعت کا جو کام ہے بڑا مبارک کام ہے، اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کو کہ ایسے وقت میں انہوں نے اس کام کا آغاز فرمایا، جس کی برکات پوری دنیا میں نظر آتی ہیں، حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کے زمانہ میں بڑے بڑے علماء تھے، لیکن حضرت کا جو اخلاص تھا کہیے کہ اخلاص کے پہاڑ تھے، اللہ نے ان کے اخلاص کی آواز کو عرشِ عظیم پہ سنا تو ساری دنیا میں پھیلا دیا، اسی کی ضرورت ہے، ہمارے پاس سب کچھ ہے مگر اخلاص نہیں ،اگر اخلاص نصیب ہوجائے تو کیا کہنا۔

حضرت مولانا اسلم صاحبؒ کا پیغام

مفکرِ ملت حضرت مولانا اسلم صاحبؒ جنہیں اب تک مدظلہ کہتے تھے اور دامت برکاتہم کہتے تھے اب رحمۃ اللہ علیہ، نور اللہ مرقدہ، قدس اللہ سرہ العزیز کہتے ہیں وہ ہم کو یہی پیغام دیکر گئے، اور ان کی خدمات سے ان کی زندگی سے ہم کو یہی پیغام ملتا ہے کہ ہمیں بھی اسی طرح زندگی گذارنی ہے جو حضرت کی زندگی تھی، خلاصہ یہ کہ حضرت وقت موعود پر اللہ کے دربار میں طلب کرلئے گئے، ہم سب کو بھی جانا ہے، کسی کو رہنا نہیں ہے، رہنے والی ذات صرف اللہ کی ہے، لیکن جو وقت متعین اور مقرر ہے، اس کو کوئی بتا نہیں سکتا، وہ تو اللہ تعالیٰ کبھی کبھی اپنے مقبولین اور صالحین پر ظاہر فرما دیتا ہے، ان کو

اندازہ ہوجاتا ہے کہ اب لقائے الٰہی کا وقت قریب ہے، اللہ سے ملاقات کا وقت قریب ہے، ورنہ عام طور پر معلوم نہیں ہوتا، اللہ نے اس کو چھپا کر رکھا ہے، جو چیزیں اللہ نے چھپائی ہیں ان میں اس کی بڑی مصلحتیں ہیں اور جس پر اس نے پردہ ڈالا ہے اس سے پردہ ہٹانیکی کوشش نہ کریں اس میں تو اللہ کی مصلحت ہے۔

امام مالکؒ کا خواب

دوستو! ایک واقعہ عرض کر کے میں اپنی بے ربط گفتگو کو ختم کرونگا، کہ حضرت امام مالکؒ مدینہ میں رہتے تھے، اور مدینہ پاک میں ان کا درسِ حدیث ہوتا تھا، سبحان اللہ ایسا لگتا تھا کہ کسی بادشاہ کی محفل ہے، اور اسکا دربار لگا ہوا ہے، امام مالکؒ وہیں رہے، اور ایک حج فرض کے علاوہ امام مالکؒ نے دوسرا حج نہیں کیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں حج کرنے جاؤں اور میری وفات ہوجائے، تمنا یہ تھی کہ مروں تو مدینہ میں مروں، خاکِ مدینہ مجھ کو نصیب ہو، سوچئے جس کو اس سرزمین سے اتنی محبت ہو اس کو آقائے مدینہ سے کتنی محبت ہوگی، ایک رات خواب دیکھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور پوچھا کہ یارسول اللہ میری موت کب آئیگی؟ حضورؐ نے کوئی جواب نہیں دیا، بلکہ اپنی پانچ انگشتہائے مبارک ان کو دکھائیں، اب اس سے سمجھ میں نہیں آتا کہ پانچ دن مراد ہیں، پانچ ہفتے مراد ہیں، پانچ مہینے مراد ہیں، پانچ سال مراد ہیں، اگر معلوم ہوجائے پانچ مہینے مراد ہیں تو گھومیں پھریں پھر مدینہ میں آجائیں، لیکن سمجھ میں نہیں آیا، خواب بھی ایسی چیز ہے کہ ہر ایک اس کا

مطلب بیان نہیں کرسکتا اور نہ ہر ایک سمجھ سکتا ہے، اس لئے خواب دیکھیں تو کسی اناڑی کے پاس نہیں جانا بلکہ کسی ماہر معبر کے پاس جائیں، یا اپنے کسی خاص دوست کے سامنے ذکر کریں، کبھی آدمی تعبیر دیتا ہے مگر بڑی بے ڈھنگی تعبیر ہوتی ہے، ایک بادشاہ نے خواب دیکھا کہ اس کے سارے دانت گر گئے اس نے ہم جیسے ایک اناڑی سے پوچھا کہ اس کا مطلب کیا ہے؟ اس نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے خاندان والے آپ کے سامنے مرجائیں گے، بادشاہ کو بڑا غصہ آیا، ان کو جیل میں ڈال دیا، پھر بادشاہ ایک مولانا کی خدمت میں گیا اور عرض کیا، حضرت میں نے خواب میں یہ دیکھا ہے کہ میرے سارے دانت گر گئے اس کی تعبیر کیا ہے؟ حضرت نے فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی عمر آپ کے خاندان میں سب سے زیادہ ہوگی تو بات وہی کہی، لیکن بادشاہ خوش ہوگیا، اور انعام دیدیا، بہرحال امام مالکؒ نے خواب دیکھا تو ان کی سمجھ میں نہیں آیا اس زمانہ میں تعبیر دینے والے تھے امام التعبیر حضرت علامہ بن سیرینؒ، حضرت نے ایک صاحب کو بھیجا اور کہا کہ جایئے خواب کا مطلب تو پوچھئے اور یوں فرمایا، میرا نام مت بتانا، کہنا کہ ایک صاحب نے دیکھا ہے، حضرت علامہ بن سیرینؒ کے پاس جب وہ پہنچے اور خواب بیان کیا کہ ایک صاحب نے خواب میں حضور کی زیارت کی اور پوچھا حضورؐ میری عمر کتنی ہوگی؟ تو آپؐ نے اپنی پانچ انگلیاں دکھادیں اس سے کیا مراد ہے؟ علامہ بن سیرین نے خواب سن کر فرمایا کہ یہ خواب کوئی عالم دیکھ سکتا ہے اور اس وقت مدینہ میں امام مالکؒ سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں، اور

یہ شرط لگائی کہ تم نام بتاؤ تو میں تعبیر بتاؤں گا ورنہ نہیں۔

امانت کا لحاظ رکھو

حاضرین گرامی! وہ امانت کا زمانہ تھا کسی سے جب کہدیا کہنا نہیں، تو پھر اس کو چھپاتے تھے، آج کسی بات کا پروپیگنڈہ بنانا ہو تو کہدو کہ کسی سے کہنا نہیں، وہ راز سب سے زیادہ کہا جائے گا، لیکن وہ امانت کا زمانہ تھا کہ حضرت میں پوچھ کر آتا ہوں یہ نہیں کہ صاحب میں کیا کروں انہوں نے پہلے ہی بتادیا، تو میں نے بھی بتادیا، دیکھئے روپیہ پیسہ میں نے آپ کے پاس رکھا جب لے لیا تو امانت کا معاملہ ختم ہوگیا، کسی نے آپ کو کوئی راز بتایا، بات بتائی ہے تو اس کو زندگی بھر چھپانا ہے، وہ ایسی امانت ہوتی ہے کیونکہ زبان سے نکلی ہوئی بات واپس نہیں ہوتی، اب یہ واپس آئے اور کہا کہ حضرت میں کیا آپ کا کیا نام بتاتا انہوں نے پہلے ہی بتادیا اور یہ شرط لگائی ہے کہ جب تک تم نام نہیں بتاؤ گے میں تعبیر نہیں بتاؤں گا، حضرت نے فرمایا جاؤ کہدو میں نے ہی یہ خواب دیکھا ہے، اب پھر حاضر ہوئے اور کہا جی ہاں حضرت انہوں نے اجازت دیدی، خواب دیکھنے والے امام مالکؒ ہی ہیں، حضرت علامہ بن سیرینؒ نے فرمایا کہ خواب میں رسول اکرم سرکار دو عالم ﷺ نے جو اپنی پانچ انگلیاں بتلائی ہیں ان سے نہ پانچ دن مراد ہیں نہ پانچ ہفتے مراد ہیں، نہ پانچ مہینے مراد ہیں، نہ پانچ سال مراد ہیں، بلکہ وہ پانچ چیزیں مراد ہیں جو قرآن میں ہیں جن کا علم صرف اللہ کو ہے:

مَفَاتِیحُ الْغَیْبِ خَمْسٌ لَایَعْلَمُهَا اِلَّا اللّٰهُ.

فرمایا کہ ان پانچ چیزوں کی طرف اشارہ ہے جن کو سوائے اللہ کے

Scanned by CamScanner

کوئی نہیں جانتا''ان اللہ عندہ علم الساعۃ'' قیامت کا علم اللہ کو ہے'' وینزل الغیث'' بارش کا علم اللہ کو ہے، یہ جو اندازہ لگاتے ہیں، اتنی بارش ہوگی اتنی ہوگی جب وہ کہتے ہیں تو ہوتی ہی نہیں، یہ اللہ کا علم ہے، یہ غیب کا علم ہے، آج سے پانچ سو اور پانچ ہزار سال کے بعد اس وقت مچھل پور میں کتنی بارش ہوگی، اس کا علم اللہ کو ہے، اس وقت بھی ہے وہ فی الحال بھی جانتا ہے، فرمایا قیامت کا علم اللہ کو ہے''وینزل الغیث'' بارش کا علم اللہ کو ہے''ویعلم ما فی الارحام'' ماں کے پیٹ میں کیا ہے؟ یہ بھی اللہ جانتا ہے، اور یہ مراد نہیں لڑکا یا لڑکی، یہ تو پرانی عورتیں بتا دیتی ہیں لڑکا ہے یا لڑکی، دائیاں بتا دیتی ہیں، اس کی تفسیر آج سے پانچ سو برس پہلے کی علامہ زمخشریؒ کی تفسیر دیکھئے، وہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ جو پیدا ہونے والا ہے وہ نیک بخت ہوگا یا بد بخت ہوگا، ماں باپ کا فرمانبردار ہوگا یا انکو جوتے لگانے والا کیا یہ بات ڈاکٹر بتا سکتے ہیں؟ سائنسداں بتا سکتے ہیں؟ نہیں اللہ ہی جانتا ہے ماں کے پیٹ میں کیا ہے؟ یہ بھی اللہ کا علم ہے''وماتدری نفس ماذا تکسب غدا'' کل تم کو کیا ملنے والا ہے سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا''وماتدری نفس بای ارض تموت'' کسی کو یہ نہیں معلوم کہ اس کی موت کس سرزمین میں کب واقع ہونے والی ہے''ان اللہ علیم خبیر'' ان تمام باتوں کا علم اور ان کی پوری خبر صرف اللہ تبارک وتعالی کو ہے، اس کے بعد امام مالکؒ کہیں تشریف نہیں لے گئے، مدینہ طیبہ میں رہے اور مدینہ میں ہی انتقال فرمایا، اور جنت البقیع میں اپنے استاد امام عاصمؒ کے پہلو میں دفن ہوئے۔

الغرض اللہ نے وقت سب کے لئے لکھ دیا ہے، بس ہم کو اس راہ پر چلنا ہے جو راہ ہمیں حضرتؒ نے دکھائی ہے، واقعہ یہ کہ حضرت کی جدائی سے ہمارے دل بہت رنجیدہ ہیں، مدتوں ڈھونڈتے رہیں گے لیکن ملیں گے نہیں

جان کر منجملۂ خاصانِ میخانہ تجھے
مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ تجھے

حضرتؒ اپنے ساتھ بہت نیکیاں لیکر گئے بس اب ضرورت یہ ہے کہ جو پیغام ہم کو حضرتؒ دیکر گئے ہیں ہم اس پیغام کو قبول کریں اسی کے مطابق اپنی زندگی گزاریں۔

اللہ تعالی ہم سب کو صبر کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

Scanned by CamScanner